

UNIVERSAL
LIBRARY

OU-234361

UNIVERSAL
LIBRARY

سلسلہ انبیاء و ائمہ کرام
جلیل و عظیم
کتاب نمبر ۴۲

حیاتِ خسرو

جس میں

طوطی ہند حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ المستوفی ۷۶۲ھ

کے

سوانح عمری - تصنیف و تالیف - ایجاد و اختراع کے مفصل حالات

اور

حضرت سلطان المشائخ نظام الدین محمد بدایونی قدس مرء کے مختصر واقعات

بطور ضمیمہ درج ہیں

مؤلف

منشی محمد سعید احمد صاحب بہروی

مطبوعہ آغا شورش پریس لاہور

۱۹۰۹ء

تعداد جلد ۱۰۰۰

قیمت نمونہ

وکیل ٹریڈنگ کمپنی کی نوبل و جدید کتب

علوم الاسلام | مسلمانوں کے علوم و فنون کا مسئلہ نہایت عامض ہے۔
فلسفہ منطق - ہیئت - ہندسہ - طبیات و غیرہ کی سیکڑوں

اور ہزاروں عربی کتابیں موجود ہیں اور ان علوم کا ایک معتد بہ ذخیرہ ہمارے قدیم
نصاب درس میں بھی داخل ہے لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ قدامت کو کس حد تک ان میں
وخل تھا اور خود مسلمانوں نے ان علوم میں کیا کیا اضافے کئے؟ کون کون سے مسائل
جن سے قدامت واقف تھے تحقیق کئے اور موجودہ تحقیقات ان مسائل کو کائنات صحیح بتاتی
ہے۔ طب کو ہم یونانی کہتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ اس فن میں اہلبائے اسلام نے کیا کیا
چیزیں ایجاد کیں۔ کتنے مسائل بڑھائے۔ علاج اور مرض کے کون کون سے نئے نئے
طریقے نکالے۔ سرجری میں کیا کیا پیدا کیا اور کس اہمیت کے آلات ایجاد کئے۔ علم کوش
علم الحيوان - ارتقا آرکیالوجی - انکسٹری - بوٹنی - کیمسٹری و مناظر وغیرہ جن میں ہم یورپ
کی ایجاد سمجھتے ہیں علمائے اسلام نے کیوں کر یہ علوم وضع کئے۔ کیا کیا کتابیں لکھیں۔ وہ
کتابیں کہاں کہاں چھپی اور یورپ کی کن کن زبانوں میں ترجمہ ہوئیں۔ اس زمانہ میں
ہم نے کس حد تک صحیح و قابل تسلیم ہیں؟ یہ تمام باتیں اس کتاب میں نہایت تفصیل
سے لکھی ہیں مسلمانوں کی قدیم صنعت - دستکاری - ایجادات اور صنعتی کارخانوں
کا تذکرہ ہے اور ان کا شمار ہندوؤں اور متہم بالشان آلوں کے حالات نہایت
درجہ و سبط سے دیئے ہیں جو خاص مسلمانوں کی ایجاد ہیں۔ یورپ و امریکہ کی مختلف زبانوں
میں اب تک اس موضوع پر جو کچھ لکھا گیا ہے سب سے مدولی کئی ہے۔ جو بات لکھی
قدیم عربی کتابوں کے حوالے سے لکھی ہے اور مزید توثیق کے لئے عبارتیں بھی لکھی

نذر

بعلیحدست عالیجناب نواب وقار الدولہ وقار الملک مولوی
محمد شفاق حسین صاحب خان بہادر انتصار جنگ

میں نہایت ادب سے

اپنی اس ناپختہ تالیف کو جناب والا کے نام نامی پر نذر کرتا ہوں۔ اس حقیر تالیف کو جناب
والا کے نام نامی سے منسوب کرنے میں

نہ تو

جناب والا کی مہربانی و عفو و رحمت اور شہرت میں جو بفضلہ تعالیٰ اس وقت حاصل ہے کوئی
بیشی ہو سکتی ہے۔

نہ نذر

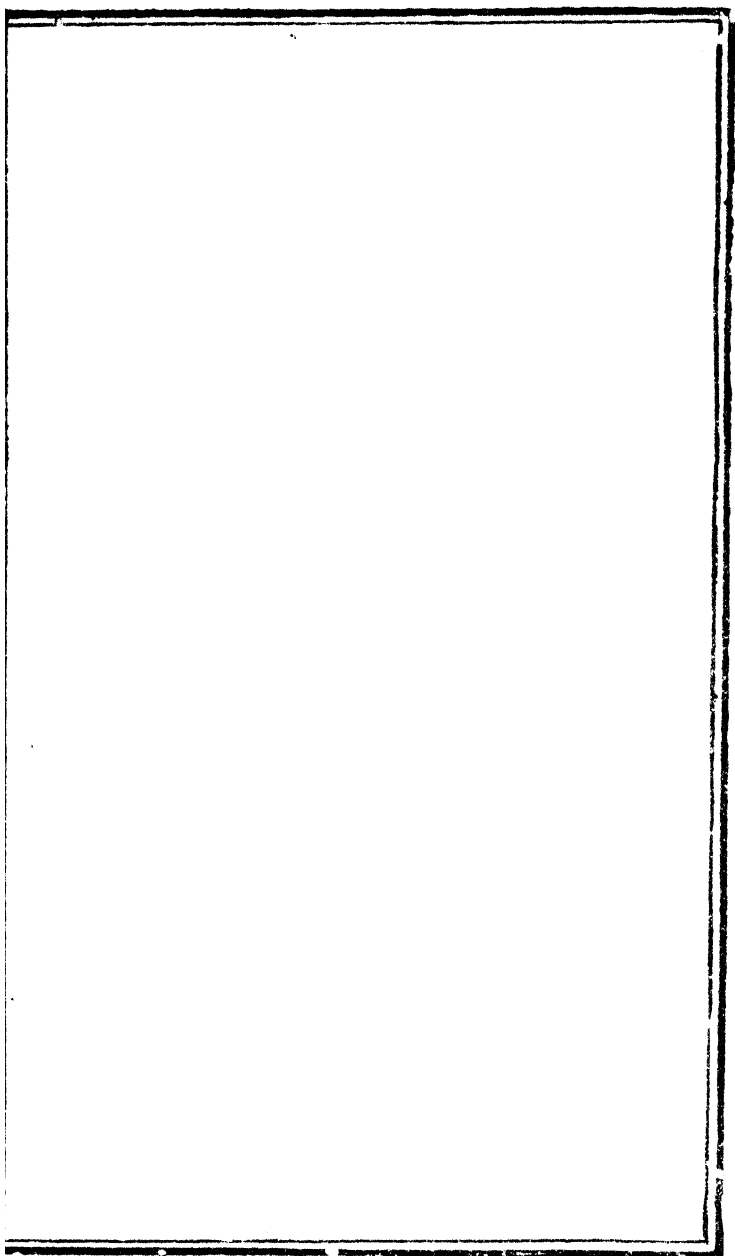
کسی ستائش کی تمنا حاصل کی توقع کے خیال سے ہے۔

بلکہ

محض اس خیال سے ہے کہ میری قوم میں جناب والا علاوہ دیگر اوصافِ حمیدہ فضائل
پسندیدہ کے سب زیادہ علمی معاملات میں دل چسپی رکھتے ہیں۔ پس آپ سے فقر و کم
کے نام نامی کی برکت سے مجھے امید قوی ہے کہ ان اوراقِ پریشان کو قبولیت کا مرتبہ
حاصل ہو گا۔

گرمسبول افتد زہت عرو و شرف

خاکسار محمد سعید احمد مارہروی



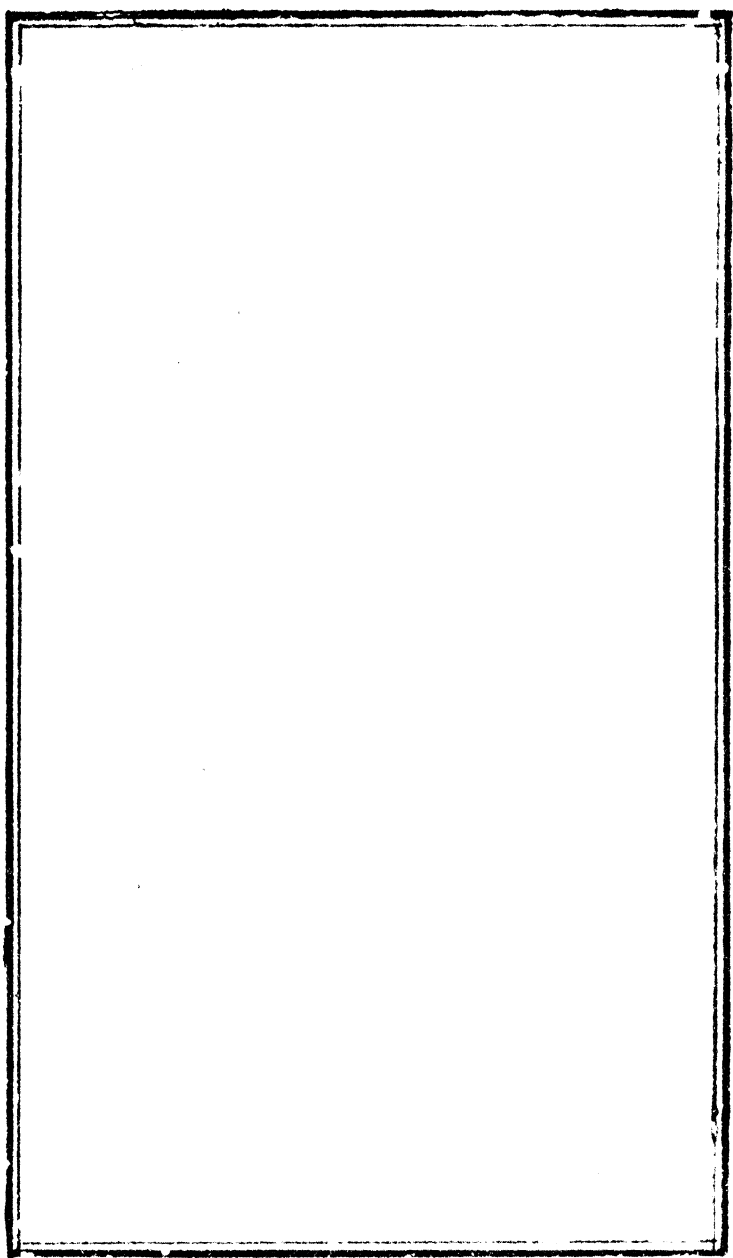
خدا را کفر پرست نامہ یاد
 امیر کہ بر بندہ در مائے معنی کشاد

دیباچہ طبع ثانی

رضخان ۱۳۲۲ ہجری میں حیات شہرہ کو میں نے ایک ماہ کے عرصے میں لکھ کر کے چھپوایا تھا۔ اس وقت کئی کتابیں باوجود تلاش بسیار مجھے دستیاب نہیں ہوئیں تھیں۔

حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے شجر کمال کی شاخیں دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ ان کی سوانح عمری لکھنا کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ محض حسن عقیدت کے جوش نے مجھے اس وشوار گزار راستے پر قدم رکھنے کی ہمت دلائی تھی مگر افسوس کہ بے ہضاعتی کی وجہ سے قدم قدم پر ٹھوکریں کھائیں۔ اور سوانح عمری تو کیا معمولی حالات بھی جمع نہ ہو سکے۔

آندو زبان میں کسی کتاب کا دوبارہ طبع ہونا معراج کمال سے کسی طبع کم نہیں سمجھا جاتا یہی وجہ ہے کہ اب تک طبع ثانی کی نوبت نہیں آئی تھی۔ اب مخدومی شیخ غلام محمد صاحب مینونگ دارلکڑوکیل ٹریڈنگ کمپنی اترک کی توجہ سے اس کتاب کے طبع ثانی کا وقت آیا۔ اس مرتبہ بہت سے جدید حالات اضافہ کئے گئے ہیں جو امید ہے کہ دلچسپی سے دیکھے جائیں گے۔ اس بات کا افسوس رہا کہ اس مرتبہ بھی حضرت امیر خسروؒ کی کئی تصنیفات مثل آئینہ اسکندری۔ دیوان غرۃ الکمال وغیرہ کا کہیں پتہ نہیں ملا ورنہ ممکن تھا کہ ان سے کچھ اور زیادہ سلومات حاصل ہوتی۔ سید مہر دی۔ انورہ۔ مہشبان۔



یافتام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدور ہیں کب ترے وصفوں کی قم کا
حقاکہ خداوند ہے تلوچ و تسلیم کا

سبحان اللہ۔ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ
الا باللہ العلی العظیم۔ سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا ولا معرفۃ
الا ما الوعدتنا انک انت العلیم الحکیم۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر
خلقہ سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و اصحابہ و ازواجہ اجمعین
بوحمتک یا ارحم الراحمین

آج کل اہل یورپ ہر قسم علوم و فنون میں ترقی کرتے ہوئے آسمانِ کمال پر پہنچتے جاتے
جاتے ہیں۔ ان کی علمی قدر وافی کا یہ حال ہے کہ وہ ہزاروں لاکھوں روپے صرف کر کے
صرف اپنے بلکہ دیگر مشرقی لوگوں کے مصنفوں۔ مؤلفوں۔ متناہوں۔ مصوروں اور دیگر
اہل کمال لوگوں کے حالات زندگی نہایت تلاش و جستجو سے ہم پہنچا کر ان کو ہر زبان
بناتے ہیں اور ان سے سبق حاصل کر کے ترقی کے معراجِ کمال پر پہنچتے جاتے ہیں۔
وہ نامور شعرا اور مصنفوں کی یادگاریں قائم کر کے ان کے یادگار کی چیزوں کو نہایت عزت
و افتخار کے ساتھ بطور تبرک بڑے بڑے عجائب خانوں میں رکھتے ہیں۔ ان کے
جامے پیدائش کے نقشے آمار کر ان سے جنتریوں اور کتابوں کے اوراق کو
مزین کرتے ہیں۔ ان کی یادگار میں ان کی پیدائش کے دن سے قائم کرتے
ہیں۔ انگلستان میں وہاں کے مشہور ڈراما نویس ٹیکسپیئر کی پیدائش کے دن
ہر سال میلہ ہوتا ہے۔ جس میں اس فاضل کی وہ چوکی جس پر وہ ایام زندگی

میں بیٹھا کرتا تھا بطور تبرک اور عجیب شے کے پیش کی جاتی ہے اور ہزاروں لوگ دور دور سے اسے دیکھنے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ اسی طرح مدت سے مشہور شاعر عمر خیام کی یادگار میں ایک کلب قائم ہے جس میں اس صاحب کمال کی رباعیات نہایت نوق و شوق سے پڑھی جاتی ہیں اور انگریزی اور یورپ کی دیگر زبانوں میں ان کی رباعیات کے متعدد ترجمے شائع کئے گئے ہیں مشہور و مقبول مصنف لارڈ مکالے کے دس دس جگہ کاٹ پھانسی کئے ہوئے مسودے نہایت اعلیٰ۔ از سے آج تک لندن میوزیم (مجاذب خانہ) میں رکھے ہوئے زیارت گاہ خاص و عام ہیں۔ اسی طرح فریرا (ڈلی کے شمالی حصے میں ایک مقام ہے) کے مشہور مصنف ایرلیٹھ کے آٹھ آٹھ جگہ کاٹے ہوئے مسودے نہایت عروت سے اب تک محفوظ رکھے گئے ہیں۔

برعکس اس کے مسلمان جو آٹھویں صدی ہجری تک علمی سرمایوں پر نہایت توجہ تھے اور جن کے مادی برقی کا یہ ارشاد ہے اذکو و محاسن مونا کلمی نے اپنے مردوں کی خوبیاں بیان کرو۔ آج کل ایسے خواب غفلت میں سوئے ہوئے ہیں کہ کسی طرف توجہ نہیں کرتے اور روز بروز قہر زلالت میں گرتے جاتے ہیں۔ ہماری اس خواب غفلت۔ لاپرواہی۔ خود طلبی سے ہمارے سیکڑوں ہزاروں مشاہیر کے حالات گوشہ گشائی میں ایسے ناپید ہو گئے کہ قیامت تک ان کا پتہ چلنا مشکل ہے بقول شیخ سعدیؒ

بس نامو بیزر میں و من کردہ اند
کز استیش بہدزیں یک نشاں ماند
شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد نہایت دل سوزی سے تحریر فرماتے ہیں۔

میرے دوستو! زندگی کے معنے کھانا۔ مینا۔ چلنا۔ پھرنا۔ سو رہنا۔ اور نہ سے
برے جانا نہیں ہے۔ زندگی کے معنے یہ ہیں کہ صفات خاص کے ساتھ نام کو شہرت

ہو۔ اور اسے بقا سے دوام ہو۔ اب انصاف کرو کیا یہ تھوڑے افسوس کا موقع ہے کہ ہمارے بزرگ خوبیاں ہم پہنچائیں۔ انہیں بقا سے دوام کے سامان ہاتھ آدیں اور اس پر نام کی زندگی سے بھی محروم رہیں۔ ان کے کاموں کا اس گنہگار کے ساتھ صفحہ ہستی سے مٹنا بڑے حیف کی بات ہے۔ جس مرنے پر ان کے اہل و عیال رو وہ مرنے تھا۔ مرنہ حقیقت میں ان باتوں کا مٹنا ہے۔ جس سے ان کے کمال مر جائیگے اور یہ مرنہ حقیقت میں سخت غمناک ہے۔

ہماری اس لاعلمی سے روز بروز بزرگان سلف کی عظمت ہمارے دلوں سے کم ہوتی جاتی ہے۔ ایک انگریزی مصنف کا قول ہے "وہ قوم کبھی آئندہ ترقی کی امید نہ رکھے جس کو اپنی گزشتہ عظمت پر ناز نہیں ہے" بڑے بڑے فضلا کا اس اور اتفاق ہے کہ گزشتہ شاہیر قوم کے کارنامے افسردگان قوم کے دل سے بڑھاتے ہیں۔ گزشتہ مصائب سے نصیحت اور عبرت حاصل کرنا ترقی اور بہبود کی جڑ ہے۔ بزرگوں کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ ہم کو سکھاتے ہیں کہ ہم بھی اپنی زندگی اسی طرح اعلیٰ بنا سکتے ہیں۔ ان کی تصنیفیں تالیفیں ان کی زندہ یادگاریں دنیا میں موجود ہیں اور اگر ہم چاہیں تو ان سے سستہ فیض ہو سکتے ہیں۔

دے شاہ قیام و ذکر سخاوت باقی ست	نہ سہمی نہ فرد ز حق در جہاں باقی ست
نہ طاقت سی و نہ گنج شائگان باقی ست	کجا ست خسرو و پریز جاہ و شوکت او
دے ز فیض سخن حال فغان باقی ست	جہاں و آنچہ در دست جلا و قف فنا ست

کیا یہ افسوس کی بات نہیں تھی کہ ہندوستان کی سب سے بڑی ویسی زبان یعنی اردو میں ہندوستان کے بلبل ہزار داستان فخر الشراۃ علم علماء صاحب اختراع

شاہ نام شاہ غم نام تخت خسرو پرویز نام نام خود اپنے خسرو پرویز

وہیجا درجہ حضرت اہل بیت و آلہ علیہ کے حالات زندگی موجود نہ تھے۔ یہ صاحب کمال جس کا نام نامی آفتاب کی طرح روشن اور جن کی تصنیف تالیف اور کلام سحر و نظام کسی تعریف و توصیف کا محتاج نہیں ہے دامن انسانی کے کمالات کا ایسا اعلیٰ نمونہ تھا جو عام نہیں ہے۔ یہ ہی نہیں کہ وہ ہندوستان کی پرانی ہندو متی عاشقانہ شاعری کے دیوار کے ایک اعلیٰ رکن تھے۔ نہ صرف انہوں نے حسن و عشق ہی کے میدان میں کمال دکھایا ہے بلکہ کمالات انسانی کے ہر میدان میں قدم مارا ہے۔ ان کی تصنیف و تالیف اور حالات زندگی طالبان نصیحت کے لئے ناسخ مشفق۔ اہل نظر کے لئے بصیرت۔ غافلوں کے لئے خواب غفلت سے بیدار کرنے کا آلہ۔ مرد و دلوں میں جان ڈالنے کے لئے دم عیسے سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ اس باکمال کی سوا شعری میں جو علمی اور اخلاقی خوبیوں سے مرصع ہے یہ امر بھی نہایت دلچسپ ہے کہ اقلیم تصنیف و تالیف میں ہماری زبان اردو کی عايشان عمارت کا بنیادی پتہ اسی صاحب کمال کے مبارک ہاتھ سے رکھا گیا تھا۔

میں ان پر آمندہ اوراق میں اس برگزیدہ روزگار کے یہ نامکمل حالات پیش کرتا ہوں اور سچے دل سے افراتر کہتا ہوں کہ یہی علمی استعداد ہرگز اس قابل نہیں کہ ایسے باکمال کے کمالات کا حال لکھ سکوں۔ نہ میں شاعر ہوں کہ ان کے نکات شاعری کا اظہار کر سکوں۔ محض جوش و شغف عقیدت میں مجذوب کی بڑی طرح یہ حالات لکھ رہے ہیں ورنہ ان کے اوصاف و کمال کا حال وہی لکھ سکتا ہے جو دیباہی صاحب کمال جو

س

ہو جو اس حبیب تو ضعف اسکا کھے آج اس حبیب گم پدا کہاں
قدردان ناظرین کی خدمت میں بعد عجز التماس ہے کہ کوئی مضمون کوئی کتاب
کوئی علم ایک مصنف یا مولف کے بیان میں محصور نہیں ہو سکتا اور کتب مایع کا

اختلاف بھی ماہرین فن تاریخ پر بخوبی ظاہر ہے پس اگر اس ناچیز کتاب میں کوئی غلطی اور خطا ملاحظہ فرمائیں تو اس کو دامن عضوئیں چھپا کر ازراہ ہمدردی مطلع فرمائیں اور اس خاکسار کو بخشش نماز فرمائیں بقول شیخ سعدی علیہ الرحمۃ
تو نیز اردبی بیسی اندر سخن بخلق جہاں آئینہ میں کارکن

اور جن صاحبوں کو کوئی مضمون پسند آوے تو اسے محض تائید الہی سمجھ کر شکر خداوند قدیر کا بجالاویں اور مجھ گنہگار عاجز و شرمسار کے حق میں دعا سے خیر اور سلامتی ایمان کی فرمائیں۔ **کہ با علی**

از سطر حق پذیر ایراں یک فاتحہ التماس دادم
سماکار شکستہ بر آید اس دامن شاں کے گذارم
اب میں نہایت صدق دل سے اپنے محترم جناب مولوی محمد وارث علی صاحب
سابق اویہ اخبار اسلام اگر صاحب شمس التواریخ و سائنس کا بلا وغیرہ کا جن کی ادنیٰ
توبہ سے بقول حضرت ابراہیم خرم سے

شمس من یافتہ ضعیف از دوس مس من گشتہ کبریا از دوس

اور جناب مولوی محمد معین الدین صاحب اکبر آبادی سرشت دار فکلامی مقتدا اور
جناب منشی محمد طہ صاحب مارہروی اور جناب منشی محمد عابد علی صاحب انجمنی اور
جناب منشی محمد عزیز الدین صاحب فتحپوری کی اس امداد کا جو انہوں نے اس کتاب
کی تکمیل میں مجھے وہی ہے تیرے دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور

بارگاہ خداوندہ تقدیر میں دست بدعا ہوں

کہ اس ناچیز کتاب کو قبول عام کا درجہ نصیب ہو اور اس کے پڑھنے، سننے والوں کو سعادت وارین حاصل ہو۔ آمین واخو فی الاموی الی اللہ ان اللہ یمیز
بالعبادہ

بندہ گنگواییدہ حضرت پروردگار
محمد سعید احمد ابن مولی محمد سلطان احمد ساکن مارہہ ضلع اٹک
مالک بخندہ اگرہ داوودہ

یکم رمضان ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۰ - نومبر ۱۹۰۳ء

فہرست مضامین حیاتِ خسرو

نمبر شمار	مضمون
۱	باب اول - بزرگ - پیدائش بچپن کے حالات
۲	سلطان شمس الدین التمش (نوٹ)
۳	نواب غلام الملک نانا ایرخسرو (نوٹ)
۴	خواجہ شمس الدین خوازمی (نوٹ)
۵	باب دوم - ایرخسرو کا میرو
۶	حضرت بوعلی شاد قلندر سے ملاقات
۷	مرقع الفت
۸	باب سوم - کمراسے شاہی اور سلاطین محمد کی ملازمت
۹	غیاث الدین بلبن (نوٹ)
۱۰	شیخ سعدی اور ایرخسرو
۱۱	ایرخسرو کا قیام بوجانا
۱۲	مرثیہ سلطان محمد
۱۳	سلطان سراج الدین کی تباہی (نوٹ)
۱۴	جلال الدین فیروز شاہ (نوٹ)
۱۵	مرثیہ اختیار الدین کاغشاں

نمبر شمار	مضمون
۱۶	• بدو عسید مولیٰ
۱۷	• علاؤ الدین خلجی (نوٹ)
۱۸	• قطب الدین بہارک شاہ (نوٹ)
۱۹	• ششوی نہ سپہر کا صلہ
۲۰	• غیاث الدین تغلق (نوٹ)
۲۱	• باب چارم وفات
۲۲	• مقبرہ
۲۳	• مذہب و ریاضت
۲۴	• اخلاق و عادات
۲۵	• حاضر جوابی اور خوش اخلاقی
۲۶	• اولاد
۲۷	• باب پنجم ایجاد و اختراع
۲۸	• فن موسیقی
۲۹	• گیت
۳۰	• ستار
۳۱	• مسلمانوں میں بسنت
۳۲	• باب پنجم قوالی
۳۳	• ایک گویے اور میر خیر درم کا دلچسپ مکالمہ

مضمون	نمبر شمار
باب پنجم رتقہ معلوم موسیقی	۳۴
زبان اردو اور میرنہرو	۱۵
پہیلیاں - کونیاں - نعل - ٹوہکوسلا - دوستی	۳۶
غزل ہندی و فارسی	۳۷
اسیادات متعلق انشا پر وازی نعمت	۳۸
باب ششم علمیت اور تصنیفات	۳۹
سنسکرت وانی (نوٹ)	۴۰
فہرست تصنیفات	۴۱
شترتی کتب موجودہ کتب خانے کے یورپ (نوٹ)	۴۲
مثنوی قرآن السعیدین	۴۳
پنج گنج خسرو	۴۴
مرزا ابوسعید مرزا الف بیک (نوٹ)	۴۵
مطلع الانوار	۴۶
خسرو شیریں	۴۷
یلمی عجوز	۴۸
آئینہ اسکندری دہشت بہشت	۴۹
خضر نامہ	۵۰
مثنوی نہ سپہر	۵۱
تعلق نامہ	۵۲

نمبر شمار	مضمون
۵۲	باب ششم خزان الفنون
۵۴	انشاء خسرو
۵۵	البحر النور
۵۶	افضل الفتاویٰ و راحت المبین
۵۷	خالق باری
۵۸	مقالہ و جواب البحر
۵۹	قصہ چہار درویش
۶۰	دوران تہذیب الصغر - وسعہ الحیات - غرۃ الکمال - بقیہ نقیہ
۶۱	نظم کی مختلف تاریخ از خشت و کے عمدت تک
۶۲	ایضاً خسرو کے کلام پر اس
۶۳	انتخاب کلام
۶۴	ہندی کلام
۶۵	باب ہفتم شعرائے عمدہ - ایضاً حسن و ملوی
۶۶	ملک سعد الدین منطقی و عبید
۶۷	تقاضی موبیث
۶۸	خاتمہ کتاب
۶۹	ضمیمہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمہ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	زبان	مطبوعه یا تلمی
۱	شعوی قرآن الدین	حضرت امیر خسرو دہلوی	فارسی	مطبوعه مطبع نشی و کشتو
۲	مطلع الانوار	"	"	"
۳	بشت بہشت	"	"	"
۴	بیلی مجنوں	"	"	"
۵	غفرنا مریا خضر خان	"	"	تلمی ہو جو در کتب خانہ
۶	دولانی	"	"	بے پور
۷	خیالات خسرو و یار و یار	"	"	"
۸	معارف الفنون و تاریخ علمی	"	"	"
۹	رہ مال نا عجزا زہار	"	"	مطبوعه مطبع نشی و کشتو
۱۰	خسروی	"	"	"
۱۱	خسرو خسرو	"	"	"
۱۲	لغویات و اصطلاحات	میرزا محمد رفیع الدین نظام محمد خان بریل	اردو	مطبوعه مسلمان چھپو
۱۳	تذکرہ معاشکہ اور	حاجی لطیف طیفان آذر	فارسی	مطبوعه انجمن پرستش
۱۴	تذکرہ دولت شاہ	دولت شاہ بن محمد و تختی شامی	"	مطبوعه
۱۵	دولت الخیر	شیرین خان	"	تلمی
۱۶	خوار و عار	علاء الدین علی آزاد و بکرامی	"	مطبوعه مطبع نشی و کشتو
۱۷	کلمات الفقرا	محمد افضل رشتی	"	تلمی
۱۸	شعری نمونہ	غلام محمد صدیقی حسن خان رور	"	مطبوعه مطبع نشی و کشتو
۱۹	دولتستان سخن	مسعود الرحمن	"	"
۲۰	چند ویدی	شیخ علی امیر	"	تلمی
۲۱	سیرت النبی	میرزا محمد رفیع الدین نظام محمد خان بریل	اردو	مطبوعه مطبع نشی و کشتو
۲۲	سفینۃ الاولیاء	شاد دہ خوار و عار	"	"

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	زبان	مطبوعه یا قلمی
۲۱	سیر الاولیا	مولانا سید محمد مبارک العلوی الکوہاوی	فارسی	مطبوعه مطبع حیدرآباد دکن
۲۲	مونس الارواح	شاهزادی جهان آرا بیگم	"	قلمی
۲۳	تذکرۃ الاولیاء	امیر حسن غلام شجر علی دہلوی ترجمہ علامہ غلام غفران خان	اردو	سورپریس
۲۴	نوائے الضواء	مولوی محمد رفیع الدین بدایونی	"	مسلم پریس جھنگ
۲۵	تذکرۃ الواصلین	"	"	مطبوعه مطبع دکنیہ کراچی
۲۶	تذکرۃ الکاملین	بابورام چند	"	مطبوعه مطبع مظلوم دکنی
۲۷	مطلع العلوم	منشی واجد علی خاں	فارسی	مطبوعه مطبع نوری نادر
۲۸	آب حیح و شہد	امام ابو القاسم فرشتہ	"	"
۲۹	منتخب تاریخ	امام عبد القادر بدایونی	"	"
۳۰	بہارستان جامی	مولانا جامی	"	"
۳۱	نفحات الانس	ایضاً	"	"
۳۲	تاریخ جدید	خادم علی فاروقی	اردو	"
۳۳	تذکرۃ آب حیات	شمس العلماء مولانا محمد حسین آزاد	"	مطبوعه مطبع حیدرآباد دکن
۳۴	تاریخ ہندوستان	شمس العلماء مولوی محمد اکابر خان بہاؤ	"	مطبوعه دکنی
۳۵	تاریخ قزوین شاہی	مولانا حبیب الدین برنی	فارسی	مطبوعه ایستادہ کلاں کلاں
۳۶	ابوشامہ	امام عبد الحمید لاہوری	"	"
۳۷	سیر المتأخرین	پیر غلام حسین	"	"
۳۸	تذکرۃ جمالیگری	شہنشاہ جمالیگری	"	مطبوعه علیگڑھ
۳۹	ادب و فن	امام حسن - ولیم بیل	انگریزی	مطبوعه کلکتہ
۴۰	تاریخ ہند	سرجان لیت	"	"
۴۱	فتویٰ زہد	امیر خسرو	فارسی	قلمی
۴۲	سحر و جادو	حسین علی خاں عظیم آبادی	"	"
۴۳	ایضاً	مولانا محمد علی اشرفی	اردو	مطبوعه لاہور
۴۴	نقشہ التواریخ	امام حسن - ولیم بیل	فارسی	کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
باب اول

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے بزرگ پیائش

اور بچپن کے حالات

سنہ ہجری کی ساتویں صدی کے شروع میں جبکہ خلیفہ خانیہ ملوں کے
ظلم و ستم اور کشت و خون کے سیلاب نے اسلامی دنیا کو تہ و بالا کر رکھا تھا اور اس
خوشنواز انقلاب سے بچنے کے واسطے سیکڑوں ہزاروں اعلیٰ و ادنیٰ اسلامی
خاندان اپنے پیارے ہم وطن املاک کو خیر باد کہہ کر نہایت پریشانی اور بدو اسی

تے بھاگتے پھرتے تھے۔ ترکوں کے ایک نامی سردار امیر سیف الدین محمود نے سرزمین ہند میں قدم رکھا اور قصبہ موئن آباد میں جو اب پٹیالی کے نام سے موسوم اور ضلع ایبہ میں گنگا کے کنارے واقع ہے سکونت اختیار کی۔

اس زمانہ میں ترک سکونت اور تبدیل وطن کرنا بہت دشوار اور ناممکن امر خیال کیا جاتا ہے لیکن جس زمانہ میں کہ مسلمانوں کے اقبال کا آفتاب نصف النہار پر چمک رہا تھا اور ان کی سلطنت کا پھیر ایشیا اور افریقہ کے بہت سے ملکوں اور بعض حصص یورپ پر لہرا رہا تھا وہ ایک ملک کے دوسرے ملک میں تبدیل وطن کرنا ایسا ہی آسان سمجھتے تھے کہ جیسے آج ہم و خانی آجین کے بدولت ہندوستان میں ایک مقام سے دوسرے مقام پر جانا آسان سمجھتے ہیں۔

امیر سیف الدین محمود کے حالات صرف اس قدر معلوم ہیں کہ وہ ترکوں کے قبیلے لاجپن کے سردار اور امرائے ہزارہ بلخ سے تھے اور قریش کے اطراف میں رہتے تھے۔

اس امر کا پتہ نہیں چلتا کہ ہندوستان کو امیر سیف الدین محمود کی میزبانی کا مخز مغلوں کے ظلم و ستم کی وجہ سے حاصل ہوا یا اس جنت نشان کی سرسبزی و زرخیزی اور مہمان نوازی کی عظیم شان شہرت نے اپنی کشش مقناطیسی سے اس صاحب کمال کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ بہر حال جو کچھ وجہ ہو۔ ہندوستان نے اپنے عزیز مہمان کو سر آنکھوں پر لے کر نصیب کی یادری سے شاہی دربار تک پہنچا دیا۔ دہلی کے تخت پر اس وقت سلطان

شمس الدین التمش رونق افروز تھا۔ اس قدروان اور کمال پرور سلطان نے
امیر سیف الدین محمود کی خدا واد قابلیت اور سپندیدہ اوصاف کو دیکھ کر بہت
جلد اپنے امراء کی سلک میں منسلک فرمایا +

امیر سیف الدین محمود نے ہندوستان میں نواب عماد الملک کے کی دختر
نیک اختر سے جو علم و فضل سے موصوف اور زیور صلاح و تقویٰ سے آراستہ
و پیراستہ تھیں شادی کی۔ اور اس غنیغہ کے بطن سے اول اعز الدین
خلی شاہ اور ان کے بعد حسام الدین احمد پیدا ہوئے۔ اور ^{۵۳} ۱۲۵۵ء میں مقام
پٹیالی اس صاحب کمال نے عالم ارواح سے کشور اجام میں قدم رکھا
جسے علم و فضل کے عالیشان و بار سے خمر و اقلیم سخن کا خطاب عطا ہوا اور

۱۲۵۵ء سلطان شمس الدین التمش دہلی کے نیک نام بادشاہوں میں شمار ہوتا ہے ہندوستان میں اس سے
پہلے اسی با عظمت بادشاہ کے واسطے ^{۱۲۲۵} ۱۲۲۵ء ہجری میں عباس خلیفہ نے مصر سے غلت اور اقباق صیبا
تھیں اس کی خوشی میں بادشاہ نے تمام شہر میں آرائش کی اور عجب جشن منائے ^{۱۲۱۱} ۱۲۱۱ء میں بادشاہ
نشین ہوا اور ^{۱۲۳۳} ۱۲۳۳ء کو وفات پائی +

۱۲۳۳ء نواب عماد الملک فضل کامل کچھ جامع اکمالیات بزرگ تھے۔ ان کا شمار اولیاء اللہ میں ہوتا ہے کالات
صوری ہمنوی کے ساتھ لاریت خاندانی کا بھی جہم رکھتے تھے۔ یہ خیرہ و رحمہ امدلیہ نے اپنی صفت و ریاچہ
دیوان فرقہ اکمال میں تحریر فرمائی ہے۔ یہ کائنات دہلی قدیم میں مٹھی دروازے کے قریب تھا۔ حضرت
سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے بعد ازیں اور من کے اول اسی مکان کے قریب بنیام فرمایا تھا۔ یہ قریب
اب دھماکہ حضرت غلبہ کے قریب بی بی نور کے قبرہ کے متصل واقع ہے +

۱۲۳۳ء امیر خسرو کے سپیدائش میں مغروں نے اخذ کیا ہے لیکن امیر خسرو و مران السیدین میں ^{۱۲۳۳} ۱۲۳۳ء
کی تصنیف ہے اپنی علوم و بریں تہذیب میں جسکے حساب سے ^{۱۲۳۳} ۱۲۳۳ء صحیح لکھے ہیں۔ یہ آخر تاریخ زجرت گذشتہ
دوسرے شش صد ہشتاد و ہشت + سال سن بروز اگر برسی + راست گو یہ پریشکش بود کی د

اس کی فصاحت و بلاغت تصنیف و تالیف نے اس کو بقا سے دوام کے
دربار میں معزز جبکہ عطا فرمائی ۔

امیر سیریف الدین محمود نے اپنے نومو لو فرزند کا نام ابو الحسن رکھا جو اس
خسر و تعلیم سخن کے تخلص خسرو کے آگے مشہور نہ ہوا البتہ خاندانی خطاب کا
مخوش خاطرہ مزین کر کے امیر خسرو کو دیا گیا ۔

منقول ہے کہ امیر سیریف الدین محمود کے مکان کے قریب ایک مجذوب
صاحب حال رہتے تھے جس وقت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ آپ آنکھوں
ایک پکڑے میں لپیٹ کر ان مجذوب کی خدمت میں لے گئے۔ امیر خسرو رحمۃ اللہ
علیہ کو دیکھتے ہی ان مجذوب نے فرمایا کہ یہ اڑ کا عارف باللہ اور نیکانہ روزگار
ہوگا قیامت تک اس کا نام یاد رکھتے گا۔ اور دو قدم خاقانی سے آگے
بڑھ جائے گا۔ اس کے بعد عادی کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہر دل عزیز کرے
چار برس کی عمر تک امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت ناز و نعمت سے

پیشانی میں پرورش پائی۔ اس کے بعد اپنے والد ماجد کے ہمراہ دہلی تشریف
لائے۔ ان کے بچپن اور تعلیم و تربیت کے حالات صرف اس قدر معلوم
ہوئے ہیں کہ آٹھ برس کی عمر تک اپنے باپ اور بھائیوں کی صحبت میں
جو زیور علم اور لباس فضل و کمال سے آراستہ اور صفات حمیدہ سے موصوف
تھے تحصیل علم و کمال کرتے رہے۔ جب نویں برس میں قدم رکھا۔ شفقت
پردی کا مبارک سایہ سر سے اٹھ گیا یعنی امیر سیریف الدین محمود نے جن کی
عمر اس وقت سچاٹھی برس کی تھی کسی لڑائی میں کفار کے ہاتھ سے شہادت
پائی ۔

ہی نوع انسان کے وہ افراد جنہیں صانع قدرت صفت کمال سے
موصوف کرتا ہے ابتدا سے عمر ہی سے اپنے انبیا جنس سے صاف الگ نظر آتے
ہیں۔ ہندی میں مثل مشہور ہے۔ "ہو نہا بر واکے چلنے چلنے پات"۔ چنانچہ امیر
خسروؒ کی رسائی دہن اور طبعیت کی بڑا قی کا اس عمر ہی میں یہ حال تھا کہ
جس وقت انہیں اپنے والد ماجد کی شہادت کا حال معلوم ہوا ان کے مرثیہ
میں فوراً یہ بیت موزوں کی ہے۔

سیف از سرم گذشت و دل من دویم ماند

دیباہ ماروان شد و در سیتیم ماند

امیر سیف الدین محمود کی شہادت کے بعد ان کے بڑے بیٹے، امیر الدین علیشا
ہ ان کے قائم مقام ہوئے۔ لیکن امیر خسروؒ کی تعلیم و تربیت ان کے صاحب
کمال نانا نواب علاء الملک نے جن کی عمر اس وقت ایک سو تیرہ برس کی تھی نہایت
شفقت سے اپنے ہاتھ میں لی اور اس قدر توجہ اور التفات آپ کی طرف مبذول
فرمائی کہ بہت تھوڑی مدت میں انہوں نے جملہ علوم عقلی و نقلی میں جو اس
عہد میں مروج تھے سند فضیلت حاصل کی۔ اور فضلاء عہد میں شمار ہونے لگے۔
حضرت امیر خسروؒ نے اپنے پہلے دیوان تحفۃ الصغر کے دیباچہ میں اپنی
ابتدائی شاعری کے دلچسپ حالات لکھے ہیں جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔
"بندہ خسروؒ عن پرواز ہے کہ غنایت ایزدی سے میں نے بارہ برس کی عمر میں
بیت و رباعی کوئی شروع کی۔ فضلاء اور بقاء روزگار ان کو سن کر تعجب کرتے
تھے۔ ان کے تعجب سے میرا شوق ابھرتا تھا۔ وہ بزرگ میری قابلیت کو یہ کہ
ترغیب دیتے تھے۔ میرا یہ عالم تھا کہ کثرت شوق کے اثر سے شام سے صبح
تک چراغ کے سامنے مثل قلم سرنگون رہتا تھا اور رات کو مطالعہ میں مصروف

یہاں تک کہ نظر میں وقت پیدا ہوئی۔ اور کلام کی باریکیاں خیال میں آنے لگیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی تھا کہ ایسا جس میری طبیعت کا امتحان لیتے تھے۔ امتحان سے میرا دل گرماتا تھا۔ اور دل کی گرمی زبان میں روانی پیدا کرتی تھی۔ اس وقت تک کوئی استاد نہ ملا تھا جو دقیق کی راہ بتاتا۔ قلم کو بے راہ روی سے روکتا۔ نکالیں کو دور کر کے کمال کا جلوہ دکھاتا۔ پس میں نو آموز طوطی کی طرح اپنے ہی نیال کے آنے کے سامنے بیٹھا بیٹھا شوق سخن کرتا تھا۔ اور سخن سمجھ سیکھتا تھا۔ اسی طرح آہن دل کی جھیل گرمی اپنی ہی قوت بازو سے کرتا رہا۔ استادوں کی تصانیف کا مطالعہ ہمیشہ کرتا تھا۔ حتیٰ کہ مذاق لطیف کلام ذوق سخن سے آشنا ہوا۔ انوری رسائی کا کلام دیکھتا اور فہم کو روشنی پہنچاتا۔ جو عمدہ نظم نظر آتی اس کا جواب لکھتا۔ جس دیوان کا مطالعہ کرتا اسی کے انداز پر شعر لکھتا۔ ایک عرصے تک خاقانی کے دامن دولت سے لٹا رہا۔ جو الفاظ اس کے کلام میں معلق تھے ان کی تعلیق کی (یعنی نوٹ لکھے) اگرچہ معلق اشار کو مل کرتا تھا تاہم مقتضائے نوعمری کا حقہ حقایق کلام واضح نہیں ہوتے تھے ہر چند میری بہت آسماں پایا تھی لیکن استاد کے کلام کا پایہ اتنا بلند تھا کہ میرے فہم کی رسائی وہاں تک نہیں ہوتی تھی۔ بایں ہمہ عاقبتہ الامر استاد کی پروی سے طبیعت بڑھنے لگی چونکہ میرے کلام کا کوئی خاص مزج نہ تھا ہر استاد کے رنگ میں کہتا تھا۔ اس لیے اس مجبور میں تھوڑے اور تباہین سب کا رنگ موجود ہے۔

حاصل کلام میرے والد نے تحصیل علم کے واسطے مجھے مکتب میں بٹھایا یہاں یہ حال تھا کہ قافیہ کی تحریر تھی میرے استاد مولانا سعد الدین خطاط مشق خط کی تاکید کرتے تھے میں اپنی ہی دھن میں تھا۔ وہ پیچھے پڑے لگاتے تھے مجھ کو زلف و

نال کا سودا تھا اتہا یہ کہ اسی سن میں وہ شعر و غزل کہنے لگا جس کو سن کر بزرگوں
کہ حیرت ہوتی تھی +

ایک مرتبہ صبح کے وقت میرے استاد کو خواجہ امیل نائب کو توال نے خط
لکھنے کے واسطے بلایا۔ میں دو ات قلم لے کر ہمراہ ہوا اس عزیز کے گھر میں خواجہ
عزیز الدین کا لوگھاتی نظر بند تھے۔ خواجہ موصوف عالم متبحر اور دیباے سخن کے شہسوار
تھے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو وہ مطالعہ کتاب میں مصروف تھے۔ اثنائے مطالعہ میں
جب وہ کسی مضمون پر گھٹتا گو کرتے تھے تو ان کے منہ سے موقی جھڑتے اور جواہر
ابد ازبان سے نکلتے۔ میرے استاد نے ان سے کہا کہ یہ میرا فرماشاگرد اس بچپن
میں نظم کا بیج شائق ہے۔ شعر و جتا بھی خوب ہے۔ کتاب اس کو دیر تھان لیجئے۔
خواجہ عزیز نے فوراً کتاب مجھ کو دے کر سنانے کی فرمائش کی۔ میں نے اشعار ترنم
امیز لہجہ میں پڑھنے شروع کئے۔ اس کے اثر سے آنکھیں پرہم ہو گئیں۔ ہر طرف
سے تحسین کی آواز آنے لگی۔ پھر میرے استاد نے کہا کہ اب پڑھنا سن لیا کوئی بیت
پیش کر کے جودت طبع کی آزمائش کیجئے۔ خواجہ موصوف نے چار غیر متناسب چڑوں
کہے نام لے کر کہا کہ ان کو نظم میں موزوں کرو۔ وہ نام تو۔ بیچہ۔ خربزہ۔ تیر۔ تھے۔
میں نے اسی جلسہ میں یہ رباعی موزوں کر کے سنائی۔

ہرگز کدور و زلزلت آن صتم است	صد بیغہ عنبریں براں تو صتم است
چوں تیر بلب راس لوش رازیراکہ	چوں خربزہ و فداش ودون صتم است

جس وقت میں نے یہ رباعی پڑھی خواجہ نے بہت ہی آفرین فرمائی اور نام پوچھا۔ میں نے
کہا غصہ و باپ کا نام پوچھا۔ میں نے کہا لاچہین :- کہا لاچہین توک خطا ہے۔ میں نے
جواب دیا کہ جھٹلا ترک ہے۔ دریافت کیا کہ تم درم خرید و ناصری (اشارہ بجان سلطان
ناصر الدین) ہو عرض کی سلطانی شبی (اشارہ بجان سلطان شمس الدین شمس)

ہوں و سلطانی اشرفی کو کہتے تھے۔ درم خریدہ کی کسی رعایت ہے (فرمایا کہ چونکہ تمہاری نسبت سلطانی ہے لہذا سلطانی اپنا تخلص رکھو۔ اس کے بعد بہت سی باتیں پر دل بڑھانے کی کیں اور فن کے متعلق بہت سی دقیق باتیں یقین فرمائیں جن کو میں دل میں رکھتا گیا اس روز سے میں نے اپنا تخلص سلطانی رکھا۔ اس دیوان میں یہ سکہ بہت رائج ہے۔ اس کے بعد باریک مضامین کے پیچھے پڑا رہا۔
 امیر خسرو کی استادوی کا فخر خواجہ شمس الدین خوارزمی کو بھی اس لحاظ سے

لے از انتخاب غزن در جہ مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی

نہ خواجہ شمس الدین خوارزمی ماضی تہجد و علمائے کبار سے تھے اور شاہوی میں بھی کمال رکھتے تھے۔

سلطان ناصر الدین محمود شاہ کے عہد ۱۲۳۳ھ لغایت ۱۲۹۶ھ کے سب سے بڑے علم و ادب و شہرہ و تھے۔ سلطان غیاث الدین بلبن نے اپنے عہد کے اخیر زمانے میں ان کو شمس الملک کا خطاب عطا فرما کر اور صوبہ بنگال کا امیر مقرر کر کے اپنے بیٹے نصیر الدین ابراہاں کے پاس بھیج دیا تھا۔

تاج الدین سنگرنہ نے ان کی مع میں فرمایا ہے۔

ششما گون بکا مدد دل دوستیاں شدی فرماں وچ ملک ہندوستان شدی

قبل محرم سلطانی کے یہ طلباء کے درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے اور ایک حجرہ مطالعہ خاص کے توسط سے نفوس کر رکھا تھا جن میں شاگرد خاص جو صاحب ہمت و ہوتے تھے وہ اس حجرہ میں مولفہ سنی پڑھتے تھے بقیہ شاگرد باہر قیام پاتے تھے۔ جس سے بڑے بزرگ اور اولیاء و قدس حضرت سلطان الشائع رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی القضاۃ امیر غازی خان الدین عبدالباقی کی استادوی کا فخر آپ کو حاصل تھا۔ فخر کے طور پر آپ کے اس نفوس تصدیق سے جو سلطان ناصر الدین محمود کی مع میں لکھا ہے چند شعر مرقع کئے جاتے ہیں۔

ایں ہمہ کار و علم از قوبہ نادانے خام دادہ دوستیں را وعدہ ہمانی خام

چننے کردم ہر شب چشم نہ استم کاں طبع بود ازاں گزردے دانی خام

حاصل ہے کہ انہوں نے آپ کی مشہور تصنیف پنج گنج کی اصلاح فرمائی ہے۔ دیوان
معرۃ الکمال کے دیباچہ اور پنج گنج کے آخری گنج میں شنیٰ ہشت بہشت میں
حضرت امیر خسروؒ نے آپ کے علم و فضل کی بہت کچھ تعریف کر کے ان کی شہادتی
کا اعتراف کیا ہے جس کے چند اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں ۛ
رحم و فضل کی تعریف و توصیف کے بعد تحریر فرماتے ہیں (

نور دل چوں بر عالم افگندہ	سایہ بر کار من ہم افگندہ
من بد و عرصہ کردہ نامہ خویش	اوبہ اصلاح را مذ خانہ خویش
دیدم بختہ را رستم پر رستم	پنج بر خود نہاد منت ہم
ایں دقائی کہ شد ز غرش پوست	موبو شعر بسینہ کردہ دوست
شمع من یافتہ ضیاء از وس	مس من گشتہ کیمیا از وس
ہر چہ او گفت من نہادم گوش	بر کشیدم گیس ز شربت نوش
دانچہ خود و من بختہم پے	عیب آن بر من مت نے برے
صمد ہزار آفریں برآں دل پاک	کہ بر دل بروں چمن خاشاک
آنچہ او دید بس نہایت دید	خس و خارے ز گشتہ بر چید
یارب اوں پنج نامہ من	برو بروں خطائے نامہ من

نامہ او کہ حرز جانش باد
در قیامت خطہ انارش باد

شاہ محمود شہ سلطانی کراؤں سے پر	دیکھ دو کار ویش میت سلطانی حنام
خضر شمس و پرست تو ی بختہ سخن	نیت چوں و قزیاں سوختہ دیوانی خام
ہست او بختہ شورش جو بختہ و نیست	سخن چوں سخن بختہ خاتانی خام
بختہ کردست فلک بہر تو ملکست یارب	بختہ او بہر کم باز نہ گردانی خام

باب دوم

امیر خسروؒ کا حضرت سلطان المشائخؒ کا مرید ہو کر صوفیان
صافی دل کے زمرے میں شریک ہونا اور اس کے متعلق
دیگر حالات۔ اور عشق و محبت کا لچپٹ و لفرب مرقع
جب امیر خسروؒ علم و فضل کے کمالات ظاہری سے فیضیاب ہو چکے تو فرشتہ
حقیقت یعنی کمالات باطنی کے حصول کا شوق و انگیزہ ہو اس وقت دہلی میں
حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت و ارشاد کا بازار گرم تھا اور ان کے
انفاس متبرکہ سے فیض و برکت کے چشمے جاری تھے۔ جس سے ایک عالم
سیراب ہو رہا تھا۔ امیر خسروؒ بھی نہایت صدق دل سے حضرت سلطان المشائخ
رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے چشم بصیرت سے
ان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ تیری پیشانی سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے گلشن ولایت
سے تجھے نصیب پہنچے گا۔ یہ سنکر امیر خسروؒ رحمۃ اللہ علیہ فوراً شرف بیعت حضرت

سلطان المشائخؒ سے مرا حضرت محبوب الہی نظام الدین محمدؒ دیوبندؒ سے ہے۔
کل کتاب میں جہاں لفظ سلطان المشائخؒ آیا ہے آپ ہی کی ذات و الامصفت سے مراد ہے۔
آپ کا عطر عالِ ضمیر میں تحریر کیا گیا ہے ۱۲

سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے شرف ہو کر زمرہ مریدان جاں نثار میں شامل ہو کر
ایر خسر درجہ خود فرماتے ہیں ۵

مردہ بے سر پٹمہ حیواں رسید	کالبہ سوختہ بر جاں رسید
شد زول تیرہ سن نور ہیں	کار شناس از نظر دور ہیں
علت بیماریہ قارورہ در	دیدہ زرم بابتہ کورہ در
اکت نصے رسد از گلشنم	گفت زیمائے تو شد روشنم

حلقہ مریدان جاں نثار میں شامل ہو کر ایر خسر درجہ نے اس قدر ریاضات ساقیہ
فرمائیں کہ حضرت سلطان المشائخ رحم کی توجہ سب مریدوں سے زیادہ انکی
طرف مبذول ہوئی۔ اور انہوں نے اپنے اخلاص اور اعتقاد سے بہت
جلہ حضرت کی خدمت میں ایسی عروت و منزلت حاصل کی کہ کسی دوسرے
مرید کو مبتدئ نہ ہوتی +

شاہزادی جہاں آرا بیگم بنت شہنشاہ شاہ جہاں سے کتاب ہنس الارواح

۱۵۔ بعض ہرگوں نے لکھا ہے کہ ۱۱۶۷ھ میں جب سلطان معز الدین قیساوانے موضع کبلو
مکہ میں جو متصل غیاث پور جاے قیام حضرت سلطان المشائخ رحم کے قریب تھا۔ قصر
شاہی اور قلعہ تعمیر کرایا اور شہر آباد کر کے جامع مسجد بنائی اس وقت سے ایک ابنوہ کثیر اول
کہ حضرت سلطان المشائخ رحم کے پاس آئے لگا اور اسی زمانہ میں امیر سیف الدین لاچین
مع اپنے لوگوں اور الدین علی شاہ اور حسام الدین اور ابو الحسن (خرو) کے حضرت کے
مرید ہوئے اور اس وقت ایر خسر درجہ کی عمر آٹھ برس کی تھی۔ تاریخی تحقیقات سے یہ روایت
غلط معلوم ہوتی ہے کیونکہ ۱۱۷۷ھ میں ایر خسر درجہ کی عمر بائیس یا تینیس برس کی تھی اور انکے
والد کا انتقال نو برس کی عمر میں ہو چکا تھا اور ایر خسر درجہ ۱۱۷۷ھ سے پہلے حضرت کے مریدوں
میں شامل ہو چکے تھے (ملاحظہ ہو سید الاولیاء جو بہت مستند کتاب ہے)

میں منقول ہے کہ عنایت حضرت سلطان الشاہ رحمہ کی امیر خسرو رحمہ پر اس درجہ
 مہمی کہ آپ فرماتے تھے کہ میں سب سے تنگ ہوتا ہوں مگر اسے ترک جتھ سے
 تنگ نہیں ہوتا۔ اور ایک روز فرمایا کہ میں سب سے تنگ ہوتا ہوں یہاں تک
 کہ اپنے سے خود تنگ ہوتا ہوں مگر جتھ سے کبھی تنگ نہیں ہوتا۔

صاحب سیرالاولیا تحریر فرماتے ہیں کہ ابتدائے حال میں ایک دن حضرت
 سلطان الشاہ رحمہ نے امیر خسرو رحمہ سے دریافت کیا کہ شغل عبادت کا کیا حال
 ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ آخری شب میں چند روز سے رونا آتا ہے حضرت
 سلطان الشاہ رحمہ نے فرمایا کہ الحمد للہ کچھ ٹھہر ہوا شروع ہوا۔

چند روز کے بعد حضرت سلطان الشاہ رحمہ نے امیر خسرو رحمہ کو خرقہ خلافت
 عطا فرما کر ترک اللہ کا خطاب مرحمت فرمایا۔ لیکن محبت سے کبھی کبھی صرف ترک
 ہی سے مخاطب فرمایا کرتے تھے امیر خسرو رحمہ فرماتے ہیں۔

برزبات چوں خطاب بندہ ترک اللہ رفت	دست ترک اللہ گیر و ہم بالہش سپار
چوں من مسکین ترا دارم بمسکینم بس بود	شیخ من بس مہربان و خاتم امر نگار

صاحب سیرالاولیا نے اس خطاب کی نسبت امیر خسرو رحمہ کی یہ عبارت نقل
 کی ہے۔

بندہ را خواجہ ترک اللہ خطاب کردہ است و چندین فرمان موشح و مزین بخط
 مبارک ایشان بدین خطاب در حق بندہ مہذول بودہ و بندہ آل ماتعودہ ساختہ تا بوقت
 دفن برابر بندہ باشد فردا سے قیامت رحمت حق من بچارہ دہاں کاغذ ہائے شہادۃ انشاء
 اللہ تعالیٰ لکھیم۔

دو مہینے تو اسے از کس بکہ منم	در راہ غمت کمینہ تر خس کہ منم
-------------------------------	-------------------------------

ایک مرتبہ کسی مرید نے حضرت سلطان الشاہ رحمہ سے عرض کیا کہ جیسی

و مہربانی امیر خسرو رح کے حال پر ہے امید دار ہوں کہ بندہ کے حال پر بھی مہذول
 فرمائی جاوے۔ آپ نے جواب دیا کہ اپنے میں ویسی قابلیت تو پیدا کر لو +
 علامہ زمان میر غلام علی آزاد بگرامی خزانہ عامرہ میں تحریر فرماتے
 ہیں کہ جس وقت امیر خسرو رح نے حضرت سلطان المشائخ رحم کی خدمت میں حاضر
 ہو کر اپنی وہ نظم جو حضرت کی مدح میں لکھی تھی نظر افر سے گذرانی۔ آپ بہت
 خوش ہوئے اور فرمایا کہ اس کا کیا صلہ چاہتا ہے چونکہ اس زمانہ میں ان کا
 سیلان طبع شاعری کی طرف بہت تھا اس وجہ سے جواب دیا کہ اپنے کلام میں
 شیرینی چاہتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ ہماری چار پائی کے نیچے طشت میں شکر
 رکھی ہے اس کو لاکر اپنے سر پر سے نثار کر اور تھوڑی اس میں ست کھالے۔ امیر
 خسرو رح حضرت کا حکم بجالائے اور شیرینی کلام کی دولت سے مالا مال ہوئے۔
 صاحب سیر الاولیاء لکھتے ہیں کہ اخیر عمر میں امیر خسرو رح اپنی اس التجا پر بہت فوس
 کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ میں نے اس سے بہتر کوئی خواہش کیوں نہ کی +
 نفحات الانس میں عارف ربانی مولانا جامیؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک
 دن حضرت سلطان المشائخ رحم کے اشار سے امیر خسرو رح خواجہ خضر کی ملاقات
 سے مشرف ہوئے اور خواہش لعاب دہن کی کی انہوں نے فرمایا کہ یہ دولت
 شیخ سعدی کی قسمت کی تھی۔ امیر خسرو رح نہایت شکستہ دل ہو کر حضرت
 سلطان المشائخ رحم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کل حال بیان کیا۔ حضرت نے
 اپنا لعاب دہن ان کے منہ میں ڈالا اور برکت اس کی ظاہر ہوئی۔ امیر خسروؒ فرموی
 کہ سپہ میں خود فرماتے ہیں سے

لے اکثر تذکروں میں لکھا ہے کہ حضرت سلطان نظام الدین اولیاءؒ نے امیر خسرو رح کو ہدایت فرمائی کہ بھڑا
 صفائیاں بگو یعنی عشق آئینہ روز لعل و نال امیرؒ

من ازوے لعاب زباں یافتم | ازین گوشت آب و ماں یافتم
دوقطرہ از درودوات انگنم | آتظم و تاب حیات انگنم

ایر خسر ورم خود فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے دل میں خیال گذرا کہ میزا
تخلص خسر وائل دول سے نسبت رکھتا ہے اگر فقر کی طرف منسوب ہوتا تو
کیا خوب ہوتا تاکہ قیامت کے دن میں اسی نام سے پکارا جلتا۔ میں نے ایک دن
یہ امر حضرت سلطان المشائخ رحم سے عرض کیا کہ میری تنہا ہے کہ قیامت کے دن
مجھ کو فرشتہ خسر و کہہ کر پکاریں کیونکہ یہ نام شکر ہے حضرت نے فرمایا کہ وقت
سعید میں تیرا تخلص رکھا جاوے گا۔ پھر چند روز کے بعد ارشاد فرمایا کہ مجھے یوں
ظاہر ہوتا ہے کہ صحراے محشر میں تجھے محمد کا سہ لیس کہ فرشتے بلاو گئے۔

ایر خسر ورم خود فرماتے ہیں کہ ایک دن بعد فراغ ہونے وظائف صبح کے
حضرت پیر روشن ضمیر نے بندہ کو طلب فرمایا اور ارشاد کیا کہ میں نے ایک خواب
دیکھا ہے تو بھی سن۔ شب آدینہ کو میں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ صدر الدین
پیر شیخ بہاؤ الدین رحم میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے ان کی تعظیم کی۔
اور انہوں نے اسی تواضع کی کہ بیان سے باہر ہے اس کے بعد دیکھا کہ اے
حک تو دور سے پیدا ہوا اور میرے پاس آکر بیان معرفت شروع کیا اسی وقت
اذان کی آواز سنی اور میں بیدار ہوا۔ اس کے بعد زبان الہام بیان سے ارشاد
فرمایا کہ دیکھ کیا مرتبہ ہے۔ میں نے نیاز مندی سے عرض کیا کہ میں ایک ناچیز
بندہ ہوں۔ یہ سب آپ ہی کا دیا ہوا ہے۔ آپ کو یہ سن کر رونا آیا اور چلا کر روئے
میں بھی اس وقت بہت رونا بعدہ آپ نے کلام خاص طلب فرما کر دست مبارک
سے میرے سر پر رکھی اور فرمایا کہ کلمات مشائخ کو زیادہ دیکھا کہ وادیر یہ رباعی زبان
سبارک سے ارتقا فرمائی رباعی

خبر و کہ نظم و شعر شناس کم خواست
 ملک سخن آں خسرو راست
 آں خسرو راست احقر خسرو نیست
 اذیر اکہ خدا۔ ہمنام اس خسرو راست

منقول ہے کہ جب حضرت سلطان المشائخ رحمہ اللہ بعد نماز عشاء ایک پرستشور
 لے جاتے اس وقت آپ کے دست مبارک میں تسبیح و سبحانی تھی اور اس کے
 بعد کوئی شخص سوا سے امیر خسرو رحمہ اللہ کے آپ کی خدمت میں نہیں جاسکتا تھا۔ امیر
 خسرو رحمہ اللہ روزانہ تشریف لے جاتے اور حضرت کے روبرو بیٹھ جاتے تھے۔ جب
 آپ ارشاد فرماتے کہ ترک آج کیا خبر ہے اس وقت یہ ہر قسم کی رکاوٹیں دن
 بھر کے واقعات اور دیگر راز و نیاز کی باتیں بیان کرنا شروع کرتے۔ جب
 کسی مرید کو حضرت کی خدمت میں کچھ التجا کرنی منظور ہوتی تو وہ اول اسے
 کہتا اور یہ اس موقع پر حضرت کے گوش گزار کر کے اس کی سفارش کرتے
 تھے۔ حضرت سلطان المشائخ ان کی خاطر سے برابر مہلت دیتے رہتے تھے اور
 گفتگو ختم ہونے کے بعد مناسب جواب ارشاد فرماتے تھے۔ اکثر و بیشتر انکی
 سفارش منظور ہوتی تھی اسی سعادت کی نسبت امیر خسرو رحمہ اللہ فرماتے ہیں
 کہ وہ سعادت و اقبال چشم آں کس را کہ وہ جمال تو دوستو ریختے نظر یا بد

بیت دیگر

خفت خسرو کیس ازیں ہوس شبہا
 کہ دیدہ بر کھن پات ہند بہ خواب شود
 شیخ برمان الدین غریب رحمہ اللہ جو خلیفہ اور مرید حضرت سلطان المشائخ رحمہ اللہ
 کے تھے ایک دن ان کی شکایت شیخ علی زمیلی اور ملک نصرت نے حضرت
 سلطان المشائخ رحمہ اللہ سے کی کہ مولانا برمان الدین پیرن کر اور خرقہ پہن کر کل
 جھجا کر بیٹھے ہیں اور خلق کثیر ان کے پاس جمع ہوئی ہے۔ انہوں نے وہاں

شیخی کی خوب گرم کر رکھی ہے حضرت سلطان المشائخ رحمہ حال سنکر بہت رنجیدہ ہوئے اور جب مولانا برہان الدین خانقاہ میں حاضر ہوئے تو آپ ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے اسی وقت خدام نے مولانا سے کہا کہ تم کو مناسب ہے کہ ابھی یہاں سے چلے جاؤ یہ جگہ تمہارے بیٹھنے کے قابل نہیں ہے۔ مولانا حیران و پشیمان وائل سے اٹھ کر مکان پر آئے جب پر کی مفارقت سے نہایت بے تاب ہوئے اکثر یاروں سے سفارش آرا نا چاہی مگر کسی کی ہمت سفارش کرنے کی نہ پڑی آخر امیر خسروؒ کی خدمت میں التجا سفارش کی گئی آپ کو رحم آیا اور دستار اپنے سر سے اتار کر ان کی گردن میں ڈالی اور اسی مہیت سے سلطان المشائخؒ کی خدمت میں لے گئے۔ اُس وقت آپ کلاہ مبارک سر پہنچ رکھے ہوئے و منور رہے تھے امیر خسروؒ نے دیکھتے ہی یہ بیت موزوں کر کے پڑھی بیت

ہر قوم راست راہ سے دینے و قبلہ کا ہے

من قبلہ راست کر دم سمت کج کلا ہے

حضرت نے نظر اٹھا کر دیکھا اور مسکرا کر فرمایا کہ ترک اللہ کیا حال ہے مہنوں نے کہا کہ یہ بندہ معافی جراثم مولانا برہان الدینؒ کو کا خوش مند ہے حضرت نے اسی وقت مولانا کا قصور معاف فرمایا اور اٹھ کر دونوں سے بغلیں ہوئے۔

ایک مرتبہ سلطان علاء الدین خلجی نے چاہا کہ حضرت شیخ شرف الدین بولی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جو اولیاء نامدار اور مشائخ صاحب اسرار چشت اہل بہشت سے حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر اور ایسے مست است تھے کہ بڑے بڑے صاحب کمال درویشوں کی ہمت بھی ان کے سامنے جانے کی نہ پڑتی تھی کچھ نذر ارسال کر کے ہم مرا سے شہرہ کیا کہ کون لے کر

لے سیر الاولیاء میں اس روایت کو مخفیہ تغیر کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ۱۲

جاوے۔ کسی کی محبت نہ پڑی کہ قلندر صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر کلام کرے بعد بحث و مباحثہ سب کی یہ رائے قائم ہوئی کہ امیر خسرو کو روانہ کیا جاوے۔ بادشاہ نے ایک ایک کو حضرت سلطان المشائخ رحم کی خدمت میں روانہ کیا اور اجازت چاہی۔ پہلے تو آپ نے تامل فرمایا لیکن پھر کچھ سوچ کر اجازت دیدی۔ اور چلتے وقت امیر خسرو رحم کو نصیحت کر دی کہ جو کچھ قلندر عاشق اللہ فرمادیں انکو تسلیم کرنا اور کسی بات پر معترض نہ ہونا امیر خسرو رحم نذر سلطانی لے کر دہلی سے رہائی پست روانہ ہوئے اور تیسرے دن وہاں پہنچ کر اپنے آنے کی اطلاع قلندر صاحب کو کرائی م انہوں نے فرمایا کہ آنے دو۔

امیر خسرو رحم نے نزدیک پہنچ کر سلام علیک کی۔ قلندر صاحب نے اس کے جواب میں کوئی لفظ ہندی کا فرمایا جس کے معنی گانے والے کے ہیں۔ یہ سن کر امیر خسرو رحم نے پھر سلام کیا اور کہا کہ یہ آپ کی غیبت ہے جو میری طرف خطاب ہوا ورنہ میں ایک ناچیز بندہ ہوں اس کے بعد قلندر صاحب نے فرمایا کہ از میری لئے خود چیزے بگو یعنی اپنی تصنیف سے کچھ کہو امیر خسرو رحم نے نہایت خوش الحانی سے اپنی وہ غزل سنائی جس کا مطلع اور مقطع یہ ہے۔

اے کہ گونی بیچ شکل چوں فراقِ یازمیت
گر امید وصل باشد مہیاں دشواریت
چند گویندم بر دینار بند اسے بت پرست
بزن خسرو کد امی رگ کہ آں زنازمیت

یہ غزل سن کر قلندر صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ خسرو خوب کہتا ہے۔ خوش رہے گا۔ خوش جاوے گا۔ پھر یہ شعر خود پڑھے۔

جو یہ ہم خسرواں برہ لعلِ استراست | خسرو لے کہ ملتے تجرید بربراست

عقل کل است علم لدنی بہ عارفان | ایں عقل علم جسے رسمے محقر است

یہ اشعار سنکر امیر خسروؒ کو رقت پیدا ہوئی۔ قلندر صاحب نے فرمایا کہ کچھ سمجھا بھی یا ویسے ہی روتا رہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھ کو رونا اس قدر آیا کہ میں کچھ نہیں سمجھا۔ یہ جواب سنکر قلندر صاحب بہت خوش ہوئے اور بادشاہ کی نذر قبول فرمائی اور کہا کہ اگر مولانا نظام الدین سلطان المشائخ کا قدم درمیان میں نہ ہوتا تو میں ہرگز قبول نہ کرتا اس کے بعد خدام کو حکم دیا کہ امیر خسروؒ کو خانقاہ میں اعزاز و اکرام سے رکھو۔ تین دن امیر خسروؒ نے قیام کیا اور پھر اجازت چاہی قلندر صاحب نے اجازت دی اور چلتے وقت دو خط ایک بنام حضرت سلطان المشائخ رسم اور دوسرے بنام سلطان غلاو الدین تحریر کر کے ان کے حوالہ کئے۔ غلاو الدین بھی اس نام جو خط تھا اس کی عبارت یہ تھی۔ غلاو الدین فوطہ دہلی مقرر و اندک بانبگان خداے تعالیٰ نیکو کند۔ جب دربار میں یہ خط پڑھا گیا تو بعض خوشامدیٰ امرائے کہا کہ بادشاہ خلیفۃ اللہ کو ایسا لکھنا ترک ادب میں دخل سے۔ سلطان نے کہا کہ ضمیمت سے کہ اس ذرہ بے قدر کو اس مرتبہ فوطہ دہلی تو لکھا ہے ایک مرتبہ تو شحہ دہلی لکھا تھا۔

شانہ راوہ دارا شکوہ نے سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک سیاح فقیر راے طلب حضرت سلطان المشائخ رحم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا مطلب بیان کیا اتفاق سے اس وقت خانقاہ مالی میں کچھ موجود نہ تھا آپ نے فرمایا کہ بیٹھ جاو کچھ فتوح آج سے گی وہ تجھے دوں گا اس دن کچھ نہ آیا۔ پھر فرمایا کہ کل جو فتوح ہو گا وہ تیرا ہے اتفاق سے دوسرے دن بھی کچھ نہ آیا اور اسی طرح جب چار پانچ دن گزر گئے اس وقت مجبور ہو کر آپ نے اپنے کفش مبارک اس فقیر کو ملے قلندر صاحب نے ہندی کا یہ فقرہ ارشاد فرمایا تھا: ایں روزنہ کچھ سمجھ دانیہ۔

عطا فرمائے۔ اور اُس نے نہایت اعتقاد سے حضرت کے اس عطیہ کو منظور کیا اور دہلی سے روانہ ہوا۔ امیر خسرو جس زمانہ میں کہ شاہزادہ محمد سلطان خاں شہید کی مصاحبت میں ہنگامان رہتے تھے ہر سال اُس کے ہمراہ ایک بار دہلی آیا کرتے تھے۔ اسی زمانہ میں دہلی آرہے تھے اتفاقاً اُس فقیر سے راستے میں ملاقات ہو گئی۔ آپ نے اُس سے دریافت کیا کہ کہاں سے آتے ہو اُس نے کہا کہ دہلی سے آپ نے فرمایا کہ حضرت سلطان المشائخ رحمہ کا کچھ حال معلوم ہے اُس نے کہا کہ خیریت سے ہیں اس کے بعد انہوں نے دریافت کیا کہ حضرت کی کچھ نشانی تمہارے پاس ہے اُس نے کفش مبارک دکھائے اور کل حال بیان کیا امیر خسرو نے کہا کہ انکو فروخت کر دو گے اُس نے اقرار کیا اس وقت پانچ لاکھ تھنڈ (روپیہ) اں کے پاس موجود تھے جو ایک قصیدے کے صلے میں ملے تھے وہ کل اِس فقیر کو دے دیئے اور پیر کے کفش مبارک اُس سے لے لئے۔ جب دہلی پہنچے اُن کو سر پر رکھے ہوئے حضرت سلطان المشائخ رحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے یہ حال دیکھ کر فرمایا کہ اے خسرو! رزاں خریدی۔ سبحان اللہ کیا عقیدت اور کیا نیاز تھا جن کے ایسے عقیدے ہوں انہیں اپنے مرشد کامل سے کیوں نہ فیض پہنچے اور کیوں نہ اُن کے پیر اُن سے خوش اور راضی رہیں ۛ

اسی قسم کی ہزاروں حکایات اور کلمات امیر خسرو کے مشہور ہیں جنہیں بخوف طوالت نظر انداز کیا جاتا ہے۔

آپ نے اپنی تصنیف و تالیف میں حضرت سلطان المشائخ رحمہ کی سچ اور شان میں بہت کچھ کہا ہے جس میں سے کچھ مقتضاً اساتذہ کا اِس مقام پر درج کیا جاتا ہے۔

قصیدہ

اے شربتِ حاشمی بہ جہانت روزِ دوستِ زماں زماںِ پابست

در سیر وصال ہر دو عالم شد سبک و سیر یاد تو منظوم صد جان شریف پاک را چرخ در گاہ تہ قبہ و فلک سود ازو کان شوق حق را	وخل پر مسافت دو گاست زانست کہ شد لقب نظامت بکہ اختہ و نوشتہ نامت پیراں چو کو تراں بہ بامت تکسیر زمفرج کلامت
جاوید بقا ست بندہ خسرو چوں شد بہ نزار جاں غلامت	
قطعہ	
نے ز ابرار دیدہ کس علمش ہر شب ز اوج عالم اسرار	نے ز ابدال یافتہ بدش صبح دولت و میدہ در شب تار
مثنوی	
در حجرہ فقر پادشاہے شافشہ بے سیر و بے تاج	در عالم دل جہاں پناہے شائش بجا کپاہے محتاج
بیت	
در آنماے نماز اسے جاں نظر بقا ست دارم مگر از قامت خوبت قبول افتد نماز من	
دیگر	

جدا از خالق او بتقدیم
حکیم کعبہ را ماند بہ تعظیم
انک کردہ بہ ستفیش اشیائے
چو اندر سقفها لبخند خانہ

شعوی بہشت بہشت میں فرماتے ہیں۔

خسرو پاسے نیک مرواں گیر
باسیجائستین و پیش بمیر
بایدت خانہ حیات درست
از خضر باید آب حیاں حبت
خواہی از خاک برسیہ حسرام
خاک شوزیر پائے شیخ نظام

حضرت سلطان المشغرم نے بہت سے رحمے نہایت ذوق و شوق سے
ایمزخسروم کے نام تحریر فرمائے ہیں اور ان میں بہت سے نصائح فرمائے ہیں
ایک رقمہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

بعد از محالطت جوارج اشتغال باخوانہ منیہ شرع اعتنا بنماید۔ و در ایام
اوقات ہم کو شد و عمر عزیز کہ سبب تکفیل کل مرادات است غنیمت شمر و روزگار را بہ
بطالت مصروف نہ کرواند۔

مرقع الفت

ایمزخسرو رحمۃ اللہ علیہ اور امیر حسن م کے عشق و محبت کا قصہ بہت دل چسپ
اور حیرت انگیز ہے۔ منقول ہے کہ آغاز شب باب میں امیزخسروم ایک دن حضرت
سلطان المشغرم کے ہمراہ بازار شریف لے گئے تھے۔ امیر حسن علاء سنجر می
مشہور شاعر جو حسن و جمال میں بے مثال اور فضل و دانش میں کمال رکھتے تھے
اور اس زمانہ میں روٹی کی دکان کیا کرتے تھے اپنی دکان پر بیٹھے ہوئے
رہتیاں بیچ رہے تھے جو میں امیزخسروم کی نگاہ ان سے دوچار ہوئی۔ چونکہ

سلطان امیر حسن علاء سنجر کا حال شہر اسے عہد میں دیکھو ۱۰

عشق کی حرارت سے دل ان کا گداز ہو رہا تھا فوراً ان کی شکل زیبا اور حرکات موزوں کو دیکھ کر قفس محبت میں گرفتار ہوا۔ امیر خسرو نے دوکان کے قریب جا کر دریافت کیا کہ میاں روئی کس حساب سے بیچتے ہو۔ مثل مشہور ہے کہ عشق اور شک نہیں چھپتا اور محبت کی آنکھ فوراً پہچان لی جاتی ہے۔ امیر حسن نے امیر خسروم کے حال پر مطلع ہو کر غرافت سے جواب دیا کہ میں ترازو کے ایک پلہ میں روٹی رکھ کر خریدار سے کہتا ہوں کہ زر دوسرے پلہ میں رکھ۔ جب زر سکا روئی کے وزن سے بہت بھاری ہو جاتا ہے اس کو لے کر خریدار کو راستہ بتلاتا ہوں۔ امیر خسروم نے کہا کہ اگر مشتری مفلس ہو تو اس کی کیا تدبیر ہے جواب دیا کہ اس سے زر کے عوض درو نیاز لیتا ہوں۔ امیر خسروم اس حسن کلامی سے حیران رہ گئے اور حقیقت حال اپنے مرشد کامل حضرت سلطان المشائخ رحم سے آکر بیان کی *

امیر خسروم کی سچی محبت نے بہت جلد امیر حسن کے دل میں بھی درو پیدا کر دیا انہوں نے دوکان ترک کر دی اور حضرت سلطان المشائخ رحم کی خانقاہ میں امیر خسروم کے پاس آمد و رفت شروع کر کے اول سے زیادہ علوم و کمال ظاہری کی تحصیل میں مشغول ہوئے اور ان دونوں کے باہم ایسی محبت پیدا ہوئی کہ یک جان و دو قالب کا مضمون ہو گیا۔

عشق صادق کا اگر فریاد تہ ہو حصول

یار کے دل میں بھلا دیکھیں ان کو کون ہو

اس کے بعد امیر خسروم اور امیر حسن نے شاہزادہ محمد سلطان ابن غیاث الدین بلبن حاکم قنات کی ملازمت اختیار کی امیر خسروم شاہزادے کے مصحف دار اور امیر حسن دوات دار مقرر ہوئے۔ جب شاہزادہ قنات سے دہلی آتا تو دونوں عزیز

شاہزادہ کی خدمت سے فارغ ہو کر اکثر اوقات حضرت سلطان الشاہ رحمہ کی خدمت بابرکت میں حاضر رہتے تھے۔ رفتہ رفتہ ان کی عاشقی اور عشوقی کا اس قدر اثر ہوا کہ اہل غرض نے شاہزادہ کے گوش گذار کیا کہ تمام خلق امیر خسروؒ اور امیر حسنؒ کو اہل ملائمت سے جانتی ہے یہ ہرگز شاہزادہ کے قرب خدمت کے قابل نہیں ہیں۔ انہیں دونوں میں امیر خسروؒ نے ایک غزل میں یہ اشعار موزوں کئے تھے۔

دوستانِ من ہوں دارم بالیدنِ لیک	درد چوں در سینہ باشد نالہ زار آورد
ممد گلہ دارم ولے چوں باشد آل دور نظر	کیست کاں ساعت ز بانم را بفتار آورد
زین دل خود کام کارِ من بر سوئی کشید	خسرو و فرمان دل بران ہمیں بار آورد

شاہزادہ نے مصلحتاً امیر حسنؒ کو امیر خسروؒ کی مصاحبت اور اختلاط سے مانعت کر دی لیکن چونکہ رشتہ محبت ان کے درمیان میں مضبوط تھا مانعت نے کچھ فائدہ نہ بخشا اور اہل غرض نے پھر یہ حال شاہزادے سے عرض کیا۔ اس مرتبہ شاہزادے نے غصہ میں آ کر چند تازیانہ امیر حسنؒ کے ہاتھ پر مارے۔ مثل مشہور ہے۔ ملاست صیقل ز نگار عشق است۔ امیر حسنؒ تازیانہ کھا کر اسی وقت امیر خسروؒ کے مکان پر پہنچے۔ شاہزادے کو بھی اسی وقت یہ حال معلوم ہو گیا متوجہ ہو کر ایک مصاحب سے کہ جو حقیقت حال سے مطلع تھا فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی محبت مجازی زیورِ حقیقت سے آراستہ اور انکا جمال حال پردہ عفت و صلاح سے پیراستہ ہے۔ اسی وقت شاہزادے نے امیر خسروؒ کو طلب فرما کر ان سے دریافت کیا کہ محبت تمھاری آئینہ شس ہوا سے پاک ہے یا نہیں۔ امیر خسروؒ نے جواب دیا کہ ہمارے درمیان سے دوئی کوچ کر گئی ہے۔ شاہزادے نے کہا کہ اس کا ثبوت کیا ہے۔ یہاں بقول شخصے

خونِ رُگِ بنوں سے ٹپکا اُمید ملی نے جولی

عشق میں تاثیر سے پر جذبِ کمال جا بیٹے

جذبِ کمال و جبر پر پہنچ چکا تھا فوراً ہاتھ آستین سے نکال کر فرمایا م

گواہ عاشق صادق و راستیں باشند

شاہزادے نے دیکھا آفتابِ تازیانہ کا جس مقام پر امیر حسن کے ہاتھ میں لگا تھا

اسی مقام پر امیر خسرو م کے ہاتھ پر موجود ہے۔ نہایت تعجب سے سکوت

اختیار کیا امیر خسرو نے اسی وقت یہ رباعی پڑھی رباعی

عشق آمد و شدِ خوشم اندر رک و پرستہ الما و ما تھی و پُر کرد نہ پوست

اجزیلے وجودم ہمگیں دوست گرفت بہ نیست مرا برین و باقی میر بہ نیست

اس وقت نسیم عالم تحقیق ان کے بلوغِ اسید پر علی۔ عالم و امیر حسن کی نظر محبت

میں ایک خص دکھائی دیا۔ شاہزادے کی ملازمت سے استعفیاء پیش کیا۔ لیکن

شاہزادے نے نہایت اصرار اور خوشامد سے ان کو اس ارادت سے باز رکھا۔

ممکن ہے کہ اکثر کچھ فہم جولہ است نغمہ مانی اور بہانہ کی پورا کرنے کو

عشق بازی سمجھتے ہیں اس روایت کو دیکھ کر امیر خسرو م پر امر و پرستی کا الزام

لگاویں لیکن حقیقت یہ بات نہیں ہے۔ عشق مجازی عشق حقیقی کا پہلا

دریہ ہے عاشق صادق اپنے عشق کی صفات کا عاشق ہوتا ہے نہ کہ اسکی

ذات کا۔ پردہ حسن و جمال میں قدرتِ الہی کا نمونہ نظر آتا ہے۔ اس وجہ سے

اکثر صوفیان صافی دل معشوق حقیقی کے جلوے کو معشوق مجازی کے حسن میں

دیکھا کرتے ہیں شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ قطعہ

نظرِ نیکو الٰہی بہ نیست سود نہیں بدعت من اور دم بہ عالم

لے تابیچہ و شستہ بہ

گناہ اول زخا بود و آدم مسلم داشت و اللہ اعلم من این دوئے نیکدارم مسلم	حریث عشق اگر گوئی گناہ است اگر دعوے کنی پرہیزگاری وگر گوئی کہ میل خاطرم نیست
اور چونکہ بہ نسبت عورت کے عشق کے امد کے عشق میں گنہ گاری کا کم خدشہ ہوتا ہے اس وجہ سے اکثر صاحب دل امدوں کے عشق و محبت میں گرفتار پائے جاتے ہیں۔ عشق کی نسبت حضرت امیر خسرو درم فرماتے ہیں۔	
اوست کہ از عشق نشانے دوست عشق دگر باشد و بازی دگر کو صفت کافر شکند و نیست جانوراں پاک بہ بسمل شوند کشتہ حق چوں ملخ و مایہ اند بر دل عاشق نعم و آوارگی ست شورش پروانہ شد و بیب جمع نیک سدل رنگہ جاوہری ست مستے بلبل ز بل کر کل است چیت بہ از دیدن صنم خداے قد چو گشت نباشد صلال نیست گل لالہ بہ دیدن حرام منع ز خسارت بائش خطا است سہراں دید و بجز خاک نیست خورچہ بندہ کہ نظر نیستش	زندہ نہ آست کہ جانے دوست چند بری عشق بازی لب مرو کہ در عشق زجاں مرو نیست زندہ دلاں خوش زغم دل شوند پاک روانے کہ بہ آگاہی اند روئے کوراحت نظارگی ست آنکہ تو مینی رخ زیبای شمع صورت شامہ جل معنوی است دل شگاہ را منخ زیبایل است گر بنود ویدہ شہوت گراے دیدن خوابست بشہوت وبال گر مخوی پاک رخ لالہ نام آنکہ ز حق پاکے چشمش عطا است دیدہ کہ دروے نظر پاک نیست دیدہ باشد کہ نظر نیستش

دیدہ بادام کہ بے نور زیست از گل بادام چہ آگہ کہ چسبست

باب سوم

امراء شاہی اور سلاطین عہد کی ملازمت

اور مصاحبت اور دیگر حالات

جب امیر خسروؒ کے کمالاتِ شاعری اور فصیلتِ علمی کا عالمگیر شہرہ ہوا تو شہزادہ محمد سلطان خاں شہید کے دربار میں بھی ان کے علم و فضل اور کمالاتِ شاعری کا تذکرہ ہونے لگا شہزادہ نے طلب فرمایا اور نظرِ جوہر شناس سے دیکھ کر اپنی مصاحبت کا افتخار بخشا اور خدمتِ مصحفِ داری پر مامور فرمایا اور امیر خسروؒ نے بھی اس مقولہ پر عمل کر کے اس خدمت کو منظور کر لیا۔

مراد اول طرقت لباس ظاہر نیست
مگر خدمتِ سلطان بند و صوفی باش

شہزادہ محمد سلطان سلطان غیاث الدین بہمن کا بڑا بیٹا اور ولیعہدِ سلطنتِ مملوک
۱۷ سلطان غیاث الدین بہمن جمادی الاول ۶۶۵ھ میں تخت نشین ہوا اور ۶۸۵ھ میں کہیں
برس اور چند مہینے سلطنت کر کے انہی برس کی عمر میں اس دہلی پادشاہ سے سدھارا۔ یہ شاہ فرخندہ
نثار اور بادشاہِ عدلت شمار اوصافِ حمیدہ اور فضائلِ پسندیدہ سے آراستہ و پیراستہ تھا اس کا
زمانہ خیر القرون سے تھا۔ کارنامے سلطنت کو سنجیدگی اور فہمیدگی سے انجام دیتا تھا۔ اور سوائے
اکابر اور مردمِ فنا کے کسی کے سپرد نہ کرتا اور اراذل کو کالے سلطنت میں دخل نہ دیتا تھا اور جب

خلاق اور محاسن اوصاف سے موصوف اور فضیلت و دانش علم و ہنر میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا اس کی درگاہ عالی درگاہ محمودی اور سنجری برتر جمیع رکھتی تھی شاعرانہ اور شیعہ بقیہ صفحہ ۲۶) تک دیانت اور صلاح بقول کسی شخص کا شخص نہ کر لیا کوئی مثل اور عمل نہ فرماتا اور نسب کی تصحیح میں بالذمہ مبلغ اور تفصیل کثیر کرتا اور جوشنل اور عمل سپرد کرنے کے بعد کسی میں نقص ذاتی اور صفاتی کا گمان ہوتا تو اسے فوراً معزول کرتا تھا اس نے اپنے تمام ایام سلطنت میں محزروں اور باب نشاہ کو کبھی نہ نہیں لگایا اس کے عہد دولت میں سلطنت دہلی کو وہ شان و شوکت حاصل ہوئی کہ سلطانین عراق اور خراسان اور ماوراء النہر وغیرہ اس کی دوستی کو اپنا غر سمجھتے تھے۔ چنگیز خانی مغلوں کے ظلم و ستم سے جو بادشاہ اور شاہزادے وسط ایشیا سے اس کے عہد سلطنت میں ہندوستان آ کر پناہ مانگے آئے تھے وہ اس کے عالی شان دربار میں فروش عورت اور سرداری پر متمکن ہو کر نہایت ذوق و شوق سے تخت کے روبرو دست بستہ کھڑے رہتے تھے صرف دو شاہزادے جو خلفائے عباسیہ کے اولاد میں سے تھے ان کو پائے تخت پر بیٹھنے کی عورت حاصل تھی جس وقت بادشاہ اور شاہزادے یا بزرگان وقت اس کے عہد میں یہاں وارد ہوتے سلطان اظہارِ رفاقت کر کے شکر الہی بجالاتا تھا اور ہر ایک شاہزادہ کے واسطے علیحدہ علیحدہ محلہ مقرر کرتا تھا اس کے عہد میں یہ پندرہ علیحدہ جدید دہلی میں آباد ہوئے تھے۔ غلام عباسی۔ سنجری۔ خوارزم شاہی۔ دہلی۔ علوی۔ تاجکی۔ مغربی۔ چنگیزی۔ رومی۔ سنقری۔ یمنی۔ موصلی۔ سمرقندی۔ کاشغری۔ خطائی سلطان کے صلہ انصاف کی نسبت مورخوں نے بہت سی حکایتیں تحریر کی ہیں جس میں سے دریاں فوج کی جاتی ہیں +

ملک تیتق ابن جامدار نے جو ارشے بزرگ سے تھا اور چار ہزار سوار خاصہ کے رکھتا تھا اہم ولایت بدایوں اس کی جاگیر میں تھی بہت سی کی حالت میں ایک غریب فراش کے ہاں نذر آورے مارے کو وہ درگیا۔ چند دنوں کے بعد جب بادشاہ بدایوں کے دورے پر گیا فراش کی

خداست آئین اور فاضلانِ مساوت قرین اور علمائے دین اور مشائخ طریقت مسکمی
مجلس مہایوں میں ہمیشہ جمع رہتے اور اس کی حاکمی بدل و احسان اور گلزار
سخاوت کی صبا سے بہرہ یاب ہوتے تھے۔ ایسا مہذب اور مہذب تھا کہ مجلس
فرماں وہی میں اگر تمام دن ولایت اجلاس کرتا تو بھی اپنا ذوق بلند نہ کرتا تھا اور
قسم اس کی لفظ حق کے سوا نہ تھی۔ اس کی مجلس عالی میں ہمیشہ شاہنامہ اور دیوان
حقانی و انوری اور خسہ مولانا نظامی اور اشعار امیر خسرو م پڑھتے جاتے تھے۔ ارباب
فہم و دانش اس کی شعر فہمی کے مقرر تھے۔ امیر خسرو م سے منقول ہے کہ میں نے جدت
طبع اور دریافت معنی و دقیق اور سخن شناسی اور یادداشت اشعار متقدمین و متاخرین
میں کسی کو مثل مجرم سلطان کے نہیں دیکھا۔ میں ہزار بیت کی ایک بیاض کتب
متقدمین سے انتخاب کر کے بہت خوش خط لکھی تھی امیر خسرو م اور امیر حسن م ان
اشعار پسندیدہ سے مخلوط ہوئے اور شاہزادے کی شعر فہمی اور ادراک بلند کی مدح
و ثناء کی۔ شاہزادے کی شہادت کے بعد سلطان غیاث الدین بلبن نے یہ بیاض امیر علی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷) بیوی دربار عام میں آکر فریادی ہوئی۔ بادشاہ نے بعد ثبوت جرم ملک تقیق کے اس ستم رسیدہ کے روبرو اس قدر رُوسے لگوائے کہ اس کے شوہر سے جالما +

اسی طرح اس کے ایک غلام صاحب اختیار نے بس کا نام ہیبت خان اور ادوہ
کاجا گروہ تھا ایک شخص کو حالتِ مستی میں مار ڈالا اس کی زوجہ بارسلطانی میں دادخواہ
ہوئی سلطان نے ہیبت خاں کو پانچ سو روپے مار کر اس عورت کے حوالہ کیا اور فرمایا کہ
یہ زوجہ ایک میرا غلام تھا اب تیرا مملوک ہے۔ تجھے اس کے قتل یا رانی کا اختیار ہے۔

جمیٹ خاں نے ایک جماعت کے ذریعے سے بصد تفریح و تفریح ایک لاکھ روپیہ اس ضمیمہ کو دے کر آزادی حاصل کی اور اس حادثہ کے بعد مرتے وقت تک غیرت کے مارے باغیہ نکلا ہے

باجدار کو عطا فرمائی اور ان سے امیر خسرو کو ملی۔ تمام شعرا نے اس بیاض کو دیکھ کر اس کے منتخب اشعار اپنی اپنی بیاضوں میں نقل کئے تھے ۛ

امیر خسرو کے ہمراہ امیر حسن رحم بھی شاہزادے کی ملازمت میں داخل ہوئے اور ان دونوں صاحب کمالوں نے اپنی شگفتہ بیانی اور عقل و دانش۔ فہم و فراست کی بدولت شاہزادے کے مزاج میں ایسا دخل پایا کہ خلوت و جلوت مقام و سفر کسی حالت میں اس کو ان کی جدائی گوارا نہ تھی اگرچہ کمال کی قدردانی اور سخاوت اس صاحب کمال جوہری کی عام تھی مگر جو عزت و منزلت امیر خسرو رحم اور امیر حسن رحم کی تھی وہ کسی دوسرے صاحب کی نہ تھی ۛ

شاہزادہ محمد سلطان لٹمان کا حاکم تھا امیر خسرو رحم اور امیر حسن رحم اور دیگر صاحب کمال شعراء اور علماء اور فضلا کی وجہ سے ان دنوں خطہ لٹمان رشک گستان ام ہو رہا تھا۔ شاہزادے نے دو مرتبہ اپنے مقربوں کو بہت سار پیوہ اور ناز و نایاب تحفہ و پیر شیراز میں حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں روانہ کیا اور امیر خسرو رحم کے اشعار بھی شیخ کے ملاحظہ کے واسطے روانہ کر کے نہایت ادب سے التماس قدم مینت لزوم کی فرمائی اور ارادہ کیا کہ لٹمان میں حضرت شیخ کے واسطے ایک خانقاہ طیار کر کر کچھ دیہات اس کے اخراجات کے واسطے وقف کرے مگر دونوں مرتبہ حضرت شیخ نے ضعف پیری کا عذر تحریر کیا اور ہر بار اپنے ہاتھ سے اپنے کلام کی بیاض مرتب کر کے شاہزادے کے پاس روانہ کی اور امیر خسرو رحم کے کلام کی بات تعریف لکھ کر ان کے ہم صحبت ہونے کی مبارکباد دی اور لکھا کہ اس جوہر قابل کی تربیت اور قدرا افزائی کرنی چاہئے ۛ

شیخ آذری نے کتاب جواب الالوار اور حاجی لطیف علی خاں نے آتشکدیں تحریر فرمائی ہیں کہ شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی ۷۷۱ عین پریند سالی میں شیراز سے

امیر خسرو کی ملاقات کو آخری مرتبہ ہندوستان میں تشریف لائے تھے اور ایک دوسرے کی صحبت سے مستفیض ہوئے۔ اور شیخ سعدی شعر میں حق استاد امیر خسرو پر ظاہر کرتے تھے۔ بعض مؤرخین نے اس روایت کو محض اس شک پر شکوک خیال کیا ہے کہ جس وقت ہندوستان اور ایران میں امیر خسرو کی شہرت ہوئی۔ اس وقت شیخ کا عالم ضعیفی تھا اور یقین نہیں آتا کہ اس عمر میں شیخ نے اس قدر دور واز سفر محض ایک نوجوان کے دیکھنے کی خاطر اختیار کیا ہو۔

امیر خسرو کی دلی ارادت اور اعتقاد کا حال جو شیخ سعدی ہم کی نسبت تھا ان کی اس بیت سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے بیت

خسرو برست اندر ساغر معنی بر بخت
شیر از مخنا نہ سعدی کہ در شیر از بود

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں ۶

جلد خفم دارد شیر ازہ شیرازی

امیر خسرو اور امیر حسن رح پاچہ برس تک ملتان میں شاہزادہ محمد سلطان کی مصاحبت میں رہے۔ ۶۳۳ھ میں دفعتاً خلک شعبدہ باز نے ایک نیارنگ بدلا۔ تیمور یا تیمر نامی مثل نے امرائے عظیم الشان چنگیز خانی سے تھا دریا۔ راوی کو عبور کر کے لاہور کے قریب فساد برپا کیا حاکم لاہور نے شاہزادہ محمد سلطان کو اس واقعہ کی اطلاع بذریعہ عرضداشت کے دی اس نے اپنے دربار میں تیس ہزار فوج کو تین ہزار پرٹھا اور نہایت سامان سے کوچ کرتا ہوا لاہور کے قریب دریائے راوی کے کنارے پر اپنچا یہاں مغلوں سے مقابلہ ہوا اور لڑائی کے بعد تیمور مثل شکست کھا کر بھاگا۔ امرائے ہند نے مفروضہ رد کا تعاقب کیا جو شاہزادے نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی تھی جلدی سے رح پاچہ سو غازیوں کے دریا کے کنارے ایک مقام پر نماز میں مشغول

ہوا اسی عرصے میں ایک مغل سردار نے کہ جس کے ہمراہ دو ہزار سوار تھے شاہزادے پر حملہ کیا۔ شاہزادے نے غار سے فارغ ہو کر ترکی بہ ترکی جواب دیا اور کئی بار حملہ کر کے بہت سے مغلوں کو قتل اور پکپا کیا۔ قریب تھا کہ مظفر و کامیاب ہو کہ ناگاہ ایک تیز شست قضا سے چھوٹ کر شاہزادے پر کیا اور فوراً طائر مرغِ روح تھنس غصہ سے بجانبِ روضہ قدس پرواز کر گیا مغل شاہزادے کے بہت سے ماتحتوں کو قید کر کے اور جو کچھ سامان ہاتھ لگا اُسے لے کر سپاہِ ہند کے اجماع کے خوف سے بھاگ گئے۔ امیر خسرو رحم بھی اس لڑائی میں شاہزادے کے ساتھ موجود تھے انہیں ایک مغل کے نوکر نے قید کر لیا اور جھول اور توہرا ان کے سر پر رکھوایا امیر خسرو رحم نے اس مضمون کو نظم کیا ہے۔ فرماتے ہیں ۛ

منکر بر من نهاده ام و منکر
توبه بر نهاده و گفت اجل

مغل ایرضرو کو قید کر کے ہرات و بلخ لے گئے جہاں سے دو برس بعد رمانی
 حاصل ہوئی اور اُنکاں و خیزاں ٹپیلی پہنچے۔ تاں اُس وقت زندہ موجود تھیں اُنکا
 بیٹے کے فراق میں برا حال تھا۔ بیٹے کی صورت دیکھ کر باغ باغ ہو گئیں ایرضرو
 لکھتے ہیں: "زیر قدم مادر ہستی شدم ادا از خود حالی کہ چشمہ بر من افتاد جوے شیر
 از استیاق رواں شد"

بہشت زیر قدم مائے ماوراست مام دو چوے شیراز و ہیں رواں نشان بہشت

چند روز پمپالی میں قیام کر کے امیر خسرو مدہلی پہنچے۔ اور سلطان غیاث الدین بلبن کے دربار میں حاضر ہو کر اپنے وہ دو پورے قصیدے جو شاہزادے کے مرثیے میں لکھے تھے اس رقت سے پڑھے کہ تمام دربار میں سنا اچھا گیا اور ہر کس و ناکس ٹواڑا جس بار بار کرونے لگا۔ سلطان غیاث الدین اس قدر رویا کہ بخارا گیا اور ایسا بخارا کیا کہ اسی صدر اور بخارا سے تیسرے ہی دن انتقال کیا۔ مہینوں مدہلی کے لوگ ان مرثیوں کو

مات دن پڑتے اور اپنے عزیزوں کی یاد میں جو اس لڑائی میں شہید ہوئے تھے روتے رہتے تھے
یہ پروردہ میرے دیوانِ عترۃ الکمال میں موجود ہیں اور منتخب التواریخ بدایونی میں
بھی نقل کئے گئے ہیں۔ ایک ترکیب بند کے چند شعر یہ ہیں۔

واقعہ ہستیں یا بلال از آسمان آمد پدید	آفت است این یاقیامت و جہاں آمد پدید
راہ و دنیا و عالم وادسیل فتنہ را	رخنہ کا سال و ہندوستان آمد پدید
مجلس یاداں پریشاں شد چو برگ گل با	برگ ریزی گوئی اندر گلستان آمد پدید
بسکہ آج چشم خلقے شد رواں و چار سو	بیخ آب و دیگر اندر سولستان آمد پدید
خواتم ہذا آتش دل برزباں آرم سخن	صد زبان آتشیم در رواں آمد پدید

امیر حسن نے بھی اس حادثہ جالگاہ کا ایک مرثیہ فرمایا ہے لکھ کر مٹھان سے دہلی
بھیجا تھا جو کتاب منتخب التواریخ میں درج ہے :-

اس کے بعد امیر علی میر جادار نے جو سلطان غیاث الدین بلبن کا موسیٰ زادہ
اور امراءِ عظیم الشان سے تھا اور قابلیت و علمیت کے ساتھ بذل و کرم حسن اخلاق اور
و دیگر صفات حمیدہ سے موصوف اور بوجہ اپنی سخاوت کے عام و خاص میں حاتم خاں
کے نام سے مشہور تھا امیر خسرو نے کو نہایت اعزاز و اکرام سے اپنی ملازمت میں لے کر جفا
ہیں رکھا۔ امیر خسرو نے اپنے دیوان میں امیر موصوف کی بہت تعریف و توصیف کی
ہے اور اس نامہ اسی کے نام پر لکھا ہے جس کی دو تین بیتیں یہ ہیں :-

شاہِ عہدِ اختیار دولت و دیں	آفتابِ شرف بہ خانہ زیں
ہم علی نام ہم پر شیر ولی	شیر و لیل سوار ہر سچو علی
عالے چوں عثمان بحبیبانی	بسترِ ازیانہ بستانانی

سلطان معز الدین کی قیباؤ نے اپنے باپ بغزخان ناصر الدین کی ملاقات کے

سلطان معز الدین کی قیباؤ ناصر الدین بغزخان کا بیٹا اور غیاث الدین بلبن کا پوتا تھا بعد وفات
غیاث الدین بلبن کے ارادہ اور اعیان سلطنت نے اس کی وصیت کے خلاف بجائے شاہزادہ کھنسر پسر
محمد سلطان و لہمد سلطنت کے بس کو اٹھارہ برس کی عمر میں تخت نشین کیا۔ اس نے تخت نشین ہو کر
عیش و عشرت پر کمر باندھی اور خلاف عہد سلطان غیاث الدین مجاہدوں اور سحرزوں اور باب نشاۃ
کا جھگڑا کر بار میں ہونے لگا۔ جب امورات سلطنت سے بادشاہ نے لاپرواہی اختیار کی تو ملک
نظام الدین وزیر کو اپنی بادشاہی کی سوجھی اور اس کے جڑ توڑ میں مصروف ہوا اولیٰ بادشاہ کو بہکا
کر شاہزادہ کھنسر کو قتل کروا دیا اس کے بعد شاہی خاندان کے دوسرے شاہزادوں اور دیگر امراء کے
استیصال میں مصروف ہوا۔ جب کقباء کے باپ بغزخان ناصر الدین نے جو بنگالے کا صوبہ دہلی تھا
دوبارہ کایہ حال سنا تو بیٹے کو نصیحت آمیز خطوط تحریر کئے مگر کقباء نے غرور جوانی اور عیش و عشرت میں
باپ کی ایک بھی نہ سنی۔ مجبور ہو کر ناصر الدین بغزخان لکھنؤ کی (دھرم مقام بنگالہ) سے مع فرج کے
دہلی روانہ ہوا اور ہرے بادشاہ بھی فرج لے کر باپ سے لڑنے کو دہلی سے روانہ ہوا اور یہاں سے سرو
کے کنارے دونوں لشکر اکٹھے ہوئے اس وقت غیاث الدین بلبن کے عہد کے امراء نے یہ بیان
میں پڑ کر باپ بیٹے میں صلح کرا دی اور دونوں ایک دوسرے سے ملے۔ اخیر ملاقات میں باپ نے
بیٹے کو طرح طرح کی نصیحتیں کیں مگر وہاں سے رخصت ہو کر لکھنؤ کی کو واپس گیا بادشاہ دو چار
دن باپ کی نصیحتوں کا پابند رہا لیکن خوب صورت معشوق اور ہری و شس مطربوں نے طبع طبع کے
اکثریوں سے بادشاہ کی توجہ کے ہزاروں ٹھوسے کر ڈالے اور وہ پھر اسی لہو و لب میں مشغول ہو گیا۔
جس کا نتیجہ ہوا کہ ^{۱۱۲۰} ۱۱۲۰ء میں اس کو فوج کا عارضہ ہو گیا اس سبب سے بعض امراء نے
اس کے بیٹے کی مرث کو شمس الدین کے نام سے تخت پر بٹھایا مگر امراء خلیج نے مخالفت کر کے کیمرٹ اور
کقباء دونوں کا کام تمام کر دیا اور اسی کے ساتھ ترکوں کی سلطنت کا جو خاندان فخر کے غلام ہونے کی وجہ
خاندان غلامان کے نام سے موسوم ہے خاتمہ ہو گیا اور اسے غلامی نے ملک جلال الدین خلجی کو تخت نشین کیا۔

بعد امیر علی جامد کو اودھ کی صوبہ داری پر مقرر فرمایا امیر خسرو م بھی امیر علی کے ہمراہ شہری
 لشکر میں موجود تھے یہ بھی ان کے ہمراہ اودھ گئے اور دو برس تک وہاں مقیم رہے
 امیر خسرو کی والدہ اور گھر کے سب لوگ ہلی میں تھے۔ جب انکو دہلی سے گئے جو دو برس کا عرصہ گزر گیا
 مادرِ شفقت نے شفقتِ ماری سے تباب ہو کر کئی خط انکی طلبی میں روانہ کئے سچ تو یہ ہے کہ
 احسان وہ چھپا ہوا جادو ہے کہ اس کے اثر سے سچا ناممکن ہے امیر علی کی بے انتہا
 عنایت اور احسان نے امیر خسرو م کے دل پر ایسا اثر پیدا کیا تھا کہ حروفِ رخصت
 زبان پر نہ لاسکتے تھے۔ جب ماں کے کئی خط آئے اور محبتِ ماری کی کشش
 تقنا طبعی نے ان کے دل پر بے انتہا اثر پیدا کیا اس وقت ایک دن رکتے رکتے
 امیر علی سے یہ حال بیان کیا۔ اس دریا دل نے دو کشتی زر و جواہر عطا فرما کر نہایت اعزاز
 و اکرام سے انہیں دہلی روانہ کیا امیر خسرو م نے ایک مہینے میں اودھ سے دہلی کا راستہ
 طے کیا اور ماہ و یقینہ ^{۱۱۴۶} میں دہلی پہنچ کر اپنی مادرِ شفقت کی قدیم سوسی اور دیگر
 احباب کی ملاقات سے خرسندی حاصل کی *

امیر خسرو م کے آتے ہی تمام شہر دہلی میں دھوم مچ گئی۔ دوستانہ جلسے اور
 شعرو سخن کے چرچے شروع ہو گئے۔ دوسرے ہی دن دربارِ کیفیادی میں ان کے
 تشریف لانے کا مذکور ہوا بادشاہ نے فوراً چوب دار کو دوڑایا انہوں نے حاضر ہو کر
 قصیدہ بادشاہ کی مدح میں سنایا۔ بادشاہ نے اس کے صلے میں خلعت اور دو ہزار
 دینارِ محنت فرمائے اور روزانہ مقرر کر دیا۔ امیر خسرو م نے جو قصیدہ اس موقع پر سنایا
 تھا اس میں اکیس شعر ہیں اور ہر شعر سے کمالِ شاعری اور بلند خیالی ظاہر ہوتی ہے۔
 چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔

در دماغِ مملکت باو سلیمانی نشست
 نام اور نامہ دولت پر عخوانی نشست

سنت ایزور کہ شہِ برتختِ سلطانی نشست
 شہِ معز الدین والدینا کہ از دیوانِ غیب

کیقباد آل گوہر تاج کیاں کز جسم تیغ	آلج انباراں بستہ و تخت توراتی نشست
ایسیاں کز کرم آوازہ در عالم گفتند	آل ہمہ آوازہ ماے ابر نیسانی نشست
دید تھر شاہ را با برج جوزا ہسم کمر	بندہ خسرو پں عطار و درنا خوانی نشست
چشم تو بیدار دولت با تو از خون بخت	جملہ بیداران گنہمند و تو توانی نشست

سزا الدین کیقباد نے امیر خسروؒ سے فرمایا کہ اسے ختم سخن پر وراں میرے اور پدر مہربان کی ملاقات کے واقعات کو اپنی معجز بیانی سے پیکر نظم کے قالب میں ڈھال کر کلمات سحرانیز سے حیات جاوید کا لباس پہنا۔ امیر خسروؒ نے چھ مہینے کے عرصہ یعنی رمضان ۶۱۲ھ میں اس قالب بے جان کو اپنے سحر شاعری سے نظم کی روح پھونک کر پری پیکر بنایا اور قرآن السعیدین کے خوشنما بلکہ قابلِ رحبانام سے موسوم کیا۔

۶۱۲ھ ۶۱۲ھ میں آفتاب اقبال کیقبادی غروب ہو کر دربار فیروزی و جلال فیروز شاہ خلجی کا ستارہ طلوع ہوا۔ جلال الدین فیروز شاہ اس سے پہلے میر جامداری

ملہ جلال الدین فیروز شاہ کا املی نام ملک فیروز اور شاہیستہ خاں خطاب تھا۔ ۶۱۲ھ میں شتر برس کی عمر میں تخت نشین ہوا یہ بادشاہ علیم و کریم اور طبع نوزوں رکھتا تھا اور صفت قدرت اسی اور سستی اور عدل و انصاف سے موصوف تھا۔ اس نے اپنے تمام ایام سلطنت میں دسواے و قوع سید و ولی کسبھی مرعوف کو بھی نہیں ستیا جن لوگوں نے اس کے عہد میں بغاوت کی اور اس کے سامنے گرفتار ہو کر آئے انہیں بھی باوجود اراے سلطنت کی بے حد مہلکت کے کوئی عز نہیں پہنچایا اور سچ نہایت اخلاق و تواضع سے پیش آیا۔ بہت سے علماء و فضلا و دیگر صاحب کمال اس کے انعام و اکرام سے بہرہ یاب ہوتے تھے اس کے نتیجے میں اور اہل علم الدین نے جو کڑہ کا حاکم تھا اس کے بغیر اجازت نہایت دور و انداز سے ملنے کے دکن میں دیو گڑھ دولت آباد پر چھا پا جالار اور جب واماں سے بہت سا قیمتی مال لے کر واپس آیا تو بادشاہ کی ہوس پیدا ہوئی اور بادشاہ

کے معزز عہدہ پر مامور تھا اور اسی وقت سے امیر خسرو رحم کی مصاحبت کا آغاز ہوا۔
حاصل تھا۔ جب اقبال نے ہاوری کی اور میر جامداری سے بساط شاہی پر قدم
رکھا امیر خسرو رحم کو نوازشات شاہی سے ممنون فرما کر اپنے تمام مقربوں کا سردار
کیا اور شغلِ صحت داری اور منصبِ امارت کا اختصاص بخشا اور بارہ سو نیکو
تخوہ مقرر فرمائی۔

امیر خسرو رحم کو بادشاہ کے بیٹے اختیار الدین خانناں سے بہت محبت
تھی اس کی وفات سے اس نے بہت قلق ہوا اور انہوں نے اس کا یہ پردہ
مرثیہ لکھا ہے۔

کو دیکھ کر دے کر کڑھ بیا ملک احمد چپ نے جو برا غفلت اور تجربہ کار اور غیر خواہ وزیر تھا۔ بادشاہ کو ہر چند
سکھایا مگر بادشاہ کچھ نہ سمجھا اور یہی کتار ماکہ علاؤ الدین میرا ہی نمک پروردہ ہے اور میں نے ہی
اس کو اس مرتبہ پہنچایا ہے وہ میرے ساتھ کبھی بڑائی نہیں کرے گا۔ تیجیہ ہوا کہ ۱۷ رمضان
۶۹۵ھ کو علاؤ الدین نے اپنے ولی نعمت اور چچا جلال الدین کو نہایت دھوکے اور کمینہ پن سے
قتل کرادیا تاریخ فرستہ میں لکھا ہے کہ جو شخص قتل بادشاہ جلال الدین میں شریک تھے
دو تھوڑے ہی عرصے میں بلائے عظیم میں مبتلا ہو کر جہنم کو سدھارے اور بھلے محمود سالم و قاتل
جلال الدین کو ایک سال کے بعد جدام ہو گیا اور خونِ فاسد سے اس کے بدن کا تمام گوشت
ٹھوٹے ٹھوٹے ہو گیا اور اختیار الدین دیوانہ ہو گیا اور حالتِ نزع میں چلتا تھا کہ سلطان جلال
تکوار ہاتھ میں لئے ہوئے میرا سر کاٹ رہا ہے۔ اسی طرح اور لوگ بھی طرح طرح کی مصیبتوں
میں گرفتار ہوئے۔

۱۸ھ اس وقت میں ننگہ ایک تولہ سونیا چاندی کا مسکوک ہوتا تھا اور ہر ننگہ چاندی کے
پچاس پیسے تانبے کے ہوتے تھے جن کو جیتل کہتے تھے۔ جیتل کا وزن ایک تولہ یا پونے
دو تولہ کا ہوتا تھا۔

چہ روز است ایکنہ من خورشید تابان نے بیہ	وگر شب شد چراغ و رخشاں را نمی بینم
دور روزے محبت کا مژرا برامدہ آفتاب من	کہ اندر چشمہا جزا بر و باران را نمی بینم
بہند و ستاں خطائے گشت پیدا و بہرہ سے	ہے بیہم ہزاراں چین و غاقان را نمی بینم
لگین خاتم شاهی بہکان سنگ پناہ شد	دل چوں لعل خوش زان سبک را نمی بینم
شد اینک بر تخت و بزرگان صف زدہ ہر	ہمہ ہستند لیکن خانہاں را نمی بینم
چو دولت کو رویدم گھنٹش خواہی بسر افتاد	چہ خواہم کرد چوں محمود سلطان را نمی بینم

منقول ہے کہ سلطان جلال الدین نے اپنے عہد سلطنت میں کئی مرتبہ حضرت سلطان المشائخ رحمہ سے خانقاہ معلیٰ میں حاضر ہو کر قدمبوسی حاصل کرنے کی اجازت چاہی مگر آپ نے ہر مرتبہ بادشاہ کو اس ارادے سے باز رکھا اور اجازت نہ دی۔ ایک دن بادشاہ نے امیر خسرو رحمہ سے بیان کیا کہ حضرت تو اجازت حاضری کی نہیں دیتے اور مجھے حصول قدمبوسی کا از حد اشتیاق ہے میرا ارادہ ہے کہ بلا اجازت خدمت میں حاضر ہو کر قدمبوسی حاصل کروں۔ اس کے بعد ان کو منع کر دیا کہ اس راز کو حضرت سے نہ بیان کرنا۔ اب امیر خسرو در سخت پریشان ہوئے کیونکہ اگر بادشاہ کا راز حضرت سے بیان کرتے ہیں تو جان کا خوف ہے اور اگر نہیں بیان کرتے ہیں تو حضرت کی ناراضگی کا خیال ہے آخر کار انہوں نے جان پر کھیل کر یہ راز حضرت سلطان المشائخ رحمہ سے بیان کر دیا۔ آپ اسی وقت جو من (پاک پٹن) اپنے پر حضرت فرید الدین گنج شمس امد سرہ العزیز کی خدمت میں روانہ ہو گئے۔ صبح کو بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا۔ قیافہ سے معلوم کیا کہ امیر خسرو رحمہ نے راز افشا کر دیا اور اسی وجہ سے حضرت کنارہ کر گئے۔ انہیں بلکا کر دریافت کیا انہوں نے سچ سچ حال بیان کر دیا اور کہا کہ اے بادشاہ تیری ناراضگی میں صرف جان کا خوف ہے اور حضرت کی ناراضگی میں سلب ایمان کا خوف تھا اس وجہ سے

میں نے جان پر ایمان کو ترجیح دے کر حضرت پر یہ حال ظاہر کر دیا۔ وانا بادشاہ بنے یہ
برہنہ جواب سن کر خاموشی اختیار کی ۛ
امیر خسرو م نے جلال الدین خلجی کی مدح میں کئی قصیدے لکھے ہیں جو ان کے
دیوان میں موجود ہیں اس مقام پر صرف ان کے مطلع پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

مطلع قصیدہ اول

سپید دم کو فلک جام زربہ گہیاں داد ۛ نسیم عالیہ در دامن گلستان داد

مطلع قصیدہ دوم

سپیدہ دم چو ہوا گشت بوستان فرمؤ ۛ بساط خاک زویا باؤ پر نیاں فرمود

مطلع قصیدہ سوم

شیریں دہان یار کر اہت بجاں دہد ۛ آب حیات ازاں لب شکر قشاں دہد

مطلع قصیدہ چہارم

چو زلف یار شکن بر شکن رہے پیچد ۛ دو ہزار دل مردوزن رہے پیچد

وقوعہ سید مولے

سلطان جلال الدین کے عہد کا ایک عجیب و غریب واقعہ قتل سید مولے
کا ہے۔ اگرچہ ہماری کتاب کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مگر چونکہ یہ قصہ نہایت
دلچسپ۔ حیرت انگیز اور افسوسناک ہے لہذا غالباً بے موقع نہ خیال کیا جائے گا۔

سیدہ بولی ایک صاحب کمال اور عابد و زاہد بزرگ تھے۔ جرجان ان کا اصلی وطن تھا۔ انہوں نے مدتوں جرجان سے سمرقند کی طرف مسافرت کی اور خاں پرستان حقیقت کش سے صورت و معنی کا فیض پا کر اور خدا شناسی کی انکھیں روشن کر کے اپنے وطن کی طرف مراجعت فرمائی۔ اس کے چند روز بعد قطب الاولیا حضرت مخدوم فرید الدین شکر گنج رحم کی زیارت کے شوق میں ہندوستان تشریف لائے اور اوجھن میں جواب پاک پٹن کے نام سے مشہور ہے، آپ کے ملاقات کی اور مدت تک آپ کی صحبت میں رہ کر فیض معجزی حاصل کیا۔ بعد ازاں آپ سے دہلی کی سیر کی اجازت حاصل کی۔ رخصت کے وقت حضرت قطب الاولیا رحم نے ان سے فرمایا کہ ایک نصیحت یاد رکھنا کہ ملوک اور امراء اور مقرران شاہی کے ساتھ اختلاط نہ کرنا اور ان کی آشنائی سے محترز رہنا کس واسطے کہ مصاحبت اور اختلاط اس جماعت کا ہم فقیروں کو سبب ہلاکت کا ہے۔ غرض سیدہ بولی اوجھن سے روانہ ہو کر سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد میں دہلی آئے اور وہاں ایک عظیم الشان خانقاہ تعمیر کر کے فقر اور مساکین کی دعوت و ضیافت میں مصروف ہوئے۔ جتنے درویش اور مسافران کی خانقاہ میں آتے تھے ان میں سے کوئی محروم نہ جاتا تھا۔ اگرچہ آپ نماز پانچوں وقت کی ادا فرماتے تھے مگر جمعہ میں حاضر نہ ہوتے تھے اور جماعت کے چھٹی طرح پابند نہ تھے۔ لیکن مجاہدہ اور ریاضت بہت فرماتے تھے اور نفس کشی کا یہ عالم تھا کہ سوائے ایک چادر کے اور کچھ نہ رکھتے تھے نہ کوئی عورت یا خادمہ آپ کے پاس رہتی تھی کسی سے کچھ لیتے نہ تھے اور اس قدر خرچ کرتے تھے کہ لوگ محو حیرت ہو کر خیال کرتے تھے کہ کیا کے صاحب کمال ماہر ہیں۔ بادشاہ غیاث الدین بلبن کے انتقال کے بعد عہد کی قیادہ میں کہ زمانہ غفلت اور بے خبری کا تھا۔

آپ کے اشارہ و اشار کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ بڑے بڑے امراء اور خزانہ و شہنشاہ دو دنوں وقت خانقاہ میں حاضر ہو کر ایسے طعام لذیذ نوش فرما۔ تم تھے کہ سلطان روزگار کو بھی میسر نہ ہونے تھے اس کے علاوہ کسی کسی کو دو دو تین تین ہزار شکرہ سونے نے انعام میں بھی مل جاتے تھے۔ ہزار مئی میدہ اور پانچ سو من گوشت اور دو سو من مصری اور دو سو من شکر اور کئی من گھی خانقاہ کے باورچی خانہ میں روزانہ صرف ہوتا تھا۔ سید مولیٰ کا یہ قاعدہ تھا کہ جب کسی شخص کو کچھ عطا فرما چاہتے یا قیمت ان اشیاء کی جو روزانہ خریدی جاتی تھیں دینے کا ارادہ کرتے تو کہتے کہ فلاں بوریے یا فلاں پتھر یا فلاں اینٹ کو اٹھاؤ اس کے نیچے اس قدر شکرہ نقرئی یا طلافی ہیں انہیں لے لو۔ جب وہ چیز اٹھائی جاتی ارشاد کے بموجب اس کے پیچھے سے بارہ ہوتا تھا۔ اور اس کے ایسے نئے نکلتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ اسی وقت مکسال سے نکل آئے ہیں۔ جب خلیجوں کا زمانہ شروع ہوا اور ملک الامر افشار الدین کو توال نے جو عہد غیاث الدین بلبن کا چرنا امیر اور بادل و کرم حسن اخلاق اور برگزیدہ اوصاف میں اپنا نظیر رکھتا تھا وفات پائی اور اس کے متوسلین و خزانہ اور بارہ ہزار حافظ قرآن کہ اس کے ملازم اور ہر روز ہزار مرتبہ قرآن شریف ختم کرتے تھے اور اس قدر سپاہی اور دیگر ملازم بے روزگاری سے پریشان ہوئے یہ سب بھی سید مولیٰ کی خانقاہ میں حاضر ہونے لگے خانخانان سلطان جلال الدین کا بڑا بیٹا بھی سید بزرگ کے فضائل اور کرامات دیکھ کر بہت متعقد ہو گیا اور اکثر اوقات خدمت عالی میں حاضر رہنے لگا اور دیگر امراء اور قربان شاہی بھی شب و روز سید موصوف کی خانقاہ میں حاضر ہو کر نعمت لائے گوناگوں کہ انہیں اپنے دست و توان بر میسر نہ ہوتی تھی مہتیا پاتے اور ان کے اشارے سے طاقتوں اور امینوں اور

پتھروں کے نیچے سے سونے اور چاندی کے ٹکڑے حاصل کر کے عیث و عشرت میں بسر کرتے تھے فورت یہاں تک پہنچی کہ قاضی جلال الدین کاشانی نے جوہر دقتہ انگیز اور ہما جان شاہی سے تھک سید مولیٰ کو سلطنت کی ترغیب اور تحریص دینی شروع کی اور سمجھایا کہ قاور طلاق نے آپ کو اس قدر قدرت محض اس غرض سے عطا فرمائی ہے کہ سلطنت اسلامیہ کو ظالموں کے ہاتھ سے نکالے اور شریعت رسول اللہ کی پیروی کر کے خلقت خدا کو عدل و انصاف کے ہدائن وہاں میں رکھئے اگر آپ اس میں تہاہل کر نیگے تو فردائے قیامت کیا جواب دیگے۔ سید مولیٰ نے لوازم بشریت سے جوہر بشر کے ساتھ لاقی ہیں اور قاضی جلال الدین کی چرب زبانی سے دھوکا کھایا اور ہر ایک مرد کو خطاب اور منصب دینا شروع کیا اسی عرصے میں چند مریدوں نے کماہت باندھ کر ارادہ کیا کہ بادشاہ کا کسی موقع پر کام تمام کر کے سید مولیٰ کو تخت پر بٹھادیں۔ مگر یہ راز قبل از وقت افشا ہو گیا۔ سلطان جلال الدین بھیجی نے سید مولیٰ کو مع قاضی جلال الدین کاشانی اور دیگر متعقدین کے دربار میں طلب کیا۔ اور تحقیقت حال استفسار فرمائی۔ سب بالاتفاق منکر ہوئے اور کہا کہ ہم اس امر سے مطلق آگاہ نہیں ہیں۔ جب ان کا انکار حد سے گذراتو بادشاہ نے ان کی ماست گوئی کے امتحان کیو اے صمرائے بہاؤ پور میں ایک مقام پر آگ جلو کر حکم دیا کہ یہ لوگ آگ میں سے گذریں تاکہ ان کا جھوٹ اور سچ ظاہر ہو جو وقت سید مولیٰ نے بہ آواز بلند کلمہ شہادت پڑھا اور آگ میں داخل ہونا چاہا۔ بادشاہ کو رحم آیا اور علماء سے فتوے طلب کیا کسی نے فتوے نہ دیا اور بالاتفاق عرض کیا کہ یہ معمول شریعت میں کسی طرح جائز نہیں ہے۔ آگ بالطبع جلانے والی ہے راست گو اور دروغ گو کو کیساں جلا دے گی۔ علماء کی اس راست گوئی کے باعث بادشاہ اس ارادے سے باز آیا اور اسی وقت قاضی جلال الدین کو توہمیلی سے بدایوں تہاہل کر دیا اور دیگر اشخاص کو جو منہم ہوئے تھے دار السلطنت سے نکلوا دیا اور سید مولیٰ

سے طرح طرح کے سوالات دریافت کرنا شروع کئے جن کے جواب بھی معقول پائے
جب کسی طرح کا الزام شرعی ان پر ثابت نہیں ہوا تو بھی ان کے وجہ کو موجب غل
سلطنت تصور کر کے شیخ ابو بکر موسیٰ حیدری کو جو حیدری فقیروں کا سردار تھا کو ٹھک
کے قریب بلایا اور کہا کہ اسے درویشوں انصاف کرو کہ اس مرد نے میرے حق میں کس قسم
کا ظلم کیا ہے اور کس قسم کا خلل پہنچا یا چاہا ہے یہ سن کر سنجری نام ایک تفلند بیاباک
نے سید بولی کے تن نامزین کو اُسترے سے مجروح کیا اور سونیاں چھوئیں۔ سید
بولی چلائے اور کہا کہ مجھے جلد اپنے مبداء پر پہنچاؤ میں اپنے قتل ہونے سے آرزو
نہیں ہوں بلکہ خوش ہوں لیکن یقین رکھنا کہ آزار طائفہ درویشاں شوم ہے عینت
نہیں رکھنا۔ عنقریب اس کی مکافات ملے گی۔ باوشاہ سید موصوف کے قتل
میں متروک اور متغافل رہی تھا کہ اس کے منجھلے بیٹے ارکلی خاں نے جو اپنے بڑے بھائی
خانخاناں کی عداوت کی وجہ سے ان سید بزرگ سے بھی عداوت رکھتا تھا کو ٹھکر
سے فیلبان کی طرف اشارہ کیا۔ جس نے فوراً دست با تھی چھوڑ کر سید بولی کو شہید کر دیا۔
ضیاء الدین برنی صاحب تاریخ فیروز شاہی کا بیان ہے کہ میں اس روز وہلی میں
تھا مجھے خوب یاد ہے کہ سید بولی کے قتل کے بعد ایسی سیاہ آمدھی اُٹھی کہ جہاں
تا ایک ہو گیا اور بھوڑی و بڑنگ یہ نوبت رہی کہ کوئی کسی کو نہ دیکھ سکتا تھا اور اسی
سال یعنی سن ۷۹۱ھ میں وہلی اور اس کے قرب و جوار میں بارش کی کمی کی وجہ سے ایسا
تھل پڑا کہ عوام الناس نے بھوکوں کے مارے جناہیں گر کر کربان دی اور اس واقعہ کے
بعد اوبارود اسپہ جلال الدین خلجی کی سلطنت پر تاخت لایا اور روز بروز قضیت نامرضیہ پیش
آنے لگے اور اس کی شاہی میں رونق پائی نہ رہی۔ مشہور ہے کہ سید بولی اس حادثہ
کے دو برس پہلے سے برباعی اکثر بڑھا کرتے تھے رباعی

لغات تاریخ فیروز شاہی ضیاء الدین برنی تاریخ خوارزمیہ منتخب التواریخ وغیرہ۔

در مطبخ عشق جز نگورانه کشند
لاغر صفتان و زشت خورانه کشند

محر عاشق صادق ز کشتن مگریز
مروار بود ہر آنکہ اورانہ کشند

سات برس اور چھ مہینے کے بعد جلال الدین فیروز شاہ کی بہار سلطنت بھی خزاں کی فحش سے تباہ و برباد ہوئی اور ۲۲ دے الحجہ ۶۹۵ھ سے سلطان علاؤ الدین خلجی کا دورہ شروع ہوا۔ یہ بادشاہ سلطنت سے پہلے توالف کے نام بے بھی نہ جانتا تھا لیکن تخت نشین ہو کر کچھ حروف شناس ہو گیا تھا کہ اس کو اپنی علمی لیاقت پر ایسا طعنے علاؤ الدین خلجی - اپنے چچا جلال الدین خلجی اور اس کے بیٹوں اور بہت سے امیروں کو قتل و برباد کر کے تخت نشین ہوا۔ اول اول تالیف قلوب کے لئے خزانوں کے منہ کھول دیے اور بے شمار زر و جواہر ڈاکر خاص و عام کو مال کیا جب خوب تسلط ہو گیا اور کوئی عہدیدار سلطنت کا باقی نہ رہا تو نہایت تشدد سے جس قدر خاص و اکرام میں غور و نظر کیا سب واپس کر لیا۔ اس بادشاہ نے جس میں برس اور کئی مہینے نہایت شان و شوکت کے ساتھ سلطنت کی اور باوجود اس کے کہ پڑھا کھانا تھا کہ کمال فراست سے اپنے کل ایام سلطنت میں نہ کسی کو کیا بارگی ایسا بڑھایا کہ وہ اپنے آپے میں نہ رہتا کسی کی خدایت ذاتی کو فرو گذاشت کیا۔ قانون و ادع اور بہت سے نئے قانون اپنی طبیعت سے ایسے نکالے کہ جو کج تنک اس کی مہربانہ لیاقت اور عالی و مافی کو ثابت کرتے ہیں۔ نقد - کپڑا - گھوڑے وغیرہ اعلیٰ چیز سے لے کر اونٹنے چیز تک سب کا زرخ ایسا مستحضر کر دیا تھا کہ خاص و عام کو اس سے بہت بڑی آسائش ہوئی اور ایسا اچھا انتظام کیا تھا کہ کسی کو مقدمہ نہ تھا کہ شاہی مقرر شدہ نرخ سے کم و بیش غریہ و فرحت کر سکے ان سب حالات اور انتظامات کی تفصیل تاریخ فیروز شاہی ضیاء الدین بنی میں موجود ہے۔ وکن اور دیگر ممالک میں اس کو اس قدر فتوحات حاصل ہوئیں کہ عوام کو اس کی کراست کا گمان پیدا ہوا بعض جاوہر خیال کرنے لگے اور بعضوں کو یقین تھا کہ یہ سب برکت حضرت سلطان الشیخ کی توجہ کی وجہ سے ہے۔ آخر ایام سلطنت میں جبکہ بادشاہ بیمار ہوا اس کے منظور نظر غلام ملک کاغور کو جس نے وکن کی لڑائیوں میں بڑا نام پایا تھا اس کے مزاج میں ایسا دخل پیدا ہوا کہ اس کو سلطنت

انھیں نہ تھا کہ کسی عالم کو اپنے روبرو کچھ نہ جانتا تھا کسی فاضل کا مقدور نہ تھا کہ آگے آگے زبان ہلا سکے۔ آغاز سلطنت میں پٹنمبری کی سوچھی جب یہ بات بن نہ پڑی تو سکندری کی لوگنی باوجود اس کے امیر خسرو دم کی بہت وقعت کرتا تھا اس نے اپنے عہد میں ایک ہزار نمکہ ان کی سخاوت مقرر کی تھی۔

امیر خسرو دم کی تصنیف و تالیف کا زیادہ حصہ اسی بادشاہ کے نام پر ہے۔ جس کی تفریح کسی دوسرے مقام پر کی جاوے گی۔ امیر خسرو دم کی حق گوئی پر ہزار آفریں ہے کہ جہاں انہوں نے اس کی تعریف و توصیف میں بڑے بڑے عالیشان اور پر زور مقصد سے لکھے ہیں وہاں اس جبار بادشاہ کو جس کے سامنے تمام عالموں کو محض اس خوف سے جاہل بننا پڑا تھا کہ ان کی تحصیل علم بادشاہ کے تحصیل علم سے زیادہ نہ ظاہر ہو جاوے۔ بہت سی نصیحتیں بھی کی ہیں۔ ایک موقع پر بادشاہ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳ کے خواب پریشان دکھائی دینے لگے اور اس نے بادشاہ کا دل غمخاں اور شاہی خاں اس کے دونوں بیٹوں سے ایسا پھیر دیا کہ اس کو ان کی جانب سے شک پیدا ہو گیا اور دونوں بھائیوں کو گوالیار کے قلعہ میں نظر بند کر دیا اور ملک کافر کی صلاح سے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے شہاب الدین کو جو بہت خرد سال تھا ولیعهد کیا اور اس کے بعد دوسرے تیسرے ہی دن پشوال ۱۶۱۶ء کو انتقال کیا۔ ملک کافر نے شہاب الدین کو تخت نشین کیا اور ایک امیر کو گوالیار کے قلعہ میں جمعہ جگر خزان اور شاہی خاں کی آنکھیں نکلوا ڈالیں اور بادشاہ کے چوتھے بیٹے مبارک خاں کو تیار کر کے اس کی آنکھیں نکلوانے کی فکر میں تھا کہ مبشر اور بشیر نامی دوسروں نے جو قہر نزار ستون کے محافظ تھے اپنے ولی نعمت کے خاندان کی تباہی دیکھ کر اس مردود کا بھی کام تمام کر دیا۔ اور مبارک خاں کو قید سے نکال کر تخت سلطنت پر بٹھایا۔

چوں خدایت سیرِ شایہی داد	حکمت از سادہ تا بہ مہرِ داد
کوش کا سودہ داری از شایہی	حکمتی را از سادہ تا سہرِ داد
بہر تماش ز عدل کم نہ کنی	برست مکار جز بستم نہ کنی
خوابن را برفاں گئی ز گذر	خاک رکن را کنی نہال ز سر
چوں بہ پلای غلغ و ہی حالی	از غنیمت مہر دل کن حنالی
عالم آسودہ کن بہ نعمت وجود	تا تو خوش باشی رضا خوشنود
چوں بہ حاصل ہی نوالہ و جام	کام شای خوش کنی بہ نعمت و کام
یاد کن زان گداے بے توشہ	کہ شب افندہ گر سہ در گوشہ
کہ چو فردا شمار کار کند	اول از مفلسان شمار کند
پہل چوں مہر راتہ پاسود	پیش از پسیان خواہد بود
تا توانی بہ داد و دین گراے	کہ بود ملک زین دو پایہ بجایہ
بنمہ و رخن کند چو دامن چست	دیت از پادشاہ بباہد جست
گھر چہ در سہ آہنسی محصوم	مشو امین ز ماوک مطلوم
وہ کس نیست دشمن تن تو	غفلت تو بس است دشمن تو

سوال ۱۹۱۶ء میں علاؤ الدین خلجی کا اقبال سکندری پر وہ ظلمات میں غروب ہوا۔ اور شہاب الدین عمر کی تین جہنم کی برائے نام سلطنت کے بعد محمد علی علیہ السلام کو قطب الدین مبارک شاہ تخت پر بیٹھا امیر خسرو رح نے مثنوی نہ سہرا ہی بادشاہ کے لئے قطب الدین مبارک شاہ نے تخت نشین ہو کر اول اول تو اچھا انتظام کیا لیکن تھوڑے ہی دنوں میں عیش و عشرت میں مبتلا ہو گیا اور ایک غلام حسن نامی پر ایسا فریفتہ ہوا کہ اس کو خرو خاں کا خطاب دے کر وزارت کا منصب عطا کیا۔ ۱۹۱۶ء میں قطب الدین کو تو ال کو گو الیا بھیج کر دوا داران سلطنت یعنی اپنے بھائیوں خضر خاں اور شادی خاں اور شہاب الدین خاں کو قتل کرا دیا۔

اہم پر لکھی ہے جس کے صلے میں اس نے باغی کے ہوزن زرو جو ایران کو عطا فرمایا تھا
ایز خسرو اس دشمنی میں تھوڑے فرتے ہیں *

(سلطان قطب الدین کی زبان سے)

پنازین پچوں من اسکندرے	کندرہ کہ آراشش بوفترے
زکج گراں مایہ بے شمار	دہم بار پایشش پشپل بار
مرآ خودیں وہ بد رشتہ وکیل	کھمید اوزر ہم تر ازو سے فیل
شناسد خروش خور ہمنوں	کہ از پیلبار است و نش فزون
چو میرا شد پیل زروا و نم	نیز بابت زین سل برد و نم

اس کے بعد فرماتے ہیں

شہانج جشا کرم گسٹرا	معانی شناسا سخن پرورا
مرا عمر کز شخصت بالا گذشت	ہمہ پیشش شانان والا گذشت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵ رفتہ رفتہ خسرو خاں کا ایسا عروج ہوا کہ سلطنت کی ہوس پیدا ہوئی اور اس
نے سلطنت کے عہدوں پر اپنی قوم کے آدمی بھرنا شروع کئے۔ اراکین سلطنت نے بادشاہ کو
کئی بار بھیجا مگر اس غفلت شمار بادشاہ نے جو خسرو خاں پر نصیحت تھا ایک یہی حکم لٹا ان اراکین
سلطنت کے پیچھے پڑ گیا جنہوں نے خسرو خاں کی شکایتیں کی تھیں اس غفلت کا نتیجہ ہوا کہ شب پنجم
ماہ ربیع الاول ۱۲۱۱ھ کو خسرو خاں نے بادشاہ کو قہر ہزارستون میں قتل کر ڈالا اور۔ اتوں رات جملہ اہل
اور اراکین سلطنت کو جن سے کچھ خوف تھا بادشاہ کے نام سے قہر ہزارستون میں بلار قید کر لیا اور صبح کو
اینا خطاب ماحر الدین شاہ مقرر کر کے تخت نشین ہوا۔

لعہ منتقل ہے کہ ایک بادشاہ نے باغی کا اس طرح وزن کر لیا تھا کہ باغی کو ایک شتی میں بھیجا جس قدر
کشتی باغی کے وزن سے پانی میں ڈوبی اس مقام پر نشان بنا دیا اسکے بکشتی میں اس قدر لٹ بکشتی
بھرے کہ اسی نشان تک پانی آگیا۔ جب ان انیسوں اوچھروں کو وزن کر لیا تو تین ہزار من پختہ شہر جانی

معر الزناہ و شہ کی قیقاہ و	ترشاہاں کسے کا تو کم کر دیا د
شدم پیش فیروز شہ ارجمند	ازاں پس زفیروزہ پس رخ بلند
تو انگر ز گنج عسائی شدم	ازاں پس کہ ورشہ ستانی شدم
نوازدہ شد قطب عالم مرا	شد اکوٹ کہ اقبال ہمد مرا
ہو آیام پیشینہ کم یافتہم	چنین بخشے کہ تو جم یافتہم
بہ اندازہ بخشش آمد سخن	کنوں لابد از سحر سنج چو من
چوں اس نادر خاص کم خستہم	جہراید زین پیش پر و خستہم

سلطان قطب الدین مبارک شاہ کے بعد چار پانچ مہینے تک خسرو خاں کی سلطنت رہی۔ اور اراکین سلطنت کو چار و چار مہینے کی اطاعت کرنا پڑی لیکن امیر خسرو نے اس پر آشوب زمانے میں دوبار سلطنت سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھا۔ جب غازی الملک نے جو علاؤ الدین خلجی کے عہد کا ایک نامی امیر اور دیپالپور کا حاکم تھا وہ بار کا یہ حال سنا تو اس کے دل میں غیرت اسلامی نے جوش مارا اور اپنے آقا کے خون کا بدلہ لینے پر کمر باندھ ہی اور دہلی کی طرف کوچ کیا اندریت کے میدان میں خسرو خاں سے لڑا تو ہوتی جس میں خسرو خاں شکست ہوئی اور وہ گرفتار ہو کر دوسرے دن غازی الملک کے سامنے لا کر قتل کیا گیا اور یکم شعبان ۷۲۱ھ کو سب امیروں کے اتفاق سے غازی الملک غیاث الدین تعلق کے خطاب سے تخت نشین ہوا اس نے امیر خسرو کو اپنی مصاحبت میں

لے غیاث الدین تعلق یہ بادشاہ عادل و سلیم الطبع اور رحیم تھا۔ غازی کا تخت پابند اور ہمیشہ اجہمت اور آقا تھا امورات سلطنت کو نہایت عدل و انصاف سے سرانجام دیتا تھا۔ خسرو خاں و قطب الدین کے عہد میں جو غریبیاں سلطنت میں پیدا ہو گئی تھیں انہیں اس نے اپنے حسن استقام سے بہت جلد دھڑکایا ۷۲۵ھ میں بنگالہ کے صوبہ ودر کی شکایت میں کچھ عرصیاں اس کے دربار میں

رکھا اور اس قدر افزائی کی کہ اس سے پہلے کسی عہد میں نہیں ہونی ممتی۔ انہی سب سے آخری تصنیف تعلق نامہ ہے جو اسی بادشاہ کے نام پر لکھا تھا۔

۲۲۳ میں غیاث الدین تغلق بنگالہ جاتے وقت امیر خسروؒ کو اپنے ہمراہ لے گیا تھا۔ واپسی کے وقت کسی خاص کام کے واسطے ان کو کھنوتی میں چھوڑ آیا تھا۔ جہاں سے وہ اس کی وفات کے بعد محمد شاہ تغلق کے عہد میں واپس آئے جس کا حال دوسرے مقام پر تحریر کیا جاوے گا۔

امیر خسروؒ نے غیاث الدین بلبن کے زمانہ سے محمد شاہ تغلق کے عہد تک

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸م ان کی تحقیقات کے واسطے بادشاہ خود کھنوتی کو روانہ ہوا اور ۷۵۲ھ میں وہاں سے واپس آیا شاہزادہ الغ فاں و محمد تغلق نے تعلق آباد سے تین کو س پرانیاں وہیں ایک عالیشان چوبلی محل تین دن میں طیار کرایا اور وہاں بادشاہ اور امراء کی ضیافت کا سامان تیار کیا۔ بادشاہ جس ہمت کھانے سے فارغ ہوا اور ہاتھ دھونے لگا۔ نیکایک محل کی چھت گر پڑی اور جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ مشہور ہے کہ اس بادشاہ کو کسی وجہ سے حضرت سلطان الشاہ سے خصومت ہو گئی تھی۔ چنانچہ اس نے کھنوتی سے واپس آتے وقت حضرت کے پاس پناہ بھیجا تھا کہ میں دہلی آتا ہوں اب یا تو آپ ہی وہاں رہیں گے یا میں ہی رہوں گا آپ نے اس وقت ارشاد فرمایا کہ ہنوز دہلی درست۔ اسی دن سے یہ قول بطور ایک حزب النسل کے آج تک مشہور چلا آتا ہے۔ منقول ہے کہ جب بادشاہ دہلی کے قریب پہنچا تو بعض مریدانِ جاں نثار نے حضرت سلطان الشاہؒ سے عرض کیا کہ بادشاہ اب دہلی میں آیا ہی چاہتا ہے حضرت چند روز کے واسطے مصافحہ کسی دوسرے مقام پر شریف سے چلیں آپ نے آسمان کی طرف دیکھ کر یہ قطعہ پڑھا۔

قطعہ

اول غلامِ مہر سے خداست
من و میں منکر تا خدا چہ کند

قصہ ظالم پر سوئے کشتن ماست
او دین منکر تا مہر چہ کند

بحیرہ بادشاہوں کا زمانہ دیکھا اور سات بجا و شاہوں کی ملازمت اور مصاحبت کی۔
 خاندان غلامان کی باقبال سلطنت کا چراغ ان کے سامنے گل ہو گیا اور خاندان
 خلجی کے آفتاب اقبال کے طلوع و غروب کو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔
 مشہور مورخ سراشیٹا کی رائے ہے کہ خسرو ایسے زمانہ میں ہوا ہے کہ جب ہندوستان
 میں ملاق کا خون ہو رہا تھا و اُمّی یہ راے بہت صحیح ہے کیونکہ غور سے دیکھنے والوں
 کو ہندوستان کے صفحات تاریخ میں یہ دور بہت سیاہ و تاریک نظر آتا ہے اور اسی
 عہد کے مسلسل کشت و خون اور سازشوں اور طوائف الملوکی نے اکثر یورپین
 مورخوں سے ہندوستان کی اسلامی تاریخ کو قصاب کی دوکان کے نام سے موسوم
 کرایا ہے۔ اس عہد کے مسلسل مختصر حالات صرف اس غرض سے بیان کئے گئے ہیں کہ
 ناظرین کو ابیخسرو کے زمانہ کا مفصل حال معلوم ہو جاوے۔ اور نظر عبرت سے دیکھنے
 والوں کو دنیا میں مکافات عمل سے نصیحت اور عبرت حاصل کر سکا موقع ملے کسی نے کیا خوب کہا ہے

سراے آخرت سرسری نیست	زمین و آسمان بے داور نیست
در اندیش اے حکیم از کار آیام	کہ پاؤشش عمل باشد مرا بجایام

کیفتاؤ نے اپنے چچا زاد بھائی کی خسرو کو بے قصور قتل کرایا دوسرے سال سے
 بمبئی ہی روز بد کیفتاؤ ارجلال الدین خلجی نے سید مولیٰ کو شہید کر کے اپنی نیک نام
 لہ غیاث الدین بہمن، معز الدین کیفتاؤ، کیوٹ القتب بکس الدین (چند روزہ) ارجلال الدین فیروز شاہ
 خلجی، کرشن الدین، بہمن شاہ (چار ماہ) علاؤ الدین خلجی، شہاب الدین عثمانی ماہ، قطب الدین مبارک
 شاہ، ناصر الدین خسرو خاں، غیاث الدین تغلق شاہ، محمد تغلق

لہ غیاث الدین بہمن کے عہد میں شاہزادہ محمد سلطان، معز الدین کیفتاؤ، جلال الدین
 فیروز شاہ، علاؤ الدین خلجی، قطب الدین مبارک شاہ، غیاث الدین تغلق، محمد تغلق

سلطنت پر بدنام و مہذبہ لگایا لیکن تھوڑے دن بھی اطمینان سے سلطنت نہ کرنے پایا کہ وہ بھی اسی نصیبت میں گرفتار ہوا۔ علاؤ الدین نے اپنے چچا سے جو فسوس ناک بڑاؤ کیا اس کی سزا اس کی اولاد کو ملی کافور اپنی نمک حرامی سے فوراً ہی دینا سے کافور ہو گیا۔ قطب الدین نے خضر خاں اور شاہی خاں وغیرہ کے قتل سے اپنے ہاتھوں کو زنگا اس کے شامت اعمال سے بہت جلد اس کا خاتمہ بھی بہترین طریق سے ہوا۔ خضر خاں کی نمک حرامی نے خسروی کی آرزو میں اپنی عزیز جان کو بھی کھویا بیاری نے بلند پروازی سے دنیا کے مکافات عمل کا کیا خوب خاکہ کھینچا ہے مثنوی

نقشِ دگر اخترِ عالم نگاشت
فیضِ سرائِ گشت بہ بھر و بہ کاں
مورِ ضعیفے بے یکے رہ گذر
از پے یک دانہ و دانہ رہ تقسیم
تازِ قضا وائے مقصود یافت
چشمِ یکے مرغِ برداشت
رؤیِ براں چوں شبِ ویکور کرد
برو چو منقار بہ نوں خوردنش
مرغِ دگر حمله در آمد برو
تا سرش از کز لکِ منقا کند
یافت ہماں لحظہ مکافاتِ خویش

صبح چو نورِ شید علم بر فراشت
تافت جو بر سطحِ زمین وز ماں
تا کہ ز اطوارِ قضا وقت در
بود ز ما سازے نفسِ لیثم
سچی کناں ہر طرفے مے شافت
دانہ کش از دہ چو بروں پائسا و
حملہ بید اوراں مور کرد
کوہِ قضا سے فرو بردنش
تا شدہ آں مورِ حلقش فرو
کرد و لالِالِ جبِ پنگالِ بند
مرحکے ار کرد و دلِ مورِ ریش

اے مقول ہے کہ جب علاؤ الدین کے خاندان کی تباہی ہوئی تو ایک مجذوب صاحبِ کمال سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا ہوتا ہے انہوں نے جواب دیا کہ جہاں علاؤ الدین نے اپنے ولی نعمت چچا کے خاندان میں لگائی تھی وہ اس کے خاندان کے آگے آئی ہے ۛ

تا بتوانی بکے بدسکن	نیک زمی دوشمنے خودسکن
میںد نیاز می بشنوز نہسار	تا بخوز می خون ز بد روزگار

سلطنت کے اس پے ورپے انقلاب اور تواتر تغیرات نے سیکڑوں شریف خاندانوں اور اہل فضل و کمال کو تباہ و برباد کر دیا کیونکہ ہر بادشاہ کی تباہی کے ساتھ ہی اس کے امرا اور صحابہین اور متعلقین پر بھی تباہی آنا ضروری بات تھی۔ امیر خسرو رح کی ہرول غریزی سلامت روی اور دانشمندی اور نیک نیتی وغیرہ کے اوصاف و خوبی کی اس سے زیادہ کیا سند پیش کی جاسکتی ہے کہ اس پر آشوب زمانہ ہر بادشاہ کے عہد میں ان کی قدر و منزلت بڑھتی ہی گئی اور انہوں نے باوجود اس کے کہ جاہ و جلال کے ایسے اوج کمال پر پہنچے کہ جہاں تک پہنچنا بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا ہے لیکن نہایت دانشمندی سے کسی وقت میں امور انت سلطنت میں دخل نہیں دیا نہ سلطنت کی کسی مالی و ملکی خدمت کا لینا پسند کیا ان کی اس دانشمندانہ حکمت عملی کی جس قدر تعریف و توصیف کی جاوے کم ہے۔

باب چہارم

وفات - مذہب - اخلاق و عادات اور اولاد -
(وفات)

امیر خسرو رح جیسا کہ باب سوم میں لکھا گیا ہے ۲۴ شعبہ ہجری میں سلطان غیاث الدین تغلق کے ہمراہ لکھنؤ کی تشریف لے گئے تھے مہنوز وصال سے واپس

نے اپنے تھے کہ، یا ہمارے بیچ اثنائی ^{۲۵} حضرت سلطان المشائخ رحم نے وصال فرمایا جب مکھنوتی میں ان کو اس حاوٹہ جانکاہ کا حال معلوم ہوا نہایت بے تاب ہو کر وہاں سے روانہ ہوئے۔ دربار تعجیل تمام روتے پٹتے وہی پہنچے اور تمام سر کے بال کٹوا کر اوسنہ سیاہ کر کے مزار مقدس حضرت سلطان المشائخ رحم پر حاضر ہوئے اور دروازہ ناقاد پر پہنچ کر اول یہ شعر پڑھا۔

ایں مکانیست کہ نرنگہ باہاں بود است راہ آمد شدیں سر و خراہاں بودہ است

اس کے بعد اندر جا کر نہایت رقت سے فرمایا کہ سبحان اللہ آفتاب زیر زمین کہاں ہوا اور خسرو زندہ رہے۔ اس کے بعد کشش عشق اور جذبہ محبت کے جوش و خروش میں اپنا سر مزید مبارک پر دے مارا اور مہندی میں یہ شعر پڑھ کر ہوش ہو گئے۔

گوری سووے سچ پر گھر پر دے کیس
چل خسرو گھر اپنے سا بچھ بھٹی چونہ و پس

جب ہوش آیا کہا کہ اے مسلماناں میں کدام کس باشم کہ برائے انجین باوشاے بکریم فاما برائے خود گریم کہ بعد از سلطان المشائخ رحم مرا چنداں بقا ہے خواہد بود۔ اس کے بعد اپنا دل مال و اسباب نقد و خیس فقرا اور مساکین پر تقسیم کیا۔ اور اس کا ثواب حضرت سلطان المشائخ رحم کی روح کو پہنچایا اور نکل امورات ویری سے دست کش ہو کر سیاہ کپڑے پہنے اور مزار شریف پر آ بیٹھے اور غم مفارقت پر بزرگوار میں شب و روز نکل ماری بے آب تر پتے تھے۔

چشمہائے عاشقان از خواب نیست ایماناں آں تہا بے آب نیست
خواب را باویدہ عاشق چہ کار چشم او چون شمع باید اشکبار

اسی کج عالم میں چھ مہینے کے بعد عید کے دن ۱۰ شوال ۱۲۵۵ھ کو انہوں نے بھی اس دارِ ناپائیدار سے بجانبِ روضۂ قدس انتقال فرمایا اور پائین اپنے مرشد کمال کے یارانِ چوترہ پر مدفن ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون ربانی

وہیں سر اسے فنا فکرِ سرسری سیج است	غم لہائی و فکرتو انگری سیج است
بحیث غفل اگر نگری جہاں خوابیت	خواب شادی و غم ہرچہ نگری سیج است

دکنندہ امیر خسروؒ نے مثنوی خضر خاں میں جس مقام پر حضرت سلطان المشائخؒ کا ذکر کیا ہے وہاں اپنی یہ کتنا بھی ظاہر کی جاتی ہے

کلاش رانیام نام گیسرم	زبے بخت از ترپایش بمرم
-----------------------	------------------------

پونہ ان کی یہ مختصر صمیم قلب سے جتنی لہذا یہ بیت بارگاہِ ایزدی میں مقبول ہوئی اور وہ اس سعادت سے مشرف ہوئے۔

امیر خسروؒ خود فرماتے ہیں کہ حضرت سلطان المشائخؒ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ تیری زندگی میری بقا پر موقوف ہے۔ میں نے عرض کیا کہ امیر وارہوں کہ حضور کے قدموں پر مروں ۛ

منقول ہے کہ حضرت سلطان المشائخؒ نے اکثر ارشاد فرمایا ہے کہ امیر وارہوں میرے بعد زندہ نہ رہے گا۔ جب حکمت کرے میرے پہلو میں دفن کرنا کیونکہ وہ میرا صاحبِ اسرار ہے اور میں بغیر اس کے بہشت میں قدم نہ رکھوں گا اور اگر وہ شخصوں کا ایک قبر میں دفن کرنا شریعت میں جائز ہوتا تو میں وصیت کرتا کہ اُسے میری قبر میں دفن کریں تاکہ ہم دونوں قبر میں بھی یک جا رہتے۔ عجب جان اللہ کیارت

سے تاریخِ دہشتہ میں تاریخِ رحلت ۱۰ ذیقعدہ ۸۵۷ھ بمطابق ۱۲۵۵ھ میں ۱۳ شوال بمطابق ۱۲۵۵ھ میں حقیقت سے ۱۰ شوال ہی صبح سلام ہوئی ہے۔

ہے

منقول ہے کہ امیر خسرو دم جسوت لکھنوتی سے دہلی واپس آکر مزار مبارک پر حاضر ہوئے۔
جوش و غروش اور حالت بقیائیں میں چاما کہ مزار سے جالپٹیں۔ ایک بزرگ اس وقت
وہاں تشریف رکھتے تھے انہوں نے ان کو بچو دیا۔ کسی شخص نے ان بزرگ سے
بعد میں دریافت کیا کہ آپ نے ایسے عاشق کو مزار پر جانے سے کیوں روکا۔ انہوں
نے جواب دیا کہ اس وقت امیر خسرو دم سے زیادہ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ
کو بیتابی تھی۔ مجھے خوف تھا کہ کہیں مزار سے باہر نہ نکل آویں۔

جب امیر خسرو دم نے انتقال فرمایا اور لوگوں نے چاما کہ وصیت کے موافق
ان کو حضرت سلطان المشائخ رحم کے پہلو میں دفن کریں اس وقت ایک خواجہ
مہر اگر منصب وزارت رکھتا تھا مانع ہوا۔ اور کہا کہ حضرت کے مریدوں کو حضرت
اور امیر خسرو دم کے مزار میں شبہ واقع ہوگا۔ مجبور ہو کر ان کو شیخ کے پائیں یوں
کے چوڑے پر دفن کیا گیا۔

مقبرہ

امیر خسرو دم کی وفات کے ایک سو بہتر برس بعد یعنی ۹۱۶ھ میں مہدی خواجہ نے
جو شہنشاہ بابر کے امراء عظیم الشان سے تمام مزار کے گرد سنگ سیخ جالیا مگر
تعمیر کرا کر لوح مزار نصب کرائی جس پر یہ کتبہ کندہ ہے۔
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

زمیں رازیں لوح شہسفر بازی بہ دوران بابر شہنشاہ غازی

تاریخ وفات

لے تاریخ فرشتہ +

لے اس تاریخ کو خواجہ حسن دہلوی کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

میر حسد و حسد و ملک سخن میر آہ و لکھش نرا از مایہ حسین بے مثل بستن اسے بے قرین از بے تاریخ سال فوت او شد حدیث المثل یک تاریخ او	اس محیط مفضل دیباے کمال تنظیم اوصافی ترا از آب زلال طوطی شکر مقال بے مثال چوں نہاد مہر زانوے خیال دیگرے شکر طوطے شکر مقال
---	---

بیت

ز حرف وصل جاناں سادہ باید لوح خاکِ من
طریق سادہ لوحی بس نشانِ عشق پاکِ من

مناہجِ بنا

مہدی خواجہ سید با جاہ جلال گفتہ سبے جمیل مہدی خواجہ	شد بانے اس اساسِ مہیشہ و منال مناہجِ بنا ہے اس چو کردند سوال
--	---

حررہ شہاب الدین الہمامی المرووی

۲۹۰ :- اس کے بعد شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں امیر خسرو کے انتقال کے دو سو نوے برس بعد محمد غلام حسن ابن سلطان علی سہروردی الملقب بہ طاہر بیگ نے جو اس عہد جہانگیری سے تھوڑا سا عرصہ میں سنگ مرمر سے مقبرہ تعمیر کرا کر گنبد کے اندر اشعار اور عبارت ذیل منقوش کرائی۔

مناہجِ بنا

اے خسرو بے نظیر عالم	بار و ضئے تو مرانیاز است
----------------------	--------------------------

تعمیر نمود طابہر آل را ایرج بنایش عفتل گفتا	یحصن از لی ہمیشہ باز است بار خستہ گو کہ جائے آراست
--	---

قیل ایں کلام و بلندے ایں مقام طاہر محمد عماد الدین حسن ابن سلطان علی
سزرداری فی سنہ ۱۰۱۴ھ غفر و نوبہ و ستر عوبہ۔ الکاتب عبد البنی ابن ایوب۔

ابیات

اے شربت عاشقی بجاست شد سلاک سیرید از تو منظوم جاویدۃ است بندہ خسرو	وز دوست زماں زماں سامت زانست کہ شد لقب نفاقت چوں شد بہ ہزار جاں غلاست
--	---

دیگر

مرا نام نیک است و خواجہ عظیم اگر نام یابی دریں حسر نہا	دو شین و دو لام و دو قاف و دو جم بدانم کہ ہستی تو مر و ہمیں
---	--

کاتب مذکور بہ شیخ فرید شکر گنج۔
خیر الواصلین میں یہ تباہ و فات کی تحریر ہے۔

میانخ تعیمہ

خسرو دہلوی حکیم خدا عمر مفتتا و کوچ سانش بود ہجہ ہم بود از مسہ شوال سال تر خیل اوز من بشنو	بہ شب جمعہ ز در فضا کما زماں شد بدر گہ معبود کہ گزشتہ ازین جہان لال لفظ فانی بر آراز خسرو
---	--

حضرت نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کے مزارات کے درمیان میں اب جہاں آرا بیگم بنت شاہجہاں اور محمد شاہ بادشاہ کے قبر بن گئے ہیں۔ زائرین کو پہلے امیر خسرو کے مزار کی زیارت کروائی جاتی ہے اس کے بعد حضرت نظام الدین اولیاء کے مزار کی۔ سوال گو امیر خسرو کا نہایت دھوم دھام سے عرس ہوتا ہے جس میں ہزاروں آدمی باہر سے آکر شریک ہوتے ہیں۔

روڈ کے اطراف میں جو سنگ سرخ کی جالیوں کا احاطہ ہے اس پر بیڑوں برس سے سفیدی ہوتی ہے۔ جالیوں کے خوبصورت خانوں پر ایک ایک اچھے سفیدی چڑھ گئی ہے۔ ایک دن خواجہ حسن نظامی صاحب خواہر راہہ حضرت محبوب الہی نظام الدین اولیاء کو جالی پر حروف کا سا او بھار عاوم ہوا اسے کچھ چا تو بیخ نکل آئی جو خواجہ موصوف نے میری استدعا پر مجھے لکھ کر بھیج دی۔ خواجہ صاحب لکھتے ہیں کہ ہر جالی سے نمونہ کی ہے اور عجیب و غریب گلکاری کی شان رکھتی ہے مگر افسوس کہ ان کی خوب صورتی سفیدی میں پوشیدہ ہے۔ گورنٹ نے ان کی صفائی کا حکم دیا تھا مگر بعض پرانے خیال کے لوگوں نے اس کو دخل بدت دیا وہی سمجھ کر مخالفت کی اس لئے صفائی نہ ہو سکی وہ تاریخ یہ ہے۔

کدناش بست بر لوج جہاں چوں نقش و خارا
کدزیب واد از انصورت بخوبی لوج معنی را
بروں آورد دہائے معانی را از آں دیرا
ندائے ارجی چوں در سید از عالم بالا

شہ ناک سخن خور پہ سالار درویشاں
چناں در صورت خوبی سخن پرواز شد بخش
شد خواص دیکہ تفریح و محیا فصل
بہ تقدیر الہی مرغ خوش سدرہ ہوائے شد

بہ سال بیچ و بیچ مقصد از حبت حضرت

زوار الکات مژنا کر در حلت جانب عقب

عاقبت بحیراؤ

بدور ان ہمایوں بادشاہِ غازی وانا
وعائے ووشش گویند زور بے الاعلیٰ
بنودت ونباشد مثل او بے مثل و بے ہمتا
خداوند جہاں یار و مسین ناصر الاعدا

لذشتہ بوہستی و ہشت و نہ صد سال از ہجرت
شہد شاہت کہ میشاند اگر کروبیاں وائم
رضیع القہ صاحب لے پاکے کہ در عالم
خدا یا تا جہاں باشد بدولت باشد یا دش

مذہب

حضرت ابنِ خسرو رحمہ کا مذہب سنت و جماعت تھا۔ حنفی طریق اعتقاد سے مل نوافی
تھا۔ جس میں صوفی مشربی اور رشدِ کامل کی توجہ نے حقائق و معارف کے دروازے کھول
یئے تھے وہ احکام اور فرائض شریعت کو کمال عقیدت اور نیازِ مذہبی سے بجالاتے تھے۔
باوجود شغلِ امارت اُن کی ریاضت اس قدر ورجہِ اعلیٰ پر پہنچی تھی کہ چالیس برس برابر
صائمِ اللہ رہتے ہر شب کو ایک کلام مجید ختم کرتے تھے اور نماز تہجد میں سات پارے پڑھا
کرتے تھے۔

عارفِ کامل مولانا جامی رحمہ نے نفحاتِ الانس میں لکھا ہے کہ پانچ مرتبہ خواب میں
حضرت سروکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور اپنے پر حضرت
سلطان المشائخ رحمہ کے ہمراہ بطریق طے ارض سعادت حج سے منتظر ہوئے تھے۔
حضرت سلطان المشائخ رحمہ سے منقول ہے کہ اگر قیامت کے دن خداوند تعالیٰ
مجھ سے فواید لے گا کہ دنیا سے میرے واسطے کیا لایا تو میں ترک اللہ کو پیش کر دوں گا آپ نے یہ
بھی ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص کسی چیز پر نیاز کرے گا اور میں اس ترک اللہ

لے کر دے گا۔ حضرت یونس الارواح سفینۃ الاولیاء نفحاتِ الانس تہ تیغ فرور شاہی وغیرہ +

لے کر دے گا کہ لکھیں

لے کر دے گا کہ لکھیں۔ حضرت یونس الارواح وغیرہ۔ لے سفینۃ الاولیاء۔ سبع مسائل +

کے موز سینہ پر ناز کرونگا اور خدا مجھے اس ترک کے موز سینہ کے سبب بخشے۔ اس موقع پر یہ شعر بھی آپ نے ارشاد فرمایا تھا:

گر زہر ترک ترکم ازہ بر تارک نہمند
ترک تارک گریم و اما نہ ترک ترک ترک

منقول ہے کہ موز سینہ آتشِ عشقِ حقیقی سے اس قدر تھکا کہ پیراہن مبارک آپ کا قلب کی جگہ سے ہمیشہ سونہ رہا کرتا تھا۔ بلکہ یہ کیفیت تھی کہ جس وقت نیا کپڑا پہنتے اسی وقت دل کی جگہ سے جل جاتا تھا۔

اخلاق و عادات

ایٹھ سرور کی تصنیف و تالیف امدان کے حالات سے جو مصنفوں اور تذکرہ نویسوں نے لکھے ہیں واضح ہوتا ہے کہ خوش اخلاقی، سخاوت و رستی، نیاز و خاکساری، خوش مزاجی و بار باشی میں وہ اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ خدائے اور رحم و شفقت ان کی عام تھی۔ ان کا قول ہے کہ ہر کہ خود را بیند خداے را نہ بیند ہر کہ از خدا تر سدا و بایہ تر سید بلج میں تکلف بالکل نہ تھا۔ سب سے بے تکلف باتیں کرتے اور خلق و محبت کے موتی پروتے تھے کسی کی دل شکنی کنزِ باہت بڑا گناہ سمجھتے تھے۔ باوجود صاحبِ جنت شاہی اور کمال جاہ و حشمت کے اپنے آپ کو کمتر بن مخلوق سے سمجھتے تھے۔ خود فرماتے ہیں:

غیرہ بہ نزدیکی سلطان مشو
بلبل بنے خمسِ خواں مشو
ہست و از غمِ کن ہستی نخست
آنا تو یہ باشی کہ کمی زو نہ سے

ان میں تعصب نام کو نہ تھا ہر مذہب و ملت کے لوگوں سے ایسے خلوص و مخلص

لے تاجِ فرشتہ۔ نعماتِ الانس۔

لے مذکرۃ الاولیاء ہند۔ سفینۃ الاولیاء۔

سے ملتے تھے کہ کسی طرح کی دوفی نہ معلوم ہو تی تھی۔ امراء اور بادشاہوں کے یہاں سے قصائد مدح وغیرہ کے صلے میں جو بے شمار دولت لٹتی تھی وہ سب خیرات کر دیتے تھے۔ صرف اسی کو اپنے صرف میں لاتے جو خود کسب و محنت سے حاصل کرتے تھے۔ علاوہ دیگر شہادتوں کے خود ان کے کلام ذیل سے پایا جاتا ہے کہ محض ابنائے جنس کی ہمدردی اور حاجت برآری کی غرض سے وہ امراء اور بادشاہوں کی خدمت اور صاحبت کی رحمت اٹھاتے تھے جسے

اسن کہ نہاد م ز سخن گنج پاک	گنج ز راند نظم حصیت خاک
گردہ م تا جور سہر بست	بزر نتوان باز بدور یا فنگد
ور نہ وہد زان خودم را نکاں	رجب نہ کردم چو تہی نا نکاں
یک جوازیں فن چو بہ و اماں نہم	دہ نسیم نرا و لصد تن و ہسم
شیرم و رنج از پشے یاراں برم	نے چو سگ حنا نہ کہ تنہا خورم
ہر چہ کہ پنہاں کنی از مہر ماں	سنگ ہماں باشد و گوہر ہماں
مار کہ بخش بود اندر معاک	محل او حصیت ازال گنج پاک

ان کے کلام سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بالطبع بادشاہوں کی صحبت اور مداحی کو اچھا نہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک رباعی میں فرماتے ہیں :

رباعی

از کفین مدح دل مبیسر و	شعر اچہ تر و فصیح باشد
گردہ نفس حسین مردہ	گر خود نفس مسیح باشد

یہ لکھنا صحیح کر کے ہیں۔

چوں من نشومی کہ ہرزسانے سازم بہ دروغ داستانے

درد دل کنت ہنس رانی
پیشہ نہ کنی شناس رانی
کر مدح جو طرح کشتہ پاسے
وصف سراں نباشت جاسے

ایک نصیحت نیر خطیں بیٹے کو لکھتے ہیں۔

بر نوازش بادشاہ نیز نازش نشاید زیر اک چشمہ خورشید چرخ آبروئے وہاب روئے
نیز تواند برو۔ و دریا بیاں آب کہ گوہر بر مردم رسالہ۔ مردم را نیز بگوہر تواند رسانید شعر
الان ذوالعقل لہ یعتمد علی الماء والتار والامر
(یعنی آگاہ ہو کہ صاحب عقل پانی اور آگ اور عالم پر اعتماد نہیں کرتے) بادشاہ اگر چہ
خندان خندان خیزاؤ گوہر شاید بیاں تختباب دل نہ باید بست کہ دریاں حال صفت صنماک
وارد اگر چہ فرید دل وادگر است بہت

بہت ونداں سپید کروں شیر از پئے لعل کروں ونداں
اس کے بعد شاعری اور مدح کی برائیاں بیان کر کے لکھتے ہیں۔ چوں چنین است صملہ
شعر را کہ گدائی است عرام بجزست تمام برگدایان بے حرمت ہیں کار باید گذشت وکتہ
بہر مسکوت بہ وناں زو وخطبہ القناعہ مملکتہ را ورفبت تعلیم وجود بلند کرد۔ فاعت باوہی
است۔ نظم

ز شاعری چون آرید انجمنیں آشام دوم ز شرم چو قماروں فرود زیر زمیں
سفینۃ الاولیاءیں وارا شکوہ تحریر فرماتے ہیں کہ جس وقت شیخ حسدی رحم دہلی
میں امیر خسرو سے ملنے تشریف لائے اس وقت ان کے پاس صرف ایک درہم اپنی
خاص محنت کی کئی کام جو تھوڑے تھوڑے انہوں نے شیخ کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ جو کچھ
مال دیوی میرے پاس ہے وہ یہ ہے جو کچھ ارشاد ہوا اس میں سے مہیا کروں۔ شیخ
نے اندر اظہار جواب دیا کہ اس کا تیل چراغ کے واسطے خریداؤ تا کہ تمام شب ہم تم
ہم صحبت کریں۔

حاضر جوابی اور خوش اخلاقی

حضرت سلطان النسخ دم کے یہاں ایک سیاح و رویش مہمان تشریف لائے۔ رات کو کھانا کھانے کے بعد تیس شروع ہوئیں سیاح نے ایسے فقر کھوئے کہ بہت رات گئے تک ختم نہ ہوئے حضرت نے انکو مائیں جمانیاں بھی لیں مگر وہ ساوہ لوح کسی طرح نہ سمجھے۔ حضرت نے اخلاق کی وجہ سے مہمان کی دل شکنی گوارا نہ کی اور بیٹھے سستے رہے۔ امیر خسرو دم بھی حاضر تھے مگر خاموش بیٹھے ہوئے تھے جب آدھی رات کی نوبت بھی آس وقت حضرت نے ان سے فرمایا کہ ضرور کیا بجا ہے انہوں نے جواب دیا کہ آدھی رات کی نوبت بھی ہے۔ حضرت نے ان سے کہا کہ اس میں کیا آواز آتی ہے۔ فوراً جواب دیا کہ سمجھ میں تو ایسا آتا ہے۔ نان کہ خوردی خانہ برو۔ نان کہ خوردی خانہ برو۔ خانہ برو۔

نان کہ خوردی خانہ برو۔ نہ کہ بدست تو کر دم خانہ گرد خانہ برو۔ خانہ برو۔ حرف حرف کی حرکت و سکون پر نیال کرو۔ ایک ایک چوٹ کو کیا کیا پورا داکر رہے ہیں اور نہ کہ بدست تو کر دم خانہ گرو۔ کو دکھیو کہ اس نے کیا کام کیا ہے۔ امیر خسرو دم کے محلہ کے کنارے پر چو نام ایک بڑھیا ساقن کی دکان تھی مگر کے یہودہ اور اوباش لوگ اس کی دکان پر بھنگ چرس پیا کرتے تھے جب امیر خسرو دم اپنے گھر آتے جاتے تو وہ بھی سلام کرتی اور کبھی کبھی حقہ بھر کر سامنے لے کھڑی ہوتی تھی۔ چونکہ انہیں کسی کی دل شکنی گوارا نہ تھی لہذا یہ بھی اس کی دل شکنی کے لحاظ سے دو ایک گھونٹ پی لیا کرتے تھے ایک دن اس نے ان سے کہا کہ آپ ہزاروں غزلیں۔ گیت۔ راگ۔ سرائنی بولتے ہیں اور کتابیں لکھتے ہیں کوئی چیز اس

لوندی کے نام بھی بنا دیجئے۔ انہوں نے کہا کہ بی چو بہت اچھا۔ کئی دن کے بعد اسے
پھر کہا کہ بھٹیاری کے لڑکے کے لئے خالق باری لکھ دی اگر لوندی کے نام بھی کچھ لکھ
دو گئے تو کیا ہوگا آپ کے صدقہ میں ہمارا نام بھی دنیا میں رہ جاوے گا اُس کے بار بار کے
کھنے سے کچھ خیال آ گیا۔ کہا کہ وہ بی چو سنو!

اوروں کی چوہری بابے چوکا اٹھ پھری بادشاہ کے پانچ لائیس چوہری بت بھاکر تھی ہم
خسرو کہتے ہیں کہ بادشاہوں سے بھی بڑی ہیں۔
بارہ کا کوئی آئے نہیں آئیں ساری شہری جنگلی گوروں کا نام نہیں سفید پوش آتے ہیں پیالہ
سات صوف کر آگے رکھے جہاں نہیں مل بھنگ مسنے حاضر کرتی ہے جس میں تاش خٹکاو۔

اور دیکھے جہاں سینکڑے چوہے کے ڈنسل معتزہ فزیرہ کہا کرتے ہیں کہ وہ ایسی بھنگ پیتا ہے کہ جس
میں گاڑھ پن کے سبب سینکڑی ہے۔ پہنچا لڑکتے ہیں کہ ایسی بھنگ باقی ہے کہ ہمیں ہوسل کھڑا ہے۔
ایر خسرو کی بدولت آج بی چو کا نام بھی دنیا میں چلا جاتا ہے۔

اولاد

میری قاصدِ نظر سے کسی تاریخ یافتہ نہ کرو میں ایر خسرو کی اولاد کا حال نہیں گذرا
مخمس کی مختلف تصنیفات سے پتہ چلتا ہے کہ غیاث الدین احمد۔ عین الدین احمد۔
عین الدین مبارک تین بیٹے تھے اور ان تینوں سے بڑی ایک بیٹی تھی۔ یہ بھی معلوم
ہوتا ہے کہ بیٹی کے پیدا ہونے کے بعد انہیں بیٹے کی بڑی آرزو تھی بیٹی کو مخاطب کر کے
فرماتے ہیں۔

کاش ماہ تو ہم بچہ بودے	در جسم طفل مشہت مر بودے
لیک چوں دادہ خدا سے رواست	با خدا وادگان ستیزہ خطاست
من پذیرم آخچہ یزوال دلو	کاخچہ او داد باز نتوان داد
شکر گویم ہرچہ از در اوست	کال دہر بندہ را کہ در غور اوست
ہرچہ او داد پس پسندیدست	ہم در اول صلاح او دیدست
پدرم ہسم ز مادرست آخسر	مادر من نیز دخترست آخسر
گر نہ پدرم صدف نقاب شدے	قطرہ آب باز آب شدے
دانہ بے کشت کے بار آید	اسماں بنے زمیں چکار آید
بے پدر ممکن بست شد معلوم	چوں سیحان زرم معصوم
لیک بے مادر خجستہ وجود	ولدے را گفتے کس مولود

ایر خسرو کو اپنی اولاد سے بہت محبت تھی اور ان کی تعلیم و تربیت پر بہ دل و جان مصروف تھے۔ انہوں نے اپنی کل تصنیف و تالیف میں بیٹوں اور بیٹی کو قابل قدر نصیحتیں کر کے ان کی آئندہ زندگی کے واسطے ایک مکمل و سنی اور دنیوی دستور العمل بنادیا تھا۔

مولانا عبد القادر بدایونی منتخب التواریخ میں تحریر فرماتے ہیں کہ سلطان فیروز شاہ کے زمانے کے بڑے شاعروں میں ملک احمد ایر خسرو کا بیٹا تھا اور یہ بادشاہ کے مصاحبوں میں سے تھا اگرچہ اس کا کوئی دیوان مشہور نہیں ہے۔ مگر اس نے جو متقدمین کے کلام میں دخل دیا ہے وہ اکثر لوگوں نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ چنانچہ ظہیر فاریابی کی اس بیت میں تصرف کیا ہے۔

گلاہ گوشہ حکم تواز طریق نفاذ
ربودہ از سر گردوں کلاہ جب تباری

ملک احمد نے کہا کہ اس طرح ہونا چاہئے تھا۔

زہے طباغچہ تہہ تو از طریقِ نفاذِ اگلمندہ از سرِ گردول کلامِ جباری

دیگر ظہیر

ایں سہل سہل بود کہ گوگردِ سخن خواست | اگر نمانِ خواجہ خواستی آزا چہ کردم

ملک احمد

ایں سہل سہل بود کہ آبِ حیات خواست | اگر نمانِ خواجہ خواستی آزا چہ کردم
ایک اس بیت میں بھی تصرف کیا ہے۔

گر شمشادِ خواند خاکِ درتِ رافلکِ مرج | از رخِ گہرِ بطنِ حسریدار نشکند

ملک احمد

گر لعلِ خواند سنگِ درتِ مشتریِ مرج | رخِ گہرِ بطنِ حسریدار نشکند

ان کے علاوہ بعض اور شعر بھی نظر سے گزرے ہیں گمراہ نہیں رہے اور چونکہ ملک احمد خجاب ایہ خسرو رح کے یادگار تھے اس سبب سے ان کے اس تصرفات کو بادشاہ اور امیر اور فضلاء عہد بہت پسند کرتے اور غنیمت جانتے تھے صاحبِ منتخب المتوازن خجایا کسی دوسرے مورخ کی تحریر سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ ملک احمد امیر خسرو رح کے کس بیٹے کا خطاب تھا۔

سیرالاولیاء سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امیر خسرو رح کا ایک بیٹا امیر حاجی کے نام سے موسوم تھا اور ایک دن اس نے امیر خسرو رح کی غول حبس کا مقطع یہ ہے حضرت سلطان المشائخ رح کے روبرو اس خوش الحانی سے کالمی قتی کر آپ کو نہایت ذوق اور وجد پیدا ہوا تھا ہے

خسرو تو کبیتی کہ در آئی دریں شمار
کین عشق تیغ بر سر روان وین زوہ است

باب پنجم

ایجاد و اختراع

صانع قدرت نے امیر خسرو رح کے دل و دماغ میں عقل و دانائی کا وہ بیش بہا
خزانہ جو اہر معراج زن کیا تھا کہ یہ صاحب کمال نہ صرف ایک بلند خیال شاعر اور انشا
پرداز ہی تھا بلکہ جامع علوم ظاہری و باطنی اور منبع کمالات صوری و معنوی تھا۔ جس
فن کو دیکھتے اسی میں اسے کمال حاصل تھا۔ تاریخی میدان میں وہ ایک صاحب
نظر مورخ اور فقہ کے عالیشان دربار میں ایک دانشمند فقیہ اور تصوف کے رنگ
میں شامانی شبلی رح و بایزید رح اور فن موسیقی میں کمال الفن اور شہرہ آفاق تھا۔
صیاء الدین برنی صاحب تاریخ فیروز شاہی کا یہ کہنا کہ ایسا صاحب کمال
جس کو اس قدر فنون میں کمال حاصل ہو نہ پیدا ہوا ہے اور نہ امیر ہے کہ قیامت
تک پیدا ہو کہچہ زیادہ مبالغہ آلودہ نہیں معلوم ہوتا۔

آپ کی طبع رسا کو فن موسیقی میں ایسا اصل حاصل تھا کہ بڑے بڑے صاحب
کمال موسیقی والے اور گویے آپ کی شاکردی کو فخر جھٹتے تھے ناکہ گوال جاپنے
وقت میں اس فن کا استاد اور کیتائے زمانہ تھا وکن سے صرف آپ کی شہرت و
کمال کا حال سن کر وہی آیا اور متون آپ کی محبت میں رہ کر کمال حاصل کیا اسی

ملی جس ساوت بھی جو کن موسیقی کے کالیں میں شمار متوا ہے۔ آپ ہی کا صحبت یافتہ تھا۔

آپ کی طبیعت اختراع میں اعلیٰ درجہ صنعت و ایجاد کا رکھتی تھی فنِ ہستی میں کئی چیزیں آپ کی ایجاد کردہ ہیں۔ صحریت کی بجائے قزل و قلیانہ بنا کر ہست ساک ایجاد کئے اور گیت بنائے ہیں۔ قبولیت عام واقعی خدا واد چیز ہے اس صاحب کمال کے کلام کو خدا نے ایسی قبولیت عام کی دولت عطا فرمائی ہے۔ کہ باوجود اس کے کہ زمانہ چھ سو برس آگے بڑھ آیا زبان کچھ سے کچھ ہو گئی مگر ان کے بنائے ہوئے گیت اسی طرح آج تک ہندوستان کے زن و مرد کی زبان پر جاری ہیں ورنہ لوگوں نے ہزاروں گیت بنائے اور گانے والوں نے گائے۔ آج ہوئے کل بھول گئے۔ وہلی اور ہندوستان کے اکثر شہروں میں برسات کے موسم میں عام عورتیں جموئے ڈالتی ہیں اور مل کر جھولتی اور گیت گا کر اپنا جی خوش کرتی ہیں ان میں شاید ہی کوئی عورت جو جو یہ گیت نہ گاتی ہو۔

گیت

جو پیاؤن کہ گئے۔ آجھوں نہ آئے سوامی ہو۔ اسے جو پیاؤن کہ گئے۔ آون کہ گئے آئے نہ بارہ ماس۔ اسے جو پیاؤن کہ گئے۔ وغیرہ وغیرہ۔ گیت بھی آپ ہی کا ایجاد کیا ہوا ہے اور ہر وارگ میں گئے بھی نہیں کی رکھی ہوئی ہے۔ بڑی بڑی عورتوں کے گانے کے لئے تو ایسے گیت تھے چونکہ چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کو پیا اور سوامی کی یاد میں اس طرح گمانا مناسب نہ تھا لیکن دل میں نہ سنگ تو وہ بھی رکھتی تھیں انھیں بھی فصل

کی بہار منافی تھی آن کے لئے اور گیت بنائے تھے جس میں سے ایک یہ ہے +

آماں میرے باوا کو بھیجوجی . . . کہ ساون آیا . . .
 بیٹی تیرا باوا تو بڑھاری . . . کہ ساون آیا . . .
 آماں میرے بھائی کو بھیجوجی . . . کہ ساون آیا . . .
 بیٹی تیرا بھائی تو بالاری . . . کہ ساون آیا . . .
 یعنی بچہ آیا اتنی دو کیونکر آوے ۔

آماں میرے ماموں کو بھیجوجی . . . کہ ساون آیا . . .
 بیٹی تیرا ماموں تو بالکاری . . . کہ ساون آیا . . .
 بھلا وہ کب میری سینگا لے

بہار راک اور سبت کے میلے نے بھی امیر خسرو کی طبیعت سے سستہ رنگ پچڑا ہے اور ستار کی ایجاد کا فخر بھی آپ ہی کو حاصل ہے جوین کو مختصر کر کے ایجاد کیا ہے +

مسلمانوں میں سبت

جس طرح ایران و توران اور خراسان وغیرہ میں بہار کا موسم دلوں کو شگفتہ کرتا ہے میلہ سبت اور اس میں طرح طرح کی رسومات ادا کی جاتی ہیں۔ اسی طرح ہندوؤں میں اس موسم میں فصل بہار کے قدرتی جوین سے اہل ہند کے دلوں میں ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے اور اس موقع پر سبت کا تیرہا جو سبت پنجمی کے نام سے مشہور اور موسم بہار کی ابتدا میں جب ماگھ کے مہینے میں دس دن باقی رہے

۱۰۰ آیات +

۱۰۰ مطلق العلوم و آیات وغیرہ +

جاتے ہیں منایا جاتا ہے۔ بسنت ہی سے ہولی کے ستانہ تیوہار کے رنگ اڑنے۔
 بچکاریاں چھٹنے۔ کمال کے تھقے چلنے۔ لوگوں کے جھوم جھوم کر ستانہ چال سے
 کانے بجانے کی ابتدا شروع ہو جاتی ہے۔ اس دن راجہ۔ مہاراجہ بسنتی پوشاک
 زیب بدن کر کے دربار کو سجا کے خوشیاں مناتے ہیں۔ عوام ان اس جنگلوں میں
 جا کر برسوں کے بسنتی پھول اور سبزے کی قدرتی آرائش کا نہایت ذوق و
 شوق سے نظارہ کرتے ہیں۔ مائیں برسوں کے پھول اور گیہوں وغیرہ کی بالین
 ہر گھر میں بھینچاتی ہیں۔ مختلف شہروں قصبوں میں میلے ہوتے ہیں جن میں ن
 و مرد بستی پڑے پہن کر شریک ہوتے ہیں۔ غرض کہ بسنت سچھی کے دن جبر
 دیکھو بسنتی سماں ہی نظر آتا ہے ۛ

جب ایسی دو قویں جن کی طرز معاشرت رسم و رواج ایک دوسرے
 سے بالکل مختلف ہوں باہم ملتی ہیں تو ہر وقت کے ایک جگہ رہتے ہیں۔
 ملاقات و محبت سے ایک کے رنگ و روپ کا سایہ دوسرے پر پڑنا ضروری
 بات ہے۔ چنانچہ ہندو مسلمانوں کے مدتوں کے میل جول۔ نشست و برخاست
 سے ایک دوسرے کی گفتگو۔ لباس۔ خوراک۔ مختلف رسومات وغیرہ پر بھی
 بہت بڑا اثر پڑا۔ جس کا اندازہ عام طور سے محسوس ہوتا ہے ۛ

یہ امر تو تاریخ سے ثابت ہے کہ مسلمانوں میں بسنت کے میلے نے
 ہندوستان کے بلبل ہزاروستان حضرت امیر خسرو رحم کی زندہ دل اور جدت
 پسند طبیعت سے رنگ پکڑا ہے۔ لیکن تاریخ سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس کی
 ابتدا کس طرح سے شروع ہوئی۔ اس کی نسبت جناب حسن نظامی صاحب
 خواہزادہ حضرت سلطان المثلح رحم نے غالباً زبانی خاندانی روایت کی
 بنیاد پر یہیہ اخبار لاہور مورخہ ۱۳۔ فروری ۱۹۱۱ء میں ایک مضمون تحریر فرمایا

ہے۔ جسے مخفییت کمی و بیشی کے ساتھ ذیل میں مریج کیا جاتا ہے۔
ساتویں صدی کے اوتھام پچھترت سلطان المشائخ رحمہ کے حقیقی بھانجے
مولانا تقی الدین رحمہ نے جو چھوٹے بھائی خواجہ رفیع الدین مالدوں کے تھے
عین عصفوان جوانی میں بعارضہ وق اس دارنا پادار سے انتقال فرمایا حضرت
سلطان المشائخ رحمہ کو اپنے اس لائق ہونہار اور سعید و صلح بھانجے سے بہت
آلفت تھی۔ صاحب سیر الاولیاء کا بیان ہے کہ حالت زندگی مولانا تقی الدین
نوح میں ایک مرتبہ حضرت سلطان المشائخ رحمہ سخت بیمار ہوئے اور حالت
بیماری میں آپ نے مولانا کو اپنے روبرو طلب فرما کر بہت سے درویش اور
مشائخین کے روبرو خلافت عطا فرمائی اور حسب ذیل وصیت کی۔

”باید کہ ہرچہ برنور سزاگاہ نہ داری و آل را بخرج رسانی اگرچہ تو چیزے نباشد
بیسج و دل خود را بخرال ندری کہ خدا ترا خواهد داد و بیسج کیسے را بد بخوہی و از خدا ہم
یکے را بد بخوہی و جغالب عطا بدل کنی و دیہ و اوار را ستانی کہ درویش قرار دارد و
اور از خوار نباشد۔ اگر تو چنین باشی با دشماں بر در تو آید۔“

حضرت سلطان المشائخ رحمہ کو اس صاحبزادے کے انتقال سے ایسا صدمہ
ہوا کہ عالم سکوت کا طاری ہو گیا یہاں تک کہ اس صدمہ کی وجہ سے چھ ماہ تک
آپ نے تبسم نہیں فرمایا۔ حضرت کے یاران اور مریدان جان نثار کے علاوہ تمام
دینی میں ان صاحبزادے کے انتقال سے عالم ماتم اور گرا رہا تھا خصوصاً حضرت
امیر خسروؒ کو علاوہ اپنے رنج و صدمے کے حضرت سلطان المشائخ رحمہ کے اس
صدمہ اور سکوت کی وجہ سے کسی وقت قرار نہ تھا۔ وہ ہر وقت اسی فکر میں رہتے
تھے کہ کوئی مسلمان حضرت کی شکستگی اور غم غلط ہونے کا پیدا کیا جاوے۔ ایک
دن وہ مع اپنے چند دوستوں کے جنگل کی سیر کرتے پھرتے تھے۔ بہار

کے خوش ناموسم کا آغاز تھا۔ ہرے ہرے کھیتوں میں سرسوں کے زرد پھول
 بہار دکھا رہے تھے۔ سامنے پہاڑی پر کالکاجی کا سندر تھا بستان پنجمی کا دن
 تھا مندر پر پہلے لگا ہوا تھا اور مور تپ پر سرسوں کے پھولوں کا مینہ برس رہا
 تھا اور اکثر لوگ عجیب خود رفتگی سے ترانے الاپ رہے تھے۔ جب امیر خسروؒ
 نے یہ حال دیکھا اس خوش نماسین کا اُن کے دل پر بہت بڑا اثر پڑا۔ اسی
 وقت فارسی اور ہندی کے چند شعروں کو کئے۔ جنگل سے سرسوں کے
 پھول توڑے اور پتھری کو ذرا سچ کر کے اس طرز سے باندھا کہ سستانہ شان
 معلوم ہوتی تھی۔ اسی ہیئت سے ان اشعار کو پڑھتے ہوئے حضرت سلطان
 المشائخ رحم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت سلطان المشائخ رحم اس وقت
 حسب دستور مرحوم خواہر زادہ کے مزار پر کثرت لائے تھے اور قریب ہی
 ایک برج میں رونق افروز تھے۔ آپ امیر خسروؒ کی یہ سستانہ ادا دیکھ کر اور
 فارسی اور ہندی کے اشعار اس رنگ میں سن کر بہت مخلوط ہوئے اور کمال
 چھ جینے کے بعد قسم فرمایا۔ اس دن سے آج تک بستان پنجمی کے دن جب
 ہندو کالکاجی کے مندر پر جاتے ہیں تو دہلی اور قرب و جوار کے خاص اذیر
 ممتاز صوفی چند قوالوں کو لے کر سرسوں کے پھول ہاتھ میں لے کر اشعار پڑھوا
 ہوئے اول اس مقام پر جہاں حضرت سلطان المشائخ رحم اس دن تشریف
 رکھتے تھے جاتے ہیں۔ اس کے بعد آپ کے خواہر زادہ مولانا شمس الدین فوج کے
 مزار پر جوتے ہوئے حضرت کے روحِ مقدس پڑاتے ہیں کسی قیدی کتاب میں
 وہ اشعار درج نہیں ہیں صرف ایک شعر فارسی اور چند ہٹھریاں ہندی کی قوالوں
 کی زبان پر باقی رہ گئی ہیں۔ وہ شعر یہ ہے۔

اشکاب ریڈا۔ است ابرو بہار ساقیا گل بریزو باوہ بسیار

قوال ہندی کی ٹھنریوں کو پڑھ پڑھ کر اسی شعر کو بار بار دہراتے ہیں ہندی میں
عرب یا توری بسنت منائی بہت موثر ہے۔

اصل واقعہ تو یہ ہے یکن و ہلی میں پندرہ دن مختلف درگاہوں پر بسنت
کے اسلامی لیے نہایت دھوم دھام اور ناچ رنگ کے جلسوں سے ہوتے
ہیں جن میں ہزاروں روپے صرف ہو جاتے ہیں۔ اگرے میں بھی شہر کے تمام
پیشہ و مسلمان سیلیں لے۔ نے کر جنگلوں میں بسنت منانے اور حلو پوری
اڑانے ہیں اور گھروں میں عورتیں بھی بسنتی کپڑے پہن کر کڑا ہیاں چڑھا کر
بچوان کرتی ہیں اور مل کر بسنت کے گیت گاتی ہیں۔ اور شمالی ہنز کے اکثر
شہروں اور قصبوں کے مسلمانوں میں کم و بیش بسنت کی رسمیں جاری ہیں۔

منقول ہے کہ ایک دن ایک کوچہ سے امیر خسرو دم کا گزر ہوا دھنیا ایک
دوکان پر روٹی دھنک رہا تھا کسی نے کہا کہ جس دھنئے کو دیکھو ایک ہی انداز
پر روٹی دھنک رہا ہے۔ سب ایک ہی استاد کے شاگرد ہیں کوئی بولا قدرتی استاد
نے سب کو ایک ہی انداز پر سکھایا ہے آپ نے فرمایا کہ سکھایا بھی ہے اور ایک
حرکت میں بھی تال کو جلنے نہیں دیا۔ کوئی بولا لفظوں میں کیونکر لاسکیں فرمایا۔
درپے جاناں جاں ہم رفت۔ جاں ہم رفت۔ جاں ہم رفت۔ رفت رفت۔ جاں ہم رفت
ایں ہم رفت و آں ہم رفت۔ آں ہم رفت۔ آں ہم رفت۔ اینم ہم رفت۔ اینم ہم رفت۔ اینم ہم رفت۔
رفتن رفتن رفتن رفتن۔ رفتن رفتن رفتن رفتن۔ رفت رفتن رفتن رفتن۔ رفتن رفتن رفتن رفتن۔

توقالی

روشِ توقالی جو آج کل جاری ہے یہ بھی حضرت امیر خسروؒ کی ایجاد سے ہے اس سے پہلے اگرچہ سرود و سماع جملہ خواجگانِ چشت قدس اللہ ارواہم سنتے تھے مگر کوئی قاعدہ اور طریقہ مقرر نہ تھا چنانچہ حضرت سلطان المشائخ رحمہ کو سماع سے بہت شوق تھا اس وجہ سے امیر خسروؒ نے وہ دویانہ طریقہ سماع میں بہت سی نئی باتیں اور قواعد ایجاد کر کے اس کو توقالی کے نام سے موسوم کیا اکثر حضرت سلطان المشائخ رحمہ آپ کو ب خطاب مفتاح السماع یاد فرمایا کرتے تھے چ لہ

منقول ہے کہ جب حضرت سلطان المشائخ رحمہ کی یہ خواہش ہوتی کہ توقالی سنیں تو امیر خسروؒ اور میر حسن رحمہ حضرت کے جانبِ راست بیٹھتے اور مہیشتر غلام زر خرید آپ کا جانبِ چپ بیٹھتا تھا مجلس میں درویشان صاحب کمال اور صوفیان اہل وجد و حال کثرت سے جمع ہوتے تھے اول امیر خسروؒ صوفیانہ طریقے سے غزلیں اور بیتیں پڑھتے اور جس بیت پر حضرت سلطان المشائخ رحمہ اپنا سر ملاتے اس کو امیر حسن رحمہ اور مہیشتر مکرر سہ کر زبان پر لاتے اور ایسا سماں باندھتے تھے کہ حضرت وجد میں آجاتے تھے لہ

صاحب سیرالارلیا تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن جبکہ غیاث پور میں میرے والد ماجد کے مکان پر امیر خسروؒ نے حضرت سلطان المشائخ رحمہ اور بزرگانِ شہر کی دعوت فرمائی تھی سماع شروع ہوا۔ اول جہلول توقال نے امیر حسن رحمہ کی یہ غزل گائی۔

لہ مفیۃ الاولیاء۔ سبع سنابل۔ تذکرہ اولیاء بندہ لہ تذکرہ الاولیاء صلیب تہ تیغ فرشتہ ۱۲

زہے تر کے کہ ازجہما سے ابرو	کمال پیدا کند نہاں ز تہ نہیر
اجبوش مدعی کے جاے گیرد	مز امیر سے کہ مسرت اندر مزاسیر

اس کے بعد امیر خسرو نے اپنی غزل شروع کی لیکن صرف مطلع پڑھ کر اسکو چھوڑ دیا اور شیخ سعدی ہم کی یہ غزل شروع کر دی اور اس خوش الحانی سے کانٹے کہ تمام مختار مجلس کو رقت پیدا ہوئی۔

معلکت ہر شوقی و دلبری آموخت بجا و ناز و عجب و ستمگری آموخت
اسی طرح جب اپنی غزل شروع کرتے صرف مطلع پڑھ کر دوسرے کی غزل شروع کر دیتے تھے۔ مجلس ختم ہونے کے بعد کسی نے ان سے دریافت کیا کہ اس کی کیا وجہ تھی کہ جب آپ اپنی غزل شروع کرتے تھے صرف اس کا مطلع پڑھ کر دوسرے کی غزل شروع کر دیتے تھے جواب دیا کہ جب میں اپنی غزل شروع کرتا تھا اس قدر معنی ہجوم لاتے تھے کہ اس کے ضبط سے حیران ہو کر دوسرے کی غزل شروع کرتا تھا۔

یہ بھی صاحب سیرالاولیا سے منقول ہے کہ ایک دن حضرت امیر خسرو کو قوالی میں ذوق پیدا ہوا اور وہ ماتمہ اٹھا کر رقص کرنے لگے۔ اس وقت حضرت سلطان المشائخ رحم نے ان کو اپنے پاس بلا کر ارشاد فرمایا کہ تم دنیا سے تعلق رکھتے ہو۔ مختار سے واسطے جائز نہیں ہے کہ ماتمہ اٹھا کر رقص کرو۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کیا خوب فرماتے ہیں۔

رقص و قنۃ سلامت باشد کاستیں گرد و عالم افشانی

ایک مرتبہ ایک گویے اور حضرت امیر خسرو رحم سے موسیقی اور شاعری کے متعلق بحث ہو رہی۔ دربار شاہی کا گویا جو اصول ادب سے پورا واقف اور مختلف علوم کا ماہر تھا کہنے لگا کہ موسیقی کو عام حکمت میں شمار کیا گیا ہے۔ اور

بسیقی دلوں پر خاص اثر ڈالنے کا ذریعہ ہے۔ امیر خسروؒ نے جواب دیا کہ میں علم موسیقی اور شاعری دونوں سے واقف ہوں۔ موسیقی اگرچہ دلوں پر خاص اثر پڑتا ہے لیکن شعر خاص حکمت ہے اور موسیقی کو شعر کی ضرورت ہے۔ مگر شعر کو موسیقی کی ضرورت نہیں اس کے لطائف بلا واسطہ موسیقی دل پر اثر کرتے ہیں۔ یہ دلچسپ مکالمہ یہ ہے۔

حسن اخلاق از حسنہ و منداں تو اں کردن طلب
خرد بود آں کو ادب حُسن لبوست حسنہ بود
بے خرد را عیب نتواں کرد و در نزک ادب
عیب نبود مور بر تختِ سلیمان گر بود
مطربے مے گفت حسنہ و را کہ اے گنج سخن
علم موسیقی ز جنسِ نظم نیکوتر بود
ز انکہ ایں علمے ست کز دقت نیاید بر قلم
واں نہ دشوارست کا ندر کا عنذ و دفتر بود
پاسخش گفتم کہ من در ہر دو معنی کامل
ہر دو را سنجیدہ بر وزن نے کہ آں بہتر بود
فرق من گویم میان ہر دو معقول و درست
تا وہاں انصاف آں کز ہر دو دانشور بود
نظم را علمے تصور کن نفسِ خود متام
کہ نہ محتاج سماع و صوت خنیا گر بود
مگر کسے بے زبردیم نظم نسر و خواند رواست
نے معنی بیچ نقصان نے بہ لفظ اندر بود

ورکنہ مطرب بیت ماں ماں و ہوں ہوں در سر
چوں سخن بنو ہمہ معنی او اہست بود
نامے زن را یں کہ صوتے وار و گفتار نے
لاحجم در قول محتاج کسے دیگر بود
پس دیں صورت ضرورت صاحب صوت و سخا
از برائے شعر محتاج سخن پرور بود
نظم را حاصل عسروسسی دان و نغمہ زیور ش
نیت عجبے گر عروس خوب بے زیور بود
من کسے را آدمی دانم کہ داند ایں مستر
ورز داند پر سدا ز من و نہ پر سدا ز

ایک فلمی پڑائی کتاب میں امیر خسرو رح کا ایک رقعہ بھی علم موسیقی کی نسبت
نظر سے گذرا ہے جس کی نقل درج کی جاتی ہے جس مقام سے پڑھا نہیں گیا
وہاں یہ کھینچ دی گئی ہے۔

رقعہ بعلم موسیقی بہ یار تحقیقی

بشنو اے یار حقیقی علم موسیقی عجب علم ایست۔ طوطے نفیس ناطقہ بے
علائق جسمانی و شکرستان ذوق مخلوط گذشتہ و عندلیب
ارواح از زمرہ روح افزا روح الارواح پر شوق محو شدہ و رقائب درآمد۔ و
قانون نغمہ عایش و ارغنون عشرت و طنبور طرب ساز کرد باں ترانہ تن زد بیت
تن چو در آید بنواے سدا و — آہنگ ہوئے تو بود
سبحان اللہ عجیب و غریب ترانہ است کہ مردان صاحب حال در عشق ابرو راہ

اول قول بقانون گیت جو زبان عربی یا فارسی نظم یا شریط مثل تھا
اور جس کی بنیاد ایک یا دو یا تین یا چار تال پر رکھی تھی۔

دوم فارسی۔ اس میں اشعار فارسی کو ساتھ ترانہ کے اوپر ایک تال کے
فراہم کیا تھا۔

سوم ترانہ کہ بے اشعار کے بنیاد اس کی اوپر ایک تال کے رکھی تھی۔
چہارم تصانیفی۔ ہندی زبان میں مثل خیال وغیرہ کے ایجاد کئے
ہیں۔

ہماری زبان اردو اور امیر خسرو

اردو بولنے والے بہت سے لوگ اس امر سے واقف ہیں کہ ہماری زبان
اردو کی ماں برج بھاشا ہے جو ہندوستان میں اہل اسلام کے آنے سے
پہلے شمالی ہند کے عوام کی زبان تھی اس کے بعد جو مسلمان ہندوستان میں
آئے وہ عام طور سے وہی راجا الوقت فارسی بولتے تھے جس میں عربی ترکی
الفاظ کثرت سے موجود تھے جو کچھ ہر وقت ایک جگہ کے رہنے سننے۔ باہمی تکرار
معاملہ۔ لین دین میں ایک دوسرے کے الفاظ کے بغیر بولے چارہ نہ تھا اس
ارتباط اور اختلاط سے قدرتا ایک تیسری زبان پیدا ہونا شروع ہوئی۔

یہ امر غالباً دل چسپی سے دیکھا جاوے گا کہ اقلیم تصنیف و تالیف میں
سب سے پہلے امیر خسرو کی اختراع پسند طبیعت نے ایک نیا خالص خانہ نشا
پردازی کا کھولا جسے برج بھاشا کی زمین میں فارسی کا بیج بویا اور اس سے وہ
ہو نہا رچھ عالم ظہور میں آیا جس نے پیدا ہو کر ہندی اور ہوش سنبھال کر رنجیت
اور جوانی کے عالم پر پہنچ کر اردو نام اختیار کیا۔ خالق باری جس کا اختصار آرج

تک پہلوں کے ورد زباں ہے اسی طلسم خانہ انشاء برداری کی بنیاد ہے۔ یہ اس وقت کئی بڑی بڑی جلدوں میں تھی اس کے علاوہ بہت سی پمیلیاں۔ کرنیاں۔ انگر۔۔۔ دوسخنے وغیرہ امیر خسرو رحم کی یادگار سے اس وقت تک باقی ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ جیسی اس زمانہ میں یہ چیزیں مقبول غلاق تھیں ویسی ہی آج بھی ہیں نمونہ کے طور پر ان میں سے کچھ درج کی جاتی ہیں یہ آنکھوں کے علاج میں ایک مجرب نسخہ دواہروں کی بحر میں لکھتے ہیں۔

لہدی۔ زیرہ ایک ایک ٹنگ	توہ۔ پھٹکری۔ قرودہ سنگ
آورد برابر تھو تھو ڈاڑ	افیون چنا بھرہ رچیں چار
ترت پیر نیسوں کی ہرے	پوست کے پانی پوٹلی کرے

یہ پمیلیاں

بنولی کی پمیلی۔

ترور سے ایک تریا تری آسنے ہٹ بھایا باپ کا اسکے نام جو پونچھا آدھانام بتایا
آدھانام تپا پر پیارا بوجھ پمیلی موری ایر خسرو یوں کہیں اپنا نام بنولی
آئینہ کی پمیلی۔

فارسی بوئے آئینہ ترکی سوچے پائے ہندی بولی آری آئے منہ دیکھو جو اسے بتا
ناخن کی پمیلی۔ میوں کا سر کاٹ لیا۔ نامارانا خون کیا۔

لال کی پمیلی

اندھا گونگا بہاؤ نے گونگا آپ کہا تے وکھید سفیدی موت انکارا گونگے سے بھر جائے
بائس کا سندروا کا باشا۔ باشے کا وہ کھا جا سنگٹ تو سر پر اکھیں وا کورا اور اجا

۱۱ لہ تذکرہ آب حیات

سی سی کر کے نام تیا تا میں بیٹھا ایک	اُمّ اسید عا پر پھر دیکھو وہی ایک کا ایک
بھید پہلی میں کمی تو سترے میرے لال	عربی ہندی فارسی میںوں کرو خیاں

مکرنیاں

مکرنیوں کا موجود بھی امیر خسرو کو کہا جاتا ہے۔

مکرنی (۱) اسگری رین ہو ہے سنگ جاگا	بھور بھٹی تو بھپٹن لاگا
اسکے پھڑپھڑے پھاٹت مہیا	اے سکھی ساجن۔ ناسکھی دیا
مکرنی (۲) سرب سلو ناب گن نیکا	واہن سب جاگ لاگے پھیکا
واکے سر پر ہووے کون	اے سکھی ساجن۔ ناسکھی لون
مکرنی (۳) دہ آدے تب شادی ہوئے	اُس بن دوجا اور نہ کوئے
میٹھے لاگیں واکے ٹول	اے سکھی ساجن۔ ناسکھی ڈھول

انمل

ایک کو میں پرچا پن ماریاں پانی بھر رہی تھیں راستہ چلتے چلتے امیر خسرو کو پائس لگی کوئیں پر جا کر ایک سے پانی ناکا اُن میں سے ایک نہیں پہچانتی تھی اُس نے اوروں سے کہا کہ دیکھو کھسرو (خسرو) یہی ہے انہوں نے پوچھا کہ تو خسرو ہے جسکے سب گیت گاتے ہیں اور ہمیلیاں اور مکرنیاں اور انمل سنتے ہیں۔ انہوں نے کہا ماں۔ اس پر ان میں سے ایک بولی کہ مجھے کھیر کی بات کہہ دے۔ دوسری نے چرخے کا نام لیا۔ اور تیسری نے ڈھول۔ چوتھی نے گتے کا۔ انہوں نے کہا کہ پائس کے مارے دم نکلا جاتا ہے پہلے پانی تو پلا دو وہ بولیں کہ جب تک ہماری بات نہ کہہ دے گا پانی نہ پلاویں گی۔ انہوں نے چاروں کی طرف

مخاطب ہو کر کہا۔

اکمل۔ کھیر پکائی جتن سے چرخہ دیا جلا۔ آیتا کھا گیا۔ تو بیٹھی ڈھول سجا۔ لاپانی

پلا

ڈھکوسلا

ڈھکوسلا بھی آپ ہی کی ایجاد سے ہے۔

ڈھکوسلا۔ بھادوں کی پتی پیلی۔ چوڑی کپاس۔ بی مہترانی دال پکاؤ گڑ۔ یا
ننگا ہی سورتوں

دوسخنہ

ہندی۔ گوشت کیوں نہ کھایا۔ ڈوم کیوں نہ گایا۔ گلا نہ تھا

جوتہ کیوں نہ پہنا۔ سنوسہ کیوں نہ کھایا۔ تلام نہ تھا

ہندی فارسی۔ سوداگر راجہ مے باید۔ بوپے کو کیا چاہئے۔ ودکان

تشنہ راجہ مے باید۔ ملاپ کو کیا چاہئے۔ چاو

شکار۔ سپہ مے باید کرو۔ قوت مغز کو کیا چاہئے۔ باوام

اس طلسم خانہ انشا پر دازی کی ایک غزل بھی ملاحظہ ہو۔ اس میں یہ بات قابلِ لحاظ
ہے کہ نیا و عشق کی عورت کی طرف سے قائم کی ہے جو کہ خاصہ نظم ہندی کا ہے۔

غزل

دور

ز حال سکیں مکن تنافل در آئے نینماں بناے بستیاں
کتاب جہراں ندرام اس جاں نہ لیو کاہے نگاہ چھتیاں
شہان جہراں دراز چوں زلف دروز و صلت چو عسر کوتاہ

کھسی پاکو جوئیں نہ دیکھوں۔ تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں
 یکایک از دل۔ چشم جادو بعد فریبسم بروت کیس
 کسے پڑی ہے جو جاشناوے۔ پیارے پی کو ہماری جتیاں
 چشم سوزاں چو ذرہ حیراں ز مہر آبی نہ بجھ شتم آخر
 زمینینیاں نہ انگ چینیاں۔ نہ آپ آویں۔ نہ بھیجیں پتیاں
 بحق روز وصال دلبر۔ کہ داد مارا فریب خسرو
 سمیت من کے ورے را کھوں۔ جو جے پاؤں پاک کی کھتیاں

ایجاوات متعلق انشاء پر داری

اس بلند خیال اور عالی دماغ بانبان نے گلستان انشاء پر داری میں جو
 نئے پیوند لکھائے ہیں ان کا اگر مفصل حال بیان کیا جائے تو اس کے واسطے ایک
 علیحدہ کتاب کی ضرورت ہے جن صاحبوں کو گلستان انشاء پر داری کی سیر
 کا شوق ہو وہ ان کی کتاب اعجاز خسروی کو ملاحظہ فرماویں اور دیکھیں کہ اس
 صاحب کمال نے کیا کمال دکھایا ہے۔ اس مقام پر نمونہ کے طور چند معنی مترجم
 درج کئے جاتے ہیں۔ طریق خاص امیر خسرو کا وضع کردہ ہے۔ اور اس کا قاعدہ
 ہے کہ معنی میں لفظ فارسی کا لا کر عربی میں اور عربی کا لا کر فارسی میں ترجمہ کر کے
 معنی کو حل کیا جائے امیر خسرو کا دعویٰ تھا کہ وہ عربی فارسی ترکی ہندی پارسی
 زبان کے ہر نام کا خواہ وہ مفرد ہو یا مرکب معنی بنا سکتے ہیں۔

ابوبکر - رباعی

شب خواجہ ابوبکر بدیدم در راہ
مارا چو ز درماے آب بیرون برد
گفتم کہ شوم ز تر باش آگاہ
برعکس سوار شدن تیزی ناگاہ

نمونہ کے طور پر اس معنی کا حل بھی درج کیا جاتا ہے -

درماے کا ترجمہ عربی میں ابواب ہے اور ما کا ترجمہ آب - ابواب میں سے آب کو نکال لیا تو ابو باقی رہا - سوار شد کا ترجمہ رکب ہوا - اس کو ٹوٹا تو بکڑ ہوا اور دونوں کو مارا تو ابوبکر ہو گیا۔

حسین

اے خواجہ حسین بخترم نیکو نام
نعمت ز سر و تیغ میانی بشکن
در نام خود از بندہ شتورم رستم
وز بالا باز گوئے کن نیم نیام

فاطمہ

اشب کہ مرا بود بہ بازار گذر
لفظ اندازی برفت بالاے قمر
ہے جستم از فاطمہ خویش خبر
ماہے بسرشش بود بفتنا و سر

حدیجہ

اُمّکم کہ مرا وصف شما حاجت نیست
رخسارہ من از سر کوشش دیدی
نامت چو حدیجہ است ثنا حاجت نیست
کوشش نیک است رہنا حاجت نیست

ابراہیم

ہوشتم و شک از سر کلک افشادم اندر تہ آں نجر کہ حیراں ماندم	اے ابرائیم مانام تو چون بخواندم ایک سوزن و دشمن دیدم ناگاہ
زیبا	
در ذکر رخسار غلغلہ در جمیع ہیں بالاش آبی و از فروش مع ہیں	روے زیبا چو ماہ در مستغ بین اوماہ ر منیع نام اوارفع ہیں
گنگا	
نامش بر خواں کہ آبت آید بہن و نگاہ گیر شور و پایش بشکن	گنگا کہ وے از لطف صفائش از داند سنبہ و نب بیروں بر
منقول ہے کہ جب مولانا جمالی کنبوہ دہلوی ہم صاحب سیر العارفین ایام سیاحت میں شہرہرات میں پہنچے۔ درازی سفر سے پریشاں حال تھے۔ قلندرانہ صورت ہو رہی تھی۔ سواے ایک تہ بند کے بدن پر دوسرا لباس نہ تھا۔ اسی حالت میں مولوی جامی علیہ الرحمۃ کو تلاش کرتے ہوئے ان کے پاس پہنچے اور سلام علیک کر کے بے دھڑک ان کے برابر جا بیٹھے۔ مولوی جامی ہم کو ایک اجنبی قلندر کی یہ حرکت پسند نہ آئی برا فروخت ہو کر بولے کہ ”میان خرق و توجہ نہ فرق است“ مولانا نے بالشت پہنچ میں رکھ دی۔ یہ جہتہ جواب سنکر مولوی جامی ہم سمجھے کہ یہ بھی کوئی چیز ہے۔ تھل سے بولے ”کیستی“ جواب ملا ”اذا خاکساران ہند“ ان کا کلام دہاں پہنچ چکا تھا مولوی جامی نے پوچھا ”از سخنان جمالی چیز سے یاد داری“ مولانا نے یہ شعر سنائے	
دکے پر زرد و دو سٹکے	کز کے بوریا تو پوسٹکے

نے عسیم دزدو نے عسیم کلا

عاشق را لاٹو بالی را

بچکے زیر و موٹکے بالا

ایں تدریس بود جمالی را

جامی رحم نے فرمایا "طبع شعرداری" مولانا نے فی البدیہہ حسب حال یہ مطلع پڑھا

ماراز خاک کویر تیرا پیڑھے ستہ برتن آں ہم زاب دیدہ صد چاک تیرا دامن

یہ پڑھ کر آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ بدن برہنہ تھا۔ گرد جی ہوئی تھی سید پرانو

گر کر گرد چاک چاک ہو گئی جامی سمجھ گئے کہ یہ جی جمالی ہم ہیں۔ مباحثہ اٹھ کر گلے ملے۔

تعظیم و تکریم کی اور نہایت گرم جوشی سے علمی باتیں چھڑ گئیں۔ مولوی جامی رحم

نے فرمایا کہ امیر خسرو کا بھی کوئی مکتبہ یاد ہے۔ جواب دیا کہ امیر کے معنے دو قسم کے

ہیں ایک قولی دوسرے فعلی۔ کس قسم کا مکتبہ سناؤں۔ مولوی جامی رحم بولے کہ

آج تک قولی معنے سنئے تھے۔ فعلی کیسے ہوتے ہیں۔ مولانا اول سید سے کھڑے

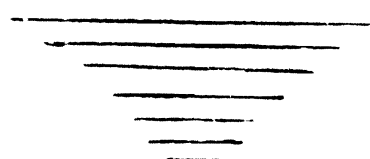
ہو گئے۔ پھر خمیدہ ہوئے۔ اس کے بعد ریش (ڈاڑھی) کو ماتھ سے جھاڑا۔ اور

کہا کہ حضرت امیر خسرو کا یہ فعلی مکتبہ ہے۔ مولوی جامی رحم خود عالی دماغ اور نازک

خیال تھے فوراً سمجھ گئے کہ یہ مکتبہ ادیس کے نام کا ہے۔ کیونکہ سید سے کھڑے ہونے

سے آلف اور خمیدگی سے دال اور ریش جھاڑنے سے شیش کے نقطے اڑانے سے

مراوہ ہے ان سب کو ملایا تو ادیس ہو گیا۔ مولانا نے کہا بہت صحیح ہے۔



بائشتم

علیت اور تصنیفات اور اُس پر رائے

انسان جب مرتا ہے تو اُس کا نام بھی مٹ جاتا ہے مگر صاحبان تصنیف و تالیف کی زندگیاں بھی عجیب اور اُن کی موت بھی عجیب ہے کہ مرنے کے بعد بھی وہ زندہ رہتے اور زندہ کہلاتے ہیں۔ اور زندوں کی طرح بولتے چلتے ہیں۔ چشمہ آب حیات جسے ہم سنتے آئے ہیں وہ صرف ایک فرضی اور خیالی چشمہ ہے جسکو نہ کسی نے دیکھا اور نہ اُس کا پانی پایا دراصل آب حیات تصنیف و تالیف اور نیک زندگی کا نام ہے کہ جس کی وجہ سے انسان کو بقائے دوام کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ حضرت امیر خسروؒ کے حالات زندگی کی نہایت دل آویز تصویر انکی نیک نام زندگی اور تصنیف و تالیف اور اُن کا بے نظیر کلام ہے کہ جس کی وجہ سے اِس صاحبِ کمال کو بقائے دوام کا مرتبہ حاصل ہے۔ زمانہ نئے انکی تصنیف و تالیف اور بابرک کلام کو قبولیت عام کی سند عطا فرما کر فصاحت کے کتب خانہ میں جگہ دی ہے۔ ہندوستانیوں کے کلام میں جو قبولیت اور شہرت اِس منتخب روزگار کے کلام کو حاصل ہوئی ہے وہ بہت کم کسی کے کلام کو نصیب ہوئی اور حقیقت تو یہ ہے کہ سرزمین ہند سے اِس عرزاؒ روزگار نے اُسٹھ کر ایرانی ارباب فضل و کمال پر روشن کر دیا کہ فصاحت و بلاغت صرف اُنہیں کا حصہ نہیں ہے اور اپنے اِس دعوے کی تائید میں بڑے بڑے فضلا

اور اہل کمال سے محض لکھو الیا۔ مشرقی شعرا کے سرتاج اور احسن لافی
فلاسفروں کے شہنشاہ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے نہ صرف
ان کے کلام کو پسند کیا بلکہ شاہزادہ محمد سلطان کو یہ بھی لکھا کہ خسرو و دہلی
اس فن میں کمال ہے اس رفعت منات سے سمجھ کر عزیز رکھو۔ عارف کمال
مولانا جامی کا قول ہے کہ امیر خسرو نے ہر میدان میں قدم مارا ہے۔
قصیدے کہے۔ غزلیات کا دیوان لکھا۔ مثنویاں لکھیں۔ اور سب کو کمال کے
درجے تک پہنچا دیا۔

حضرت امیر خسرو عربی۔ فارسی۔ ترکی۔ ہندی جاربازوں کے فاضل
اور نظم و نثر دونوں میں کیساں کمال رکھتے تھے۔ آپ کی کثرت تصنیف و تالین
کا حال اس سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ صرف آپ کی ان کتابوں کی تعداد جو
سلک نظم میں منسلک ہیں ننانوے اور آپ کے اشعار کی تعداد علاوہ کلام ہندی
کے چار اور پانچ لاکھ کے درمیان میں بتائی جاتی ہے۔ حاجی لطف علی خان
آز صاحب تذکرہ آشکہ کا بیان ہے کہ اس تعداد میں سے ایک لاکھ اشعار
خود میری نظر سے گزرے ہیں۔ ضیاء الدین برنی صاحب تاریخ فیروز
شاہی تحریر کرتے ہیں کہ ان کی تصنیف و تالیف اس قدر ہے کہ نظم و نثر میں
گویا انہوں نے ایک کتب خانہ تصنیف کر دیا ہے +

قاعدہ ہے کہ علمی قدر دانی اور کتابوں کی حفاظت ان و امان کے زمانہ

لئے تذکرۃ الکالمین ۱۲

۱۱ حضرت امیر خسرو جہا شاہ کے علاوہ سنسکرت سے بھی واقف تھے مثنوی نہ سپہر میں اپنے
سنسکرت سیکھنے کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں میں سنسکرت سے برسہا برس کا شدم + در دل شال محرم
امرا شدم + ہرچہ باخاندہ خود مرز فرد + جستم از ان قوم و نمود از درود + ۱۲

میں ہوا کرتی ہے۔ امیر خسرو نے زمانہ اچھا پایا خود ان کے عہد اور ان کی وفات سے شہنشاہ اکبر کی پراسن سلطنت تک (یعنی ۱۵۲۵ء سے ۱۶۰۳ء تک) دو سو ڈھائی سو برس برابر طوائف الملوکی کا بازار گرم رہا۔ اگرچہ ہندو سخیوں کی یورپ والوں کی طرح کبھی اس طرف توجہ نہیں ہوئی نہ سامور شعراء اور مصنفوں اور دیگر ارباب کمال کی یادگاریں قائم کر کے ان کی تصنیف و تالیف اور کمالات کی یادگاروں کو حوادث روزگار سے محفوظ رکھنے کا انتظام کرتے مگر اس طوائف الملوکی اور روزمرہ کے ملکی تغیرات نے اور بھی کسی کو اس طرف متوجہ نہ ہونے دیا۔ ایک سیکڑوں ہزاروں نادرونیاب کتابیں کس پر سی کی حالت میں ہمیشہ کے لئے صحر و بیابان سے نیست و نابود ہو گئیں۔ اس کے بعد اکبر و جہانگیر اور شاہ جہاں اور عالمگیر کی پراسن سلطنت میں ان کی علمی قدروانی سے جو ذخیرہ جمع ہوا اس میں سے کچھ تو ۱۷۵۷ء کے خوف ناک غدر میں ضائع ہو گیا اور جو کچھ باقی بچا تھا وہ ہم جاہلوں کی لاپرواہی کی وجہ سے ہماری صحت سے بیزار ہو کر قدروانان علم و فضل یعنی اہل یورپ کے کتب خانوں کو جرت کر گیا اور ان کی قریب و زینت کا باعث ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ آج ان بنائوں سے

لے یورپ میں اس دقت و لاکھ سے زیادہ مشرقی قدیم کتابیں مختلف کتب خانوں میں نہایت احتیاط اور آراستگی سے رکھی ہیں سب سے زیادہ نمایاب مجموعہ پیرس و فرانس میں ہے۔ فلارنس۔ روم۔ ویانا۔ سینٹ پیٹرز برگ وغیرہ میں زیادہ تر مشرقی مجموعہ فراہم ہے۔ ماسکو کی لائبریری میں پروفیسر سا جاک کی ترتیب کی ہوئی فہرست کے موافق ۱۷۵۷ء تک فارسی کی دو ہزار اوقیس قلمی کتابیں داخل تھیں جس میں ستائیس کتابیں امیر خسرو کی تصنیف سے تھیں۔ کیمرج۔ لیونرسٹی میں ۱۷۵۷ء تک تین ہزار سے زیادہ قلمی کتابیں مشرقی زبانوں کی سوچتھیں۔ برٹش بیوریم لندن میں مختلف انعام کی ساتھ ہزار قلمی کتابیں جمع ہو چکی ہیں جن میں تین ہزار

کتابوں یا ایک کتب خانہ میں سے صرف چند کتابوں کے نام جو انگلیکوں پر لکھے جاسکتے ہیں ہمیں معلوم ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

مثنوی قرآن السعیدین۔ مثنوی مطلع الانوار۔ مثنوی شیرین خسرو۔ مثنوی یلی مجنون۔ مثنوی انبیا اسکندری یا اسکندرنامہ۔ مثنوی ہشت ہشت۔ مثنوی خسرو نامہ یا خسروخان و دول رانی۔ مثنوی سپہ مثنوی تعلق نامہ۔ خزائن الفتوح یا تاریخ علائی۔ انشائے خسرو یا خیالات خسرو۔ رسائل الاعجاز یا اعجاز خسروی۔ فصل العوائد۔ راحت المحبین۔ خالق باری۔ جواہر البحر۔ مقالہ قصہ چہار دریش۔ دیوان تحفۃ الصغر۔ دیوان وسط الحیات۔ دیوان غرت الکمال۔ دیوان بقیۃ نقیہ۔

دولت شاہ سمرقندی اپنے تذکرے میں تحریر فرماتے ہیں کہ ان کے علاوہ چند نسخے ان کی تصنیف سے علم موسیقی وغیرہ میں بھی ہیں۔

منقول ہے کہ جب امیر خسرو کو فی کتاب ختم فرماتے تھے تو اول اس کو حضرت سلطان المشائخ کی خدمت بابرکت میں پیش کرتے تھے۔ آپ کو اپنے دست مبارک میں لے کر فاتحہ پڑھتے اور بعد فاتحہ پڑھنے کے امیر خسرو کے ہاتھ میں دیدیتے تھے اور بعض مرتبہ کتاب کھول کر چند سطریں بھی پڑھ لیتے تھے۔ یہ بھی مشہور چلا آتا ہے کہ امیر خسرو نے ایک کتاب گلستاں کے جواب میں بھی لکھی تھی جب اس کو حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں بغرض فاتحہ لے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ کل لانا اور اپنی چادر امیر خسرو کو دوئی کہ آج اس کو اڑھ کر سوراہنا۔ امیر خسرو

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۸۔ طلحی ہیں۔ اثربا آفس لندن میں بے شمار شرقی کتابیں جمع ہیں۔ ان میں سیکودوں کتابیں بھی ہیں جو مصنف کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں یا ان پر مصنف کے دستخط اور تہریں ثبت ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ اور بھی غائب شمس کے ہاتھوں میں بھی ہزاروں نایاب مشرقی کتابیں موجود ہیں۔

راغوزادہ اشیا فی شاعری

حسب ارشاد چار اوٹھ کر سوئے۔ خواب میں دیکھا کہ دربار میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم رون افروز ہیں اور ایک شخص حضرت کے روبرو کھڑا ہو کسی کتاب میں سے کچھ پڑھ رہا ہے۔ امیر خسرو م نے جب غور سے سنا تو معلوم ہوا کہ وہ یہ قطعہ پڑھ رہا ہے۔

بلغم العالی بلکمالہ	کشف الدجہ ابجمالہ
حسنات جمیع خصالہ	صلوات علیہ والہ

اس کے بعد امیر خسرو م نے دیکھا کہ دربار کے ایک کونے پر حضرت سلطان ایشاخ رحمۃ اللہ علیہ بستر کھڑے ہوئے ہیں۔ جب صبح ہوئی امیر خسرو م نے حضرت سلطان ایشاخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر خواب کا حال بیان کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری کتاب اس صاحب کمال رشخ سعدی م کی گلستاں کے مقابلہ میں کبھی مقبول نہیں ہو سکتی۔ امیر خسرو م نے اسی وقت جمناپر جا کر وہ کتاب جمنایں ڈبو دی۔

امیر خسرو م کی فصاحت و بلاغت کی جو عظمت اور عقیدت ہندوستانیوں کے دل میں ہے وہ ذیل کے لطیفہ سے بخوبی واضح ہوتی ہے :

لطیفہ۔ ایک دن مرزا غالب مرحوم کے ایک شاگرد رشید نے ان سے آکر کہا کہ حضرت آج میں امیر خسرو م کی قبر پر گیا تھا۔ مزار پر کھڑی کا درخت ہے۔ اس کی کھرنیاں میں نے نوب کھائیں۔ کھریوں کا کھانا تھا کہ گویا فصاحت و بلاغت کا دروازہ کھل گیا۔ دیکھئے تو میں کیسا فصیح ہو گیا ہوں۔ مرزا صاحب نے اذراہ ظرافت جواب دیا کہ ارے، میاں تین کوس کیوں گئے۔ میرے کچھواڑے کے پمپل کی پمپلیاں کیوں نہ کھالیں۔ چودہ طبق روشن ہو جاتے۔

حضرت امیر خسرو م کی تصنیف و تالیف مندرجہ بالا کا مختصر فوٹو یہ ہے۔

مثنوی قران السعدین

یہ مثنوی حضرت امیر خسروؒ نے سلطان ممزائین کی قبلاوت کی فرمائش پر اس کے اور اس کے باب ناصر الدین بغرا خاں کی ملاقات کے حالات میں لکھی ہے اور آج جو کتابیں ان کی تصنیف و تالیف سے موجود ہیں ان میں سب سے پہلی تصنیف ہے۔ پروفیسر کاویل صاحب نے ایشیا ٹک سوسائٹی جنگال کے جنرل سٹنڈرڈ میں اس کتاب کی چند مثالیں تحریر فرما کر اس کی نسبت سب فیل رائے تحریر فرمائی ہے۔

یہ نظم جیسا کہ امیر خسروؒ کی کل تصنیفات کا حال ہے، مبالغہ اور استعارات سے آراستہ ہے لیکن تاریخی واقعات عموماً سچائی کا پہلو لئے ہوئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بہت کم نظمیں کسی زبان میں اصلی ترتیب اور واقعات کی خوبیوں کا بناہ کر سکتی ہیں اور جب ہم دیکھیں کہ فرشتہ کی تحریر کا مقابلہ شاعرانہ حالت میں دیکھتے ہیں یعنی تاریخی واقعات کو نظم میں پائے ہیں تو ہم کو ان کے اصلی مضمون کی مشابہت سے تعجب ہوتا ہے۔ جگہ جگہ واقعات کے اخیر میں غزلیں مریج ہیں۔ جن سے شاعر کے ولی جذبات کا اس زمانے کے حالات سے مطابق ہونے کا پتہ چلتا ہے جس زمانے کا حال اس واقعہ میں بیان کیا گیا ہے اور اس کی مثال بالکل ان گیتوں کے مطابق ہے جو مینین کی کتاب پرنس کے حصوں کے درمیان میں لکھے گئے ہیں۔ غزلیں مختلف بحروں میں ہیں اور کہیں کہیں دوران کتاب میں اگر جدت کا ایک خاص لطیف پیدا کر دیتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ان سے قصے کے واقعات اور ان جذبات امید و بیم کی جو ناظرین کے دلوں میں واقعات قصہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ سرسری تشریح بھی ہوجاتی

ہے اور چنانچہ شاعر خود برابر معرکے میں موجود رہا تھا اس وجہ سے وہ واقعات میں پورا عمل رکھتا ہے اس طرح سے اس کتاب میں رزم اور ہزم کی غزلیات نہایت پر لطف طور سے ملی ہوئی ہیں اور واقعات کے ہر حصہ کے نظری اور فہمی دونوں پہلو دکھانے گئے ہیں۔

اس شہسوی کو امیر خسرو نے رمضان ۶۱۲ھ میں نین مینے کے عرصے میں خلعتِ نظم پہنایا ہے اس میں تین ہزار نو سو انچاس بیتیں ہیں۔ یہ محبب لکھی ہے اور عام طور سے دستیاب ہوتی ہے بحرف طوالت کسی واقعہ یا غزل کی پوری نقل درج کرنے سے معذور رہ کر بطور نمونہ مختلف مقامات کی چند بیتیں درج کی جاتی ہیں۔

دہلی کی تعریف میں

حضرت دہلی کفِ دین و داد ہست چو ذاتِ ارم اندر صفات ملک زور و ازاد و فتح یاب نام بلندش رہ بالا گرفت گر شہنشاہِ ایں بوستان	جنتِ عدن ست گدآباد و باد حسبہا اللہ عن الحادثات سینہ در و زود و صدق باب نماہِ خلق شد رہ عیسا گرفت مکہ شہ و طائف ہندوستان
---	--

کینقباد کے نسب کی نسبت تحریر فرماتے ہیں

نور جہد از جبہ او تاقہ شمس جہانگیر جہا با فرش ناصر حق شاہ فرشتہ سرشت جد سوم شاہ غیاثِ آم ہر جدش کعبہ ارکانِ جہ	قر جہد از فرجہ خود یا منت اظہر من شمس جد و جگرش خوئے ہوش نسخہ باغ بہشت حاکم فرماں ز عجب تا عجب کردہ دو عالم سہ جدش را جود
--	---

نصائح بربان ناصر الدین بھراخان

کامے پس از ملک و جوانی مناز	تاز بدو کن بشد او بے نیاز
گرچه سیاست ز تو شد و ستیاب	دست ضعیف اں سیاست کتاب
خشم بہ جرم میاور بہ کس	ز آتش سوزندہ گمہ از خس
چوں گناہ معترف آید سے	عفو نکو تر ز سیاست سے
چشم رعایت ز رعیت گیر	تا بودت ملک عمارت پذیر
شاخ درختے کہ بود سایہ دار	سایہ نشیں را بود ازو سے مدار
چوں تو شدی سایہ یزدان پاک	سایہ فشاں باش بریں شت خاک
عدل دو مایہ امن و آساں	پیش کن ایں مایہ زمیں تاز ماں
دولت جاوید بہ دست کس	نام کو دولت جاوید بس
ہر نفس از عمر غنیمت شمر	یاو کن از ملک و ران دگر
کاول شاں چرخ بہ بالا کشید	و آخر شاں خاک بہ خدا کشید
قصہ منھا کہ ہمیدوں بخواں	تا نہ جمشید و فریدوں بخواں
نیک و بد از دفتر ایشان بخوے	نیک بخاطر کن و بد را بشوے
پیشہ نکوئی کن و از بد تر کس	از بد کس نے ز بد خود بتر کس
خود ز مکافات و حسن ہر زماں	ہر چہ کنی نینہر بیانی ہماں
ترس خداوند جہاں کن بہ دل	تا ز خداوند منافی تجھل
کار چہاں کن کہ بہ سنگام کار	از در یزدان نشوی شہ سار

مستغرق نصائح بربان امیر خسرو رح

ترک طمع گیر۔ و خود شرم دار	تا نشوی چوں خجلاں شہ سار
گر سندانے کہ دریں گمانے	تاں نہ کہ میطلبی نہ از خدا سے

خوش خور و از خواجہ شاہاں خواہ مملکت این است خلعت و باش از پئے نانے چربی آب خویش	لشہ میر آب زد و ناں خواہ دل بقناعت نہ و نہ بسند باش خوژکن و آشام بخوژ آب خویش
---	---

مطلع الانوار - شیریں خسرو - لیلی مجنوں - اُمید - کندری - ہشت

بینج گنج خسرو

شیخ نظامی گنجویؒ نے جو استاد الآفاق اور سر تاج مثنوی گویاں ہیں - پانچ مثنویاں اس خوبی اور فصاحت و بلاغت سے لکھی ہیں کہ اصحاب فصاحت اور ادب بلاغت نے ان کو خدائے سخن کے نام سے موصوف کیا ہے مثنویاں جو خمسہ نظامی کے نام سے مشہور ہیں حسب ذیل ہیں -

مخزن اسرار - شیریں - لیلی مجنوں - ہفت پیکر - سکندر نامہ - ان کی ترتیب کی نسبت مولانا نظامی سکندر نامہ میں فرماتے ہیں -

در وقت تہاے نو انداختم کستی نکر دم ویں کار تیج بشیرین و خسرو را یحتم در عشق لیلی و عبسوں ز دم سو ہفت پیکر فرس تا ختم از تم کوں اقبال اسکت ندی	بسے گنجملے لہن ساختم سو مخزن اسرار اول پیچ وزو چرب شیریں ترا یحتم وز انجا سر پر وہ بیرون ز دم چو از عشق عبسوں پر ختم کنوں بر باد سخن گتری
--	--

یہ خمسہ مولانا نظامی کا ۹۹۹ میں تکمیل کو پہنچا اور ایسا مقبول خلافت ہوا کہ عام

طور سے مشہور ہو گیا کہ اس کا جواب نہیں ہو سکتا اور اس زمانے سے سو برس تک اسی شد و مد کے ساتھ مشہور چلا آیا مگر کسی فاضل شاعر کی ہمت نہ پڑی کہ اس کے جواب میں قلم اٹھا۔ سب سے پہلے امیر خسروؒ نے اپنے عہد میں اس کے جواب میں قلم اٹھایا اور دو تین برس کے رصے میں اس کے جواب میں اپنا پنج گنج ختم کر کے اس کے سلطان علاؤ الدین خلجی کے نام سے موسوم کیا۔ مطلع الانوار میں اس کی نسبت فرماتے ہیں۔

لشت چو نقد بہ قلب آزماے	سلیہ بریدم ز عہ چوں ہماے
دربہ خسرویم شلبند	خلفہ در گور نظم بوی فلک
آں روشے بود ز اندازہ دور	نظم در آمد بہ دسام ز نور
نور کہ از خواجہ نظام رسید	ہام ازال رویہ نظام رسید
مگر چہ برو ختم سخن مہر بست	سکہ من مہر زش را بست
خاتم اورا چو کشادہ نگہیں	داو گنیش بمن انگشتریں
خاکش از ملک بسطاطاں سپرد	خاتم دولت بہ سیماں سپرد
آں گہرا رم کنوں از کان غیب	کاب رشو و عقد ثریا بہ جیب
مگر چہ بہ ملک سخن از پنج گنج	نوبت آں گونیشیں گشت پنج
نوبت خسرو کو بسیچش نواست	پنجہ زن نوبت آں خسرو است

امیر خسروؒ کے بعد بھی خسرو مولانا نظامیؒ کے جواب میں بہت سے شعرا نے طبع آزمایاں کی ہیں۔ جن میں زیادہ مشہور یہ ہیں۔ خواجہ کرمانی۔ ملا تقی عبد اللہ جامی و مولانا نور الدین جامیؒ کے بھانجہ تھے صاحب دولت۔ ملک الشرا ابو الفضل فیضی۔ لیکن خسرو نظامیؒ کے جواب میں جو کامیابی امیر خسروؒ کے پنج گنج اور فیضی کی ایک مثنوی کل دن کو حاصل ہوئی وہ کسی دوسرے جواب کو نصیب نہیں ہوئی۔

سازم ازاں سال برے پہنچ	ہنچ کلید از پئے آل ہنچ گنج
کاخچہ بہر گنج بود ناپید	ہنچ خسرو ہم بزبان کلبہ
آں غلط آرم کہ ہمہ نافتال	تفرق ندانند ازیں تابدال
کلبہ کہن را چو گرفتسم بہ تیغ	گو بہر خود نیز فشاندم چو سنج

ایر خسرو نے غصہ نظامی کے جواب میں پہنچ گنج کو اس طرح پر ترقیب دیا ہے۔

مخزن اسرار کے جواب میں مطلع الانوار

خسرو شیریں کے " خسرو شیریں

یلی مجنوں کے " یلی مجنوں

ہفت پیکر کے " ہشت بہشت

سکندر نامہ کے " آئینہ اسکندری

مہشت بہشت میں فرماتے ہیں۔

داوی اول کہ سید و دار	روشنائی از مطلع الانوار
کردی آنکھ بانٹ طتام	شہد شیریں و خسرو اندر جام
باز در عالم خسروئی	شور یلی و مجنوں انگندی
پس وہاں پر خودی کردی	شرح راز سکندری کردی
وین زان کز جواہر اجسم	نے نگاری صعیفہ چہشم بہشت

دولت شاہ سمرقندی اپنے تذکرے میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایر خسرو کے غصہ

دینچ گنج میں منتیس ہزار اور غصہ مولانا نظامی ۴۴ میں اٹھائیس ہزار بیتیں ہیں۔

غصہ ایر خسرو میں اختصار ہے جو فصاحت و بلاغت میں مطلوب و مرغوب ہے۔

اور امیر زادہ سلطان سید بالینفر اس کو غصہ مولانا نظامی ۴۴ پر ترجیح دیتے تھے لیکن

لے مرزا بالینفر مرزا شاہرخ ابن ایر تیمور کا بیٹا تھا۔ یہ شاہزادہ نہایت شریف پرور اور قابل

تھا۔ خود چھ زبانوں میں لکھ چکے تھا۔ فارسی اور ترکی زبان میں اشعار موزوں کرتا تھا۔

ساقاں الغ بیگ اس بات کو قبول نہیں کرتے تھے اور دونوں بادشاہوں میں اس معاملہ میں تعصب پیدا ہو گیا تھا۔

اس کے بعد فاضل مذکور نے اپنی رائے خمسہ امیر خسروؒ کی نسبت یہ لکھی ہے القصر ساقی خاص و ناز کیہ سے خسرو و سخوان پر شور عاشقانہ او آتش در نہاد آدمی نیز ندو در توحید ایں دو بیت امیر خسرو است۔

قطرہ آبے نہ خورد ماکیاں تماز کند روے سوتے آسماں

دور معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا

برآں آئینہ دل واجب است آہ کد بر مسرج اوشک اوہ راہ
دور ناز کیہا سے محبت او اگر فکر کنند کہ تہا نیست کہ وصف نتواں کرو از انجملہ است۔

خوسے را کہ تیمار خربندہ کشت سہ جو در شکم بہ کسی من بہ پشت
وازیں نوع ظرائف فراواں است۔

مطلع الانوار

حضرت امیر خسروؒ کے علوم و حکمت کے بیچ گنج کا پہلا گنج مطلع الانوار ہے۔ اس

بقیہ حاشیہ نمبر ۹۶) علماء کی تمددانی میں شہزادہ آفاق تھا۔ اس کی سرکاری مہیشہ چالیس نقل نویں پرانی نادر ذیاب کتابوں کے نقل کرنے کے واسطے ملازم رہتے تھے۔ ۱۳۹۹ھ میں

پیدا ہوا اور ۳۵ برس کی عمر میں ۱۴۳۴ھ بمقام ہرات فوت ہوا۔

عہ مرزا الغ بیگ۔ یہ شاہزادہ بھی مرزا شاہ رخ ابن امیر تیمور کا بیٹا تھا۔ علم اور اہل علم کی مددانی اور علم نجوم میں بہت مشہور تھا۔ چالیس برس تک اس نے اپنے باپ کی زندگی میں سر قذیب

حکومت کی اور باپ کی وفات کے بعد ۱۴۴۴ھ میں اس کا جانشین ہوا۔ تخت نشین ہو کر بھی ہمیشہ کتب بینی میں مشغول رہتا تھا۔ رمضان ۸۵۴ھ مطابق ۲۰ اکتوبر ۱۴۴۹ء میں اس کے

مخلف بیٹے مرزا عبداللطیف نے اس کو قید کر کے قتل کر ڈالا۔

شاور دیاے حقیقت اور نحو اس بحر طریقت نے اس اخلاق و تصوف کے خزانے میں شریعت و طریقت اور حقیقت کے نادر و نایاب نورانی گوہر اس خوشمنائی سے سجائے ہیں کہ اگر اس کو مطلع اور الہی کہیں تو خوش نہا ہے یا معجزہ خسروی کہا جاوے تو بجائے۔ اس طلسم خانہ حقیقت کو جو اس صاحب کمال کے کمالات کا سچا فوٹو ہے اس جادو نگار نے صرف چوگودہ دن کی قلیل مدت میں اپنے سحر سامی سے سجا کر اپنی بے نظیر قادر الکلامی اور کمالات مصنوعی کا ثبوت دیا ہے۔ اس میں میں مقالہ ارتین برائے من سودس بنیں ہیں۔ ^{۱۲۹۹} ششم کی تصنیف ہے یہ چھپ گئی ہے۔ اور عام طور سے دستیاب ہوتی ہے۔ اہتمام برآپ فرماتے ہیں۔

شکست مرآت چو بہشت این سراے	شکر خدائے افضل خداے
بیت خزینہ است در و چہر ز گنج	بیت خزینہ است در و چہر ز گنج
در بیت آوری اندر شمار	در بیت آوری اندر شمار
از اثر اختہ گردوں حرام	از اثر اختہ گردوں حرام
سال کہ از چہر کمن گشت بود	سال کہ از چہر کمن گشت بود
چرخ کہ نور شید بنابش نوشت	چرخ کہ نور شید بنابش نوشت

ناظرین۔ اس کاستان حقیقت سے یہ خوش ناگلدستہ مرتب کر کے پیش کیا جاتا ہے۔ مگر قبول افتد بہ عز و شرف۔

آئینہ بہ زندانِ جہالت کم است	مہت کہ اگر چہ در شش صد خم است
مرد کہ از علم تو انحر بود	کے نظر شش بر گسر و زر بود
عالم اگر چاشت ندارد ز شام	جابل اگر خسرو روم است و شام
گر نہ با نصاب شوی پرودہ دوز	حیف بود و در حق جابل ہنسوز
اہل نہ گردو بہ عمامہ سفید	خرید شود از جیل دیبا فقیہ

از بنیر خویش کشاسینه را
 آب گناباے کمن را جوے
 زنده به مرده مشواسے نامت نام
 زنده کمن مرده مسیحا فزالت
 از پیر مرده ملائکه اسے جوان
 قائمہ علم همین است خاص
 چون زندان پرزده مذکر نفیس
 آغوش بندرستے بهر نام
 علم چنان خوان که ز بس زندگی
 چوں توفی از شام دوسے حید جوے
 چند توان ساغر پنهان زدن
 زشت بود زهر به نورینه در
 حافظ قرآن چو خورد باده هے
 خامه وزن یو سخن عامه را
 خطا با بوسه نامیاں و نقیض
 عالم به بے کار نیاید بدتر است
 هر چه به هنگام نه گوید کسی
 قول به کس نیست بدتر استوار
 مرد بود کم سخن و تازه روستے
 کس نکند از سخن نرم بیسم
 نیز کمن تیغ زباں در دهاں
 ره بر دوسے خوشاں کسے

پایه کمن نسبت دیرینه را
 در چو کمن گشت بود زور دوسے
 زنده تو کمن مرده خود را پست نام
 واکه دم از مرده برآمد دغا است
 گر زنگی چوں نخشی از استخوان
 کت و دماز چاه بخیر حسنا حس
 یواجمی باشد بهنگامه گیسر
 به ز فقیته که بود نامت هام
 خواب تو با سخن شرف بندگی
 علم مگو خواب پریشانش گوے
 پس نمس از رحمت قرآن زدن
 باوه و قرآن به یکے سینہ در
 کفر و دشمنی قرآن بهرے
 ابلت تزویر کمن حسامه را
 اگر چه بصدر حیلہ بر آرد دوسے
 خامشی از گفت نکوتر نسے
 شاعر و قریب زن و اختر شمار
 آفتقد و غنم گلهما جوے
 وز سخن سخت تبرید سلیم
 تائب و خلق ترا در زماں
 زخم خورد مرد سخن گو نسے

ہرچہ لبست را بہ سخن رده در دست
 چون شغوفہ است غامبوہ
 گوش منہ بر لب غیبہ گراں
 راہ مدہیچ خستہ را بہ گوش
 نے ہمہ گفتار از انسان خوش است
 ہرچہ بدر آدمی است و پری
 جانہ اسلام بر صاحب پر پوی
 ایں نہ لباس ست کہ لمبیں است
 لکھ و صاحب شدن چوں ہلال
 ہوشن میخانہ ورود در خداے
 نقش الہی ست بہ لوح جبیں
 واسے کہ تا چند چو انسرو گال
 اسے کہ گذاری بہ جہانہ نماز
 زشت نمازے کہ ریاضان اوست
 اسے ہمہ در جمعہ و عیدت نماز
 نیست نماز آنکھ کئی بے خستوع
 سجدہ نباشد کہ بروے زمیں
 تو بہ چنیں چیدن دانہ ز خاک
 کن نمازت ہمہ ارکان درست
 ساختہ کن بارے زارکان مرا
 اسے شدہ باز بچید دست جو اسے

جائزہ قد سمع اللہ دوست
 ہرچہ نیز زو لبش تو آل گوے
 کما تو ہم انباز باشی و رآں
 وردہ از پنہ و مالش پرش
 ہرچہ پسندیدہ بود آن خوشست
 نیست گریہ پر کشتش گرمی
 پر فرشتہ است محس ران دیو
 وین نہ خیال ست کہ لمبیں ماست
 پویہ زمان مشرق و مغرب خیال
 واسے بریں طاعت آلودہ واسے
 برور مخلوق منہ بر زمیں
 سجدہ کنی بر در این مردگان
 سجدہ نہ دانی کہ نذر دہو از
 مزید دیو و ارکان اوست
 کے بود آبت ز در بے نیاز
 وزوی ارکان بہ سجدہ و رکوع
 بر صفت مرغ شوی دانہ چیں
 چوں پری اند صفت مرغ خان خاک
 مات شود خانہ امیاں درست
 بلکہ دہد شمع حضورت خداست
 کردہ رواے بروہ نار واسے

جہد و بال ایں چہ پریشانی است
 هیچ کس از بندہ خود آزاومست
 ہر کہ نہ پرہیز پذیرد نصیب
 لوٹ چو چہرہ سمد ہلاکت کشد
 حیثیت شراب آب شکر بخند
 خوردن مے ہر بدئے راست سر
 خلق تو واضع کہ زستان بود
 شرب و زنا تیرہ کند رائے را
 مرد و آل شد کہ ز شہوت نہ رست
 مآولت از ترس زلزلہ چو بید
 خوف و رجا ہر دو بہ ایماں درند
 علم گرت نیست ذخیرہ ز پس
 ہست بے صوفی پشیمہ پوش
 چون زیش دور بہ سلطان شود
 صوفی مے خوارہ کہ گوید ز حال
 و عوئے فقر و عمل زردام
 نہ مقام کہ بود پاک باز
 عاشق ز عاشق دگاہ نیست
 نامے اگر بہت جویتر نہ بخو
 ضامن روزی تو روزی سبیل
 اگر شری دوست کسے ہا شمار

ترک خدا ایں چہ سلمانی است
 بیچ ولے را خدا یا و نیست
 از پئے دارد زود بر طبیب
 آب چو گرفت بخاکت کشد
 نقل کبابے نمکش رنجیت
 و آنکہ بدش میخورد آل خود بہتر
 شنبہ بادہ پرستان بود
 شامدو مے سست کند پائے را
 مرد کسے داں کہ ز شہوت برست
 مغفرت امید مار از امید
 نور و دغاں ہر دو بہ قرآن درند
 فاختہ ات از سر احلاص بس
 کش ز سدا بگب موزن بگوش
 شنبہ بہ محراب حسد اماں شود
 گر بہ شفاست دماں جز خیال
 فقر کدام است و تجارت کدام
 یہ ز عبادت گر با حرص و باز
 نہ آنکہ دوئی در قور ایں راہ نیست
 از پئے لوزیہ و وناں مسدود
 دیدہ کوہ تو بسوئے ہماں
 کو بود اندر غنم و شادویت یار

دوست کہ در شادی غم بہت دوست	ازو چہ شوی شاد کہ خود غم بہم دوست
یار چو در کار نباشد غم است	کار کہ بے یار بر آید کم است
یار غرض جوئے منہراواں بود	آنکہ کشتہ بار تو یار آن بود
گر نہ تو چشم پدرت دید خار	از بے خویشی ہماں چشم دار
ہر چہ تو آنچہ بہ توانا دنگند	واں کہ گھر باز بہ دریا فگند

خسرو شیریں

پنج گنج کے دوسرے گنج خسرو شیریں کا اب نام ہی باقی رہ گیا ہے۔ یہ مشنوی عام طور سے دستیاب نہیں ہوتی۔ ممکن ہے کہ کسی بڑے کتب خانہ میں اس کا کوئی قلمی نسخہ موجود ہو۔ میں نے بہت تلاش کیا مگر مجھے اس کا کوئی نسخہ نہیں ملا۔ تذکرہ آتشکدہ سے اس کی چند بیتیں نقل کی جاتی ہیں۔

سہ نامہ بنام آل حسد اوند	کہ ولہارابہ ولہا دادہ پیوند
زہے نقاش صورت ماشے زیبا	کہ مشت خاک ازو شد روئے زیبا
کرشمہ داو چشم نیکو اں را	شکار شیر منہر مود آہواں را
پنہاں بنگاشت گیسوے گرہ گیر	کہ نتواں داشت ولہارابہ زنجیر
رخے اندک بے سبزی میل کردہ	بہار سے از کفِ خضر آب خوردہ
بگندم گوں و لیل آومی زاد	بخشت ایں فتنہ آدم کردہ بیاد
عرق کر روئے آل طیار میر خیت	کرشمہ مے چکید آمار میر خیت
مکدانی بستگی حوں دل مور	نمک چندان کہ در عالم فتنہ شور

ملا عبد القادر بدایونی فیضی کی مشنوی تل و زن کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ حق تو یہ ہے کہ ایسی مشنوی اس میں سر بر سر میں امیر خسرو رحم کی مشنوی خسرو

شیریں کے بعد ہندوستان میں شاید ہی کسی نے لکھی ہو۔

لیلیٰ مجنوں

۱۱۹۹ھ میں ایہ خسروم نے کشور عشاق کے شہنشاہ مجنوں اور معشوقان
۱۱۹۹ھ جہاں کی سرتاج لیلیٰ کے مشہور و معروف عشقیہ قہیہ کو نہایت نزاکت و لطافت
اور بلند پروازی سے نظم کرنے اپنے پنج گنج کا تیسرا گنج آراستہ کیا۔ اس میں
دو ہزار چھ سو ساٹھ بنیادیں ہیں۔ اور ہر بیان سے شیریں کلامی ٹپکتی ہے جو نہ
طوالنہ اس کے کسی بیان کی پوری نقل درج کرنے سے معذور رہے مگر مختلف
مقامات کی چند بیتیں درج کی جاتی ہیں۔ یہ شہنوی چھپ گئی ہے اور عام طور
سے دستیاب ہوتی ہے۔

مناجات باری تعالیٰ

اے عذر پذیر عذر خواہاں خسرو کہ کسین بندہ تست اے راکہ تو انگنی بہ ہر زبیت ہر چند تن گناہ پرورد با این عجب گزیری این خاک از بیا و خودم کن آنچنان شاد	عفو تو شمع پر گستاہاں در ہر چہ فت ز فائدہ تست برداشتنش بہ بازو کیت در حضرت قرب نیست در خورد نقصاں چہ رسد بہ عالم پاک کز ہستے خود نیاید م یاد
بود از صف آں تبار چوں ماہ میلی نمے کہ نہ غلامش مشعل کش آفتاب و آنچم	ماہ سے کہ ز آفتاب را راہ غافلش نقطہ ز نقش نامش دیوانہ کن پری و مردم

سماج گر متاع جاننا	بنیاد شکاف خان و ماننا
سلطان شکر لبان آفاق	شکر شکن شکیب عشاق
گردن زن حافیت فروشاں	نشویش دہ صلاح کوشاں
سرتاق دش کرشمہ و ناز	ہم کش حسن و ہم سر انداز
نازی و ہزارفت نہ دہر	چشمے و ہزار رشتہ و در شہر
چشمش ز کرشمہ ست و مدہوش	آہو برہ بخواب خرگوش
خندان چو سمن بہ تازہ روئی	شیریں چو شکریہ تلخ گوئی
از وسوسہ چشم دیو بستر	تبج فرشتگان گستہ
نہ بت کہ چراغ بت پرستان	طاؤس بہشت و کبکستان
سجوں لبش بہ درفشانی	پروردہ بہ آب زندگانی
مخوابہ لالہ گیسوانش	ہمیشہ انگبین و مانش
خورشید غلام زادہ او	سد داغ جبین ہنوادہ او
اندر صف آں بتان شیریں	چوں زہرہ بہ ثور و سہ پرویں

وفات مجنوں

مجنوں زمین انجمن حیرت	و افتاد بہ دغمتہ لحد پست
بگرفت عروس را در غوش	روداشت برودوش بادوش
وداخر سدا بہ پاکی	افتاد قرآن بہ برج حاکمی
خویشان صم ز ستر آں کار	جت مند بغیرت اندر آں عمار
ماسا ز کند چشم خوں ریز	ہر گشتہ زنند خنجر تیز
چوں دست بہ پنجہ در زو ندش	بے چاک غضب بسر زو ندش
اواز سر پنجہ بے خبر بود	پنجش پشیمنجہ و گر بود

پر واز نموده دوست با دوست	با ہم شده بود دوست با دوست
از جاں رفته نذا دو خوش	کردند خفت آزموش
از ہم نکش و بک صم گشت	بازو کہ حامل صم گشت
گو یاز جد اکسند یارے	افتاد و بمعشران غبارے
گفتند چہ چہم سیل باران	پیرے دوسہ از بزرگ واران
سرے ز حسن رائے خداست	کایں کار نہ شہوت و ہواست
کز جان عزیز دست شوید	ور نہ ہوس کسے نہ جوید
ور راہ وفا چنیں شود خاک	خوش وقت کسے کہ از دل پاک
وصلے کہ بود چنیں کمال است	وصل ارچہ بہ اہل دل و بال است
دشمن ز کجا شود دود دام	نفسے کہ نہ باشد تہوارام
تقوے بہ جہاں چہ نام دارد	گر عاشقی ایں معتام دارد
از لالش نفس پاک بودند	تاہر دود نہ در معنک بودند
پیدا است کہ خود چہ گور پاکسند	وامروز کہ شہر بند خاکسند

آئینہ سکندری یا سکندر نامہ

پنج گنج کے چوتھے گنج یعنی آئینہ سکندری یا سکندر نامہ کا اب پتہ نہیں چلتا باوجود تلاش بسیار کسی تاریخ یا تذکرہ سے اس کا نمونہ بھی نہیں ملا

ہشت بہشت

پنج گنج کا پانچواں اور آخری گنج ہشت بہشت ہے۔ اس میں اخلاقی پسند و نصیحت کے بیش بہا اور نادر و نایاب جواہرات کو بہرام گورشاہ ایران کے

احسن معاشرت۔ عیشِ عمرت۔ عشق و محبت کے دل چپ افسانوں کے پیرائے میں نہایت سادہ اور سلیس زبان میں اس نزاکت و لطافت سے آراستہ کیا ہے کہ انسان دیکھ کر محو حیرت ہو جاتا ہے ظاہر ہیں اس کے ظاہری عجیب و غریب افسانوں کو پڑھ پڑھ کر وجد کرتے ہیں اور نہ مائے دقیقہ شناس ادراک معافی سے عقل و کباست فہم و فراست کا سبق حاصل کرتے ہیں۔

امیر خسروؒ خود فرماتے ہیں۔

کوش لیں خط چنناں نگارے حیت	کہ فزوں آید از چہار نخست
کاولیں محنت گرچہ حیت بود	آخریں بہتر از نخست بود
گویم افسانائے طبعِ فزائے	از لبِ لعبتِ فسانہ سرائے
ہر فسانہ صراحتے ڈس شراب	دورِ مستی و بکد دار و خواب
ہر یکے را بہشت نام کہنم	حور و کوثر و رونت نام کہنم
بہشت باشد بہشت و کوثر بہشت	بہشتم آں کاڈر و بود ہر بہشت
میں نوشتم بہ کلک مشک بہشت	نامِ ایں بہشت خانہ بہشت بہشت
تا کہ سے کاڈر و گذر یابد	بے قیامت بہشت در یابد
خود براں دل کہ خازنِ ہنراست	ہر بہشتے قیامتِ دگر است
گر بوذات داں خندانہ راز	داندا ندریشہ مرا پر واز
در زدنش نہ باشدش پیوند	ہم با فسانہ شود خرسند

یہ مثنوی چھپ گئی ہے اور عام طور سے لٹی ہے۔ اس میں تین ہزار تین سو پچاس جینیں ہیں اور اس کے تصنیف ہے اس کے افسانے اس قدر طویل طویل ہیں کہ ایک کی بھی پوری نقل درج نہیں کی جاسکتی ہے مختلف مقامات کی چند بیتیں درج کی جاتی ہیں امیر خسروؒ نے ہر داستان

کے اخیر پر ایک رنگ کی تعریف کی ہے۔
رنگ شکلیں کی نسبت فرماتے ہیں

رنگ مشکیں شہار عباسی ست	زیور آرا سے چرخ شماسی ست
خلعتِ شب اک مشکِ قلم بود	بہر آسائشے تمام بود
خونِ تر در میانِ نافہ خشک	نمازِ گروہ سیر نباشد مشک
خط و حنائے کدوستان وارو	مشکِ نگ ست زیبِ زان وارو

صفت رنگ زعفرانی

زعفرانی عجب ترین رنگ ست	گوشتِ عاشقان بے سنگ ست
زر کہ اکسیر کامرانی یافت	زینتِ از رنگ زعفرانی یافت
بنگر آں زر کہ زعفرانی نیست	در عیارِ آنچنان کہ دانی نیست
آفتابے کہ آسمان وارو	عزت از رنگ زعفران وارو
در مرزِ عفر فزائش طرب ست	خندہ زعفران از آن سبب ست

صفت رنگ سبز

سبز ریحانی است رنگِ نغمہ	داوہ بینندہ را طرادتِ نغمہ
سبزہ در بانع رنگِ ریحاں یافت	دیدہ از سبزہ روشنی زان یافت
شلخِ ریحاں طرازِ نسربین ست	بانع را زیور از ریاحین ست
گلخندے کہ خار خارول ست	خاطرِ ریاحین بہارول ست

صفت رنگ گلنار

رنگ گلنار دل کشاے بود	چوں مئے لعلِ گلنار سے بود
زیب بانع ست گون گلناری	چوں شفق بر سپہرِ نگاری
ہر کہ شد بخت و دود لے یارش	رخ بہ مرغی بود چو گلنار شش

مست گلنار مجھو نار کیسہ کل ناراست باغ ایسا کیسہ	مست رنگ بھفش صفت رنگ بھفش
مست رنگ بھفش نادروش ترک زیبا کہ رو بود چو ہمش باغ کو نقش کم نہ ویبا نیست خندہ برق باشہ اردوش	دیدہ راغزو سینہ را گوش در یر و بھفش کن نگہش بے خیال بھفش زیبا نیست میں کہ چوں خوش بود ز بھفش
صفت رنگ صندلی	صفت رنگ صندلی
رنگ صندل لطیف تر باشد ز اب صندل بتال کہ رخ شویند رنگ خوبان خوشست صندل فام چوں ز لب بیت سر و صندل سود	اڑش رخ در دسر باشت زال ملاوت بہ رنگ رو جویند خوش بود سر و صندلی اندام شریت صندلی گوارش بود
صفت رنگ کافوری	صفت رنگ کافوری
پاک رنگ ست رنگ کافوری چوں شود شک آدمی کافور روز روشن کہ سر بسر است	نامہ مارا بیاض مغفوری موسے اورا خدا سے خواند نور ہمہ نورش بہ رنگ کافور است
صفت دلا رام معشوقہ ہرام	صفت دلا رام معشوقہ ہرام
خاصہ تر زال ہمہ کنیزے بود اصلش از چین و رخ چو صورت چین بسکہ کردے بہر دے آرام قامتے در خوشی چو عسمر دراز ابر چو نارنج نوبہ شاخ درخت	آفتابے بہ زیر چرخ کہ بود گیوش چوں سواد چین مشکیں بہ دل آرا میش بہ آمدہ نام ہوس انگیز تر ز عشق عجاز سخت رہتہ ز صحبت دل سخت

روئے گل رنگ داد گل را رنگ	دہنش تنگ باشکر ہم تنگ
سرور آوردہ ابرو انش بکار	چوں بہت ابرو کعبتین قمار
ہر طرف کا برو بہ جسم کردہ	آرزو بیش و ہوش کم کردہ
چوں بہ دنبال چشم کردہ نگاہ	پردہ صدرہ روندہ را از راہ
طرۃ را سرزدہ ، خوشخواری	چشم اے چشم زمبیری
ز گش دور باش و غزہ خدنگ	معل در آشتی و عشوہ بہ جنگ
نیم زد ویدہ خندہ زیر لبش	کردہ تعلیم دزدی عجبش
سخن تلخ در لبش چو نبات	مرگ را داد چاشنی ز حیات
معل او کردہ بر شکر میری	شہد را داد چاشنی گسیری
حال او کو ہنر ابر پردہ درید	عالمے را بہ کج دے تجسیرید
گیسو پچ پچ از سر ناز	داد بر دست فتنہ رشتہ دراز
تنے از ناز کی دروندہ سریب	پاسے تا سر ہمہ لطافت و زیب
مگ نمودہ بروں ز لطف بدن	ہمچو رشتہ درون در عدن
دانش در پوست و تنک سببی	ہمچوئے در زجاءہ سببی
در تماشا ش روز و شب بہرام	ہمچو ہمیشہ در نظارہ جام

خضر نامہ یا مثنوی خضر خاں و دول رانی

خضر خاں سلطان علاؤ الدین خلجی کا بڑا بیٹا اور دیول دیوی یا دول رانی کی مثنوی
مستوفی راجہ گجرات کی بیٹی تھی۔ خضر خاں امیر خسرو م کا پیر بھائی بھی تھا۔ اس نے
ان سے اپنے عشق کے قصہ کو نظم کرنے کی فرمائش کی تھی۔ اسی فرمائش پر آپ
نے اس عشقیہ مثنوی میں دونوں کے عشق و محبت کا حال لکھا ہے جس کا لبت

لہا بیاہ ہے کہ جس وقت دیول دیہی گجرات سے اپنی ماں کلا دیہی کے پاس آئی۔ اس وقت اس کی عمر آٹھ برس کی تھی۔ بادشاہ خضر خاں۔ سے اس کی شادی کرنا چاہتا تھا۔ کلا دیہی نے بھی جو بادشاہ کے حرم میں تھی اسے منظور کر لیا تھا۔ کیونکہ وہ خضر خاں کو اس وجہ سے بہت چاہتی تھی کہ وہ اس کے بھائی کے ہم شکل تھا۔ نو عمری کے ایام میں یہ دونوں نو عمر آپس میں ملتے جلتے اور پیار و اخلاص کے ساتھ بھیتے کودتے رہے۔ خضر خاں کی ماں اس شادی کا ہونا اس وجہ سے نہیں چاہتی تھی کہ وہ اپنے بیٹے کی شادی اپنے بھائی الپ خاں کی لڑکی سے کرنا چاہتی تھی۔ جب اس نے یہ دیکھا کہ خضر خاں کی محبت، دیول دیہی سے عشق کے درجے تک پہنچ گئی ہے تو اس نے بادشاہ سے کہہ کر دونوں کو جدا کرادیا۔ اس حالت جدائی میں بھی ان کے درمیان برابر پیغام و سلام جاری رہے۔ لیکن باوجود خضر خاں کی بے انتہا مخالفت اور رونے پٹینے کے اس کی شادی الپ خاں کی لڑکی سے جبراً کر دی گئی اس کے بعد جب عشق سے روز بروز اس کا حال خراب ہونا شروع ہوا تو بادشاہ نے اس کا نکل دیول دیہی سے بھی کرادیا۔ اس کے بعد بادشاہ خضر خاں سے ناراض ہو گیا اور اس نے اس کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ خاوند کی سب مصیبتوں میں دیول دیہی اس کے ساتھ رہی۔ اور جب شاہ ۱۱۱۰ھ میں خضر خاں قطب الدین مبراک شاہ کے حکم سے گوالیار میں قتل ہوا تو دیول دیہی کے دونوں ہاتھ اپنے عاشق نزار کے گلے میں پڑے ہوئے زخمی ہوئے اور وہیں قتل ہو کر خاوند کے ساتھ دفن ہوئی۔

ان دونوں کی عاشقی کا ایسا شہرہ ہوا کہ ہندی۔ فارسی شاعروں کا ایک شاعر انسا بن گیا۔ بہت سے قصے اس کے ہندی۔ فارسی زبانوں میں موجود ہیں۔ اور صد بار برس تک لوگوں نے اس کے گیت بنا کر گاتے۔ بعض مؤرخ لکھتے

ہیں کہ دیل وہی اپنے عاشق کے قتل کے بعد زندہ رہی اور اس کی دو شادیاں اور ہوتیں۔ ایک خاوند کے قاتل قطب الدین مبارک شاہ کے ساتھ اور دوسری خاصب سلطنت خسرو خاں کے ساتھ لیکن چونکہ اس روایت کی تصدیق اس ثنوی اور اس عہد کی مستند تاریخ فیروز شاہی نیاں الدین برنی سے نہیں ہوتی انرا پہلا قول صحیح معلوم ہوتا ہے۔ یہ ثنوی جیچی نہیں نہ عام طور سے دستیاب ہوتی ہے۔ راقم الحروف نے جسے پور کے کتب خانے میں اس کا قلمی نسخہ دیکھا ہے۔ ۱۱۳۱ھ کی تصنیف ہے۔ اس کی ان بیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ چار ماہ اور چند دنوں میں لکھی گئی ہے۔

بحمد اللہ کہ از عین الہی	بہ پایاں آسہ ایام شورشہا
بقدر چار ماہ و چند روز سے	افروز شد چنیں روشن فراز سے

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ خضر خاں کے قتل کا واقعہ بعد میں الحاق کیا گیا ہے کیونکہ وہ ۱۱۳۱ھ کا واقعہ ہے۔ اس کی نسبت حضرت امیر خسرو رحم ثنوی میں محترم فرماتے ہیں۔

مع القہ نہانی دان ایں راز	از گنج راز زیناں در کند باز
کہ چون سلطان مبارک شاہ بے مہر	از نخی گشت بر خویشاں ترش چہر
صلاح ملک درخیز شاں وید	منراواری بہ تیغ تیز شاں وید
براں شد تا کند از کیں سگالی	از انبازاں ملک جتلیم حسالی
نہاں سوئے خضر خاں کس فرستاد	نموداری بہ عذر از دل بروں داد
کہ اسے شمع ز مجلس دور ماندہ	تنت بیتاب و رخ بے نور ماندہ
تو مے دانی کہ از من نیست ایں کار	ستمش ماند و یک سو شد متمکار
دول رانی کہ در پیشیت کینز نیست	کینز از مرد بدو ہم سہل چیز نیست

شہنشاہ کا چننا گشت ارجندت	کہ شد پابوس اوسرو لمبندت
بے بس زیبا بود کز چشم کوتاہ	پرستار پرستاری شود شاہ
نمناسے دل مائے کہ خواست	کہ زان زانو نشیں بر بادیت خاست
چو زیبا رفت بادیں جافرستش	بپائیں گاہ تخت مانرستش
چو سوداے دولت گم گشت چیزے	وہمیت باز تا شد کینیزے
پوشہ پیغام گوے جرد پیغام	خضر خاں را نماند دل آرام
تخت از دیدہ لب را جوش خوں دام	پس آلودہ بخوں پاسخ فرستاد
کرشہ را ملک رانی چوں وفا کرد	دول رانی بمن باید رہا کرد
دیریں دولت ہم از من دور خواہی	مرا بے دولت وبے نور خواہی
چو بمن مہرست این یا حبیبانی	ہر من دور کن زان پس تودانی
اس کے بعد خضر خاں کی شہادت کا حال لکھ کر فرماتے ہیں	

دول رانی کہ با منہ خندگی بود	خضر خاں را زلال زندگی بود
چو خضر چرخ با او در کیس گشت	ہر ماہ حیاتش تیغ کیس گشت
چو دیدم اندر بس شیشہ بہ تیشہ	بسے بہت آب حیاں خضر گشت
بر آرمجان عاشق جان فشانان	وے میگشت گرداگرد جانان
گلے کز وے چکیرہ قطرہ خونے	فشانے خون صدہ بہ بودے
بجائے آب از آن گل خوں کشیدند	انکہ کن تا گلابش چوں کشیدند

مثنوی نہ سپہر

یہ بے نظیر مثنوی ماہ جمادی الثانی ۱۱۳۱ھ میں حضرت امیر خسرو نے فوجوں میں سلطان قطب الدین مبارک شاہ کے نام پر لکھی تھی اسی مناسبت سے یہ نہ سپہر

قطبی کے نام سے بھی موسوم ہے۔ اس کے بیش بہا صلے کا حال باب سوم میں تحریر ہو چکا ہے۔ یہ مثنوی بھی نہیں اور بہت کم باب ہے۔ محمد علی مولوی محمد رشید صاحب ٹوبہ کی عنایت سے ایک قلمی نسخہ دستیاب ہوا جو ماہ دیقعد ۹۰۶ھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے ملاحظہ سے ظاہر ہے کہ کل مثنوی میں چار ہزار پانصوبیس ہیں۔ غزلیات۔ وصف بہار و موسم نو و زو غیرہ صنف نظموں کے علاوہ قطب الدین مبارک شاہ کے دیوگیر دولت آباد اور ملنگانہ وغیرہ کی فتوحات کے تاریخی حالات نہایت دل چپ اور زوردار نظم میں مندرج ہیں۔ ایک مستقل باب ہندوستان اور ہندوستانیوں کے فضائل میں قلمبند کیا ہے جو تیرہ ورقوں پر ایک ورق میں ۳۸-۳۸ بیتیں ہیں۔) پر ختم ہوا ہے یہ بے انتہا عجیب ہے۔ اس سے امیر خسرو م کی حب الوطنی اور ہندوؤں کے علوم و فنون سے پوری واقفیت کا پتہ چلتا ہے۔ مختصر انتخاب ہدیہ ناظرین ہے۔

محمد

کہ بر بندہ در نامے معنی گشاو

خدا را کنم بر سر نامہ یاد

مناجات

یہ ہر نیک و بد چارہ سازم توئی
 کہ رجعت بردار و درت بار من
 کہ گردم ز گنج کساں بے نیاز
 ہمیں گویت کہ خودم کن حنا ص
 پناہ مہرے پناہاں توئی
 و گر سومراں از نیاز خودم

خدا یا چو دانائے رازم توئی
 بدائے گوید کن چارہ کار من
 درے باز کن بر من از گنج راز
 گویم کہ کن بردار خویش حنا ص
 خدائے گدایان و دشاں توئی
 پناہ ہے مددہ جز براہ خودم

چون کم کنی خاک سارم کم	و آں خاک چوں خاک خوارم کم
خدا یا چنمرو دیر بوستان	آگن طوطی شد ز ہندوستان
زہر گفت و گو میشس پر سیز دار	بتو جید و نعتش ز باں تیز دار
ہندوستان کے فضل جو ان عنوانوں سے بیان کئے ہیں۔	
(۱) اثبات ملک ہند کہ حجت بہ حجت است	حجت ہمہ بقاعدہ ملک استوار
(۲) مزج ملک ہند عقل از ہوائے خوش	بر روم و بر عراق و بحر اسان برت بار
(۳) مزج اہل ہند بابل عجم ہمہ	وزیر کی ددانش و دہماے ہوشیار
(۴) اثبات لغت ہند حجت کہ راجہ است	بر پارسی و ترکی ازا الفاظ خوشگوار
(۵) اثبات آنکہ جانورے ایں دیار است	حستہ قریب عقل کہ انسان کنی شمار
(۶) اثبات آنکہ ہمہ بزبان ہند مرده را	ہم زندہ جاں دہند چور و انہ پیش مار
ہندوؤں کی فضیلت علمی پر دس دلیل قائم کی ہیں جن میں بعض یہ ہیں۔	
(۱) یہاں تمام دنیا سے زیادہ ہم نے وسعت جاہل کی۔	
(۲) ہندوستان کے آدمی دنیا کی تمام زبانیں حاصل کر سکتے ہیں لیکن اور کسی ملک کا آدمی ہندی زبان نہیں بول سکتا۔	
(۳) ہندوستان میں دنیا کے ہر حصہ کے لوگ علم کی تحصیل کے واسطے آئے لیکن کوئی ہندو تحصیل علم کے واسطے ہند سے باہر نہیں گیا۔ ابو معشر ہندوستان میں تحصیل علم کے واسطے آیا اور دس برس تک بنارس میں پڑھتا رہا۔	

(۴) علم حساب میں صفر ہندوستان کی ایجاد ہے اسے آسا برہمن نے ایجاد کیا تھا۔

(۵) کلید و منہ جس کا ترجمہ فارسی - ترکی - عربی - وری میں ہندوستان کی تصنیف ہے۔

(۶) شطرنج ہندوستان کی ایجاد ہے۔

(۷) موسیقی کی جو ترقی ہندوستان میں ہوئی کہیں نہیں ہوتی۔

دسویں دلیل میں فرماتے ہیں ے

محببت وہ آنکھ چو شمرو بہ سخن سحر کرے نیست پر حسین کہیں

ہندوؤں کے مذہب کو اسلام کے علاوہ اور تمام مذاہب سے نفاذ کر کے

ترجیح دی ہے ے

برہمن از ہستی اولادہ نفس	از ہستی کش بدی رنہ لبس
جیسیاں زوجہ ولد بستہ برد	ہندو ازین جہش پیوستہ برد
قوم خستہ رقم جسم زدہ	برہمنان کے دم ازین قسم زدہ
اختریاں ہفت خدا بڑہ لگاں	گفتہ یکے ہندو و ثابت کہاں
قوم شہسہ سوے تشبیہ شدہ	ہندو ازینہا شش بہ تنزیہ شدہ
خلق و گز نور و ظلم خواندہ دل	ہندو ازینہا ہمہ پیوندہ غسل
و آنچه کہ عسب و برہمن بفرق	معتد و گز تشلیست ز حق

ہندوستان کے جانوروں کی تعریف میں طوطی کا حال اس طرح بیان

فرماتے ہیں ے

طوطی ازین جاست یکے جانورے	ہمچو گز حسابانراں نے بشارے
ہیں شخص برصفت آدمیاں	ہرچہ شنیدست بگوید بہ بسیاں

فاتحہ و اخلاص و دعا و روشش بان و توپچوں من تو سخنش
ویدوں کا حال لکھتے ہیں

چار کتا بست بدین بدشاں	کامل عمل محمد تقبول درو شاں
بید شدش نام زد یواں سمری	کوند بید صفت هیچ بری
برج و گر قہ و افتاء شاں	یا کتب و نام و پروانہ شاں
اسنچہ تعلق بہ عبارت گرمی	دار و آئین سخن گتری
مرنے وے آسجا بود از بر ہمنان	وز ادب آموختہ دانستہ چنان

یہ مثنوی خصوصاً ہندوستان کا باب بہت ہی دلچسپ ہے خوف طوالت
زیادہ انتخاب نہیں کیا گیا۔

مثنوی تعلق نامہ

یہ حضرت امیر خسروؒ کی سب سے آخری تصنیف تھی جو سلطان غیاث الدین
تغلق کے نام پر لکھی گئی تھی۔ یہ مثنوی اکبر اور جہانگیر ہی کے عہد میں نایاب
تھی۔ ۱۹۱۹ء میں جہانگیر نے اس کو دیکھ کر بہت پسند کیا لیکن اس کا ہونحو
شاہی کتب خانے میں تھا اس کا ایک بحث مفقود تھا۔ جب تلاش کرنے پر
کوئی دوسرا نسخہ دستیاب نہ ہوا تو جہانگیر نے شعرائے دربار کو حکم دیا کہ اسی طرز پر
طبع آزمائی کر کے مجدد مفقود کو پورا کریں۔ سب نے طبع آزمائیاں کیں۔ لیکن بادشاہ
کو حیاتی کاشی کی نظم پسند آئی اور اس کو دخل تعلق نامہ کیا اور اس کے صلہ
میں قدردان بادشاہ نے حیاتی کاشی کو زرخ و سفید سے ترازو میں تلو اکرام سکے
ہموزن چھہ پھیلیاں جن میں چھہ ہزار اشرفیاں اور روپے تھے مرحمت فرمائیں۔
سعد آئی گیلانی نے اس کی تیار سچ لکھی ہے۔

چوں حیاتی راہ زرنجید شاہنشاہ عمر	بادشاہہ دل گستر شاہ گردوں تخت دار
شاہ نور الدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ	آفتابِ مہفت کشور سایہ پروردگار
بہر تارخیش بروے کفہ میزان حسن	شاعرِ سنجیدہ شاہی دستم زور روزگار

خرن الفتح یا تاریخ عثمانی

اس تاریخ میں حضرت امیر خسروؒ نے سلطان علاء الدین خلجی کے اوائل سلطنت اور فتوحات کے حالات نہایت فصاحت و بلاغت سے تحریر کئے ہیں۔ صاحب منتخب التواریخ ملک مانک اور غلوں کی لڑائی کے حالات میں لکھتے ہیں کہ اس لڑائی کے قہقہے کو امیر خسروؒ نے خزان الفتح میں ایسی فصاحت و بلاغت سے لکھا ہے کہ آدمی کا کام نہیں معلوم ہوتا اور اگر غور کیا جاوے۔ تو ان کا تمام کلام ایسا ہی صحیح ہے۔

مشرطیٹ صاحب اپنی تاریخ میں اس تاریخ کی نسبت حسب ذیل تحریر فرماتے ہیں۔

یتاریخ جوان دونوں ناموں سے مشہور ہے حضرت امیر خسروؒ کی تالیف سے ہے۔ اس میں سلطان علاء الدین خلجی کے جس کو تولد نے اکثر محمد شاہ کے نام سے بھی موسوم کیا ہے اوائل سلطنت یعنی ۶۹۵ھ سے ۷۱۰ھ تک کے حالات نہایت دلچسپ پیرائے میں درج ہیں۔ گمان غالب ہے کہ یہ وہی کتاب ہے جس کا عام مورخوں نے تاریخ علاء الدین خلجی کے نام سے اپنی تاریخوں میں حوالہ دیا ہے اگر واقعی یہ خیال صحیح ہے تو اس کا غور سے مطالعہ نہیں کیا گیا۔ کیونکہ بہت سے دلچسپ واقعات مورخوں سے نظر انداز ہو گئے ہیں۔ یہ مختصر کتاب ان مضامین کے متعلق جن کا اس میں بیان ہے بہت زیادہ معلومات سے بھری

ہوتی ہے خاصکر اُس زمانے کی لڑائی کے قواعد اس خوبی سے اس کتاب میں بیان کئے گئے ہیں کہ کسی دوسری کتاب میں اس سے زیادہ عمدگی سے نہیں پائے جاتے اس کا طرز بیان نہایت دقیق ہے کیونکہ اُس میں اکثر جگہ نہایت بزرگ خیالی سے ایسے استعارات استعمال کئے گئے ہیں جیسے کہ بقیہ لغتہ اور اعجاز سرس کے دیباچہ میں ہیں یا جیسے کہ قصائد بدرچاچ اور کیمات مرزا قلیل اور ایسی ہی دوسری تصانیف میں پائے جاتے ہیں کہ جن میں عام مضامین کو بھی نازک خیالی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اس تاریخ کے ہر ایک حصہ میں وہی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جن کا تعلق کسی خاص مضمون سے ہے۔ ایسی جگہ بعض بعض تشبیہیں نہایت عاقلانہ اور دلچسپ استعمال کی گئی ہیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ اس قسم کی تصنیفات میں اکثر سبالغہ زیادہ ہوتا ہے۔ اور ذرا سی بات کو بہت بڑھا بڑھا کر بیان کیا جاتا ہے تاہم اُس سے ہم کو اکثر ایسے سچے واقعات معلوم ہوتے ہیں جن کی وجہ سے ہم ان باتوں کو نظر انداز کر سکتے ہیں اور ایک طرح سے یہ محنت اور تشبیہیں ہم کو واقعات کے معلوم کرنے میں بہت مدد دیتی ہیں کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اعداد کے ذریعے سے کسی واقعہ کی تاریخ کا پتہ نہیں چلنا اور محنت وغیرہ سے فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ واقعہ کب ہوا تھا۔ اس کتاب میں اکثر ہندی الفاظ مثلاً کاتھ گڈھ۔ پردھان۔ مارا مار وغیرہ بھی استعمال کئے گئے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس زمانے کے اہل اسلام کے خلاف امیر خسرو کو ہندی زبان میں بھی کافی مہارت تھی۔ اس تاریخ میں باقاعدہ تاریخ و اوقات درج نہیں ہیں بلکہ خاص زمانے میں ملک کے کسی حصے میں جو واقعات ہوئے ان کو بلا امتیاز درج کر دیا گیا ہے لیکن امیر خسرو نے جو کچھ لکھا ہے مستند مانا جاتا ہے کیونکہ اول تو یہ کل واقعات ان کے زمانے

کے میں دوسرے ان میں سے اکثر میں وہ بذات خود شریک تھے ضیاء الدین بڑا
موتخ اپنی تاریخ کے بیانات کی تصدیق اکثر اسی کتاب سے کرتا ہے۔

تاریخ بھی اب کیاب ہے اور چھپی نہیں اس کا ایک قلمی نسخہ بے پورے
کتب خانہ میں موجود ہے جس کے مطالعہ کا شرف راقم الحروف کو حاصل ہوا ہے۔
اس نسخہ کے عنوان پر یہ عبارت تحریر ہے۔

ایں نامہ کہ نقد مشخ وار و درجیب شد نام خرائن الفتوحش از غیب

ایک لڑائی کا حال اس بیت سے شروع کیا گیا ہے۔

ایں فتح خدائیں الفتوح است ہر گوراز و چہ سلخ روح است

اور خاتمہ پر یہ عبارت درج ہے۔

ختم سخن بر این کلمے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ و دعاے
ختم این است کہ توفیقینی مسلما و الحقنی بالصلحین اللہم صل
عالمحمد عبدک و رسولک النبی الامی و علی الہ واصحابہ
اجمعین +

انشائے خسرو یا خیالات خسرو

یہ سلیس فارسی میں رقعات اور مراسلات کا مجموعہ ہے۔ اس کے اکثر رقعات
اخلاقی پنڈ و نصائح سے پر ہیں۔ خاتمہ پر یہ عبارت تحریر ہے۔

خاتمہ دفتر اول۔ قلم برداشت و عبارت ارستین و فقر لمے رنگین و دل نشین

پر استن و نسخہ مزع و مربوط نگاشتن کا رنگشیاں است و ہمچنان گو استعدا و آں نثار و

مراسلہ چند کہ مچنہاں ارجمند و بہ دوستان در دمناد غایت شوق و نہایت ذوق

قریب انہم نگاشتہ و با الفاظ متعلق پر و اختہ و برائے یدال یا و کار سے گذاشتہ قرو

گر بے گورہے ورا سے سخن آں نرودہ مدے بجبائے سخن
امید کہ منخور نظر کیا اثر صاحب نظر اں گرد و حصص ہر مس کہ یکمیاں رز گردو۔
اس کتاب کے تعلیمی نسخے کو بی راقم المحروف نے بے پور کے کتب خانے میں دیکھا
تھا۔ بطور نمونہ ایک مختصر رقمہ کی نقل درج کی جاتی ہے۔

عرہ داشت یہ پیر دستگیر

عرہ داشت کمترین مریدان جاں نثار زمین خدمت لب ادب بوسیدہ ساعت بساعت در
لوازم بندگی کو شہیدہ بعد از تقدیم شرائط عقیدت و مراسم ارادت ذرہ وار از روئے عجز و انکسار بوقت
عرض قبلہ حاجات و کعبہ مرادات میرساند کہ از درود و کمرست نامہ فیض آلود سرافقار و مہلت بگردون قوار
رسمیاد والاسطالعہ آل بنیایت ابدی و سعادت سرمدی موصول گردید۔ و مرشد کامل سلامت میں
قدہ بے مقدار پیوستہ از عنایات اں آفتاب عالیاں کہ از ذرہ تا خورشید شامل است امیدوارے
باشد و بجز درگاہ آسمان جاہ پیر دستگیر نہاں نہ دارو۔ ع چہ غم دیوار دست را کہ باشد چو تلویش تپان
شعاع آفتاب جہاں تاب فیض بر خارق جمیع مریداں و طالبان تابندہ باد۔

رسالہ الاعجاز یا عجائب خسروی

اس خوش سخن اور شمع افروز انجمن کی تصنیف سے اعجاز خسروی ایسی کتاب
ہے کہ جس کا ہر لفظ معدن فصاحت اور ہر فقرہ مخزن بلاغت ہے۔ اس کی عبارت
آرائی بہار افشانی۔ گل ریوی۔ مترادف فقروں کے جوڑ توڑ اور مقفے فقروں کی
سجھوٹ اور دیگر صنائع بدائع انشا پر وازی کے اظہار کمالات سے بڑے بڑے منشی۔
فاضل اور ادیب حیران ہیں۔ اس صاحب کمال باغبان نے فن انشا پر وازی کے
گلستاں میں طرح طرح کے اختراع و ایجاد اور لطائف و ظرائف کے قلم لگا کر اُن کو
عربی علم ادب کے پانی اور ہندی الفاظ سے ابسا سبز و شاداب کیا ہے کہ قیامت

تک اپنی بہار دکھاتے ہیں گے۔ بعض مضامین بلاغت کے ایسے اعلیٰ درجہ وقت پر قائم ہوئے ہیں کہ بڑے بڑے فضلا اور انشاپر دوزوں کے ذہن رسا و نال تک نہیں پہنچ سکتے۔ عربی کے جو اشعار و فقرات فارسی کے ساتھ آگئے ہیں وہ اس کی قاعدہ الکلامی کو بخوبی ظہر کرتے ہیں۔ اور زبان کی حیثیت سے کسی طرح فصحا سے عرب کے کلام سے کم نہیں ہیں۔ اور حقیقت اب یہ ہے کہ یہ کتاب ہندوستان کے کمال فارسیہ کی ایک ایسی زندہ یادگار دنیا میں موجود ہے کہ جس کے مقابل میں آج تک ہندوستانی تو کیا ایرانیوں کا بھی قلم نہیں اٹھا اور جس طرح شیخ سعدی رحم کی گلستاں۔ مولانا درویش کا مثنوی۔ امام غزالی رحم کی احیاء العلوم۔ فردوسی کے شاہنامہ۔ نظامی کے سکندر نامہ اور فیضی کی تفسیر سواطع اللہام۔ اور آیام جہالت کے امراء القیس وغیرہ مضحکات سے عرب کے سببہ معلقہ کا جواب نہو سکا اسی طرح اس کتاب کا بھی جواب آج تک نہ ہو سکا۔ امید ہے کہ آئندہ ہو۔

یہ کتاب پانچ رسالوں پر مشتمل ہے جو سلطان علاؤ الدین خلجی کے نام پر لکھی گئی تھی۔ لیکن قطب الدین مبارک شاہ کے عہد میں ۷۱۹ھ میں تکمیل کو پہنچی۔ اس میں قریب بارہ صفحہ بڑی تقطیع کے ہیں اور مطبع منشی نول کشور لکھنؤ میں طبع ہو کر عام طور سے ملتا ہے۔ امیر خسرو اس کی نسبت فرماتے ہیں۔

بے۔ امیر خسرو اس کی نسبت فرماتے ہیں۔

از ہنہ نظر کہ چوں بام بہشت است	کہ از خسرو دے حنالی سبا دا
تضاد و غبت تنقش دید و برخواند	بلینا فوق کہ سبعا شد دا

لے سہ عربی میں سات کہتے ہیں اور معلق کے معنی۔ مکے ہوئے کے ہیں قبل اسلام آیام جہالت میں فصحا نے عرب کا قاعدہ تھا کہ قصیدہ لکھنا کعبہ پر اس غرض سے لکھا آتے تھے کہ دیکھیں کون اس کا جواب لکھتا ہے۔ منجھان قصیدوں کے یہ سات قصیدے ایسے فصیح و بلیغ واقع ہوئے کہ کوئی ان کا جواب نہ دے سکا۔ یہ آج تک عربی علم ادب کی منتہی کتابوں کے ساتھ درس میں ہیں۔

اس ضخیم کتاب سے آجیدہ چیدہ مضامین بھی نقل کئے جائیں تو اس کے واسطے ایک مٹھہ کتاب کی ضرورت ہے۔

افضل القوائد وراحت المجہین

ان دو کتابوں میں امیرِ ضرور نے ملفوظات اپنے پیرِ حضرت سلطان المشائخ کے عقیدہ تاسخ و ترتیب مجلس جمع فرمائے ہیں۔ راحت المجہین کی مجلس اول میں لکھتے ہیں۔

مجلس اول روزِ دو شنبہ بستم ماہِ رجب المرجب ۹۶۹ھ گفتگو و بارہ آفرینش ہمتِ آدم علیہ السلام واقعہ ہوئی بندہ گنہ گار امیدوارِ رحمت پروردگارِ خسرو لا چیں کو کیجئے از بندگان و حلقہ بگوشان حضرت سلطان المشائخ ہم پرے یاوری بخت سے دولتِ قدرِ بوسی حاصل ہوئی عزیزانِ اہل صفہ حاضر خدمت تھے۔ بندہ واسطے عرض کرنے کے دست بستہ کھڑا ہوا تھا آپ نے مجھے کھڑا ہوا دیکھ کر ازراہِ کرمست فرمایا کہ بیٹھے جاؤ اور جو کچھ کہنا ہو وہ عرض کرو میں نے دوبارہ قدم بوسی کی آپ نے ازراہِ نوازش مجھے اٹھایا اور بار و گیارہ ارشاد فرمایا کہ تم کو اجازت ہے جو عرض کرنا ہو عرض کرو۔ میں نے اتنا س کیا کہ اس ضخیمت نے قبل ازیں جس قدر انفاسِ نفیسہ زبانِ مبارک سے سُنے تھے ان کو قلمبند کیا ہے کہ ایک کتاب مرتب ہو گئی ہے۔ بندہ نے اس کا نام افضل القوائد رکھا ہے کتاب مذکور شرفِ ملاحظہ سے شرف ہو چکی ہے۔ اب میں طالبِ اجازت ہوں کہ جو ترغیبِ زبانِ مبارک حضرت مخدوم سے سُنوں اُس سے سلکِ تحریر میں لاؤں۔ مگر میرا یہ مدعا ہے کہ حضورِ آئینہ ذکرِ حضراتِ انبیاءِ عظام علیہم السلام فرمایا کریں۔ کمالِ ذرہ نوازی ہوگی عرضداشت ختم ہوتے ہی آپ نے مسکرا کر ارشاد فرمایا کہ بہت خوب میں نے تمہارے آنے سے پیشتر ہی یہ حکایت آغاز کی ہے۔ الخ

راحت انجین کا اردو میں بھی ترجمہ ہو گیا ہے اور نعل الفوائد بھی چھپ گئی ہے۔

خالق باری

عربی-فارسی-ہندی کے لغات میں مختلف بحروں میں ہے یہ پہلے کئی بڑی بڑی جلدوں میں تھی آج کل جو عام طور سے رائج ہے یہ ۱۲ کتاب کا بہت مختصر سا انتخاب ہے۔ مشہور ہے کہ امیر خسروؒ نے اس کو کسی بھٹیاری کی فرمائش پر اس کے لڑکے کے واسطے لکھا تھا۔ جب برج بھاشا نے اپنے وسعت اخلاق سے عربی-فارسی الفاظ کے میمانوں کو جگہ دی تو ایک نئی زبان پیدا ہونی شروع ہوئی لیکن وہ مدت تک دوہروں کے رنگ میں ظہور کرتی رہی یعنی فارسی کی بحریں اور فارسی خیالات اس میں نہ آتے تھے۔ سب سے اول اسی خالق باری میں فارسی بحروں نے اپنی جھلک دکھائی ہے۔ فارسی اردو پڑھے ہوئے لوگوں میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جسے خالق باری اور کریمیا کے دو چار دس پانچ شعر یاد نہ ہوں اس وجہ سے اس کے نمونہ دکھانے کی کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ سبحان اللہ کیا زبانیں تھیں کہ جو ان سے نکل گیا ایک عالم کو بھایا اور زمانے کے دل پر نقش کا مجر ہو گیا خالق باری جس طرح کہ چھ سات سو برس پہلے بچوں کا وظیفہ تھی اسی طرح آج بھی جہاں جہاں پرانی تعلیم کا چرچا باقی ہے عام طور سے بچوں کے ورد زباں ہے۔

مقالہ-جواہر البحر

یہ دونوں کتابیں میری قاصر نگاہ سے نہیں گذریں۔ نہ کسی فارسی کی تاریخ یا تذکرے میں ان کا کچھ حال نظر سے گذرا۔ مسٹر ٹامس ولیم ہل صاحب اپنی

کتاب اور نیل بابو گر فیصل دکنشی میں ایضاً ورم کی تصنیفات کے ذیل میں ان کتابوں کے نام بھی تحریر فرماتے ہیں اور مقالے کی نسبت حسب ذیل لکھتے ہیں۔

مقالہ۔ دس میں خلفائے راشدین کے حالات مریج ہیں اور مذہب صوفیہ کی نسبت بھی ایک رسالہ شامل ہے۔ سلسلہء کی تصنیف نہ ہے۔

قصہ چہار درویش

ایک مرتبہ حضرت سلطان نظام الدین اولیا رحم بیمار ہوئے۔ حضرت امیر خسرو تیمارداری میں ہر وقت حاضر رہتے۔ اور اپنے پیر کے دل بہلانے کے واسطے اس قصے کو تصنیف کر کے سنایا کرتے تھے۔ غسلِ صحت کے بعد حضرت سلطان المشائخ رحم نے دعا دی کہ جو کوئی اس قصے کو سنے گا خدا کے فضل سے تندرست رہے گا۔

اس دلچسپ قصے کا ترجمہ اول ایک صاحبِ تحسین نامی ساکنِ اٹاوا نے کر کے تو طنزِ مرصع کے نام سے موسوم کیا۔ ۱۲۱۵ھ میں میر آئن دہلوی نے ڈاکٹر زبان گلہ سٹ کے حکم سے اس کا دوبارہ ترجمہ کیا۔ جو باغِ بہار کے نام سے موسوم اور اسی صدی کے آغاز میں دلی کی جو زبان بھٹی اس کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اور اب تک انگریزوں کے اردو درس میں داخل ہے۔

دیوان تحفۃ الصغیر۔ وسط الحیات۔ غرت الکمال۔ بقیۃ نقیۃ

نظم کی مختصر تاریخ امیر خسرو ورم کے عہد تک
جملہ اربابِ فضل و کمال اس امر میں متفق ہیں کہ نظمِ نثر پر ذوقیت رکھتی ہے۔

نظم موزوں ہے۔ شعر ناموزوں ۱۔ موزوں اور ناموزوں میں جو فرق ہے۔ وہ عقلمندوں پر ظاہر ہے۔ اصحاب فضل و کمال نے آیات کلام مجید میں مبیاختہ کلمات موزوں پا کر صدور کلام موزوں کو مستحکم قدیم تائے شانہ سے منسوب کیا ہے اور تعریف شعر کو عرش معلیٰ پر پہنچا کر شعر اکو تلامیذ الرحمن کا خطاب دیا ہے ظاہر ہے کہ جملہ علوم و کمال اکتسابی ہیں اور بلا استاء اور تعلیم و تحصیل سے حاصل نہیں ہوتے مگر طبع موزوں محض وہی ہے کہ محتاج تعلیم و اکتساب کی نہیں ہے اکثر حروف آشنا بلکہ جاہل محض کہ جو عروض و قافیہ اوزان و تقطیع افاعیل و بحر شعر سے محض بے بہرہ ہوتے ہیں ایسے مضامین عالی موزوں کرتے ہیں کہ انھیں سن سن کر تعجب ہوتا ہے۔ مثنوی میں حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ے

من ندانم فاعلاتن فاعلات شعرے گویم : از آب حیات
سرخوش صاحب کلمات الشعر آریا خوش فرما تہم میں کہ گواہ صدق اس دعوے
کا مصرع جربہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے کہ دیا چہ طراز اور عنوان آرائے
ملہ بسم اللہ پر بہت سے شاعروں نے مصرعے لکائے ہیں۔ جن میں سے چند یہ
ہیں۔

مولانا نظامی . . .	ہست کلید در گنج حکیم	بسم اللہ الرحمن الرحیم
امیر خسرو	خطبہ قدس است بلکہ قیوم	ایضاً
عرفی	موج سخت است بحر کریم	ایضاً
طاہر وحید	ہست نہالے زریاض قدیم	ایضاً
میرزا نادر گلرامی	تج سیلاب رسول کریم	ایضاً
نالمق	جلد جہاں طشت و دوش قدیم	ایضاً

قرآن مجید ہے۔ اسی اصول پر مرزا صاحب کہتے ہیں۔

سخن بلند چو افتد بوی مقرون است آتاؤ مبر مصحف کلام موزون است
اس بیت کے مصرعِ اول میں چوکھ لفظ سخن آیا تھا جو عام طور سے نظم و
نثر دونوں کے واسطے مستعمل ہے اس وجہ سے میر آزاد بلگرامی نے اس
بیت کی اس طرح اصلاح فرمائی ہے۔

خوش ست نثر و لے شانِ نظم افزونست آتاؤ مبر مصحف کلام موزون ست
اس امر میں اختلاف ہے کہ دنیا میں شعر گوئی کا موجب کون ہے۔ ابن
ایشاور بہت سے دیگر مورخ اس ایجاد کو حضرت آدم علیہ السلام کی طرف
منسوب کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے
ہابیل کے مرثیہ میں سریانی زبان میں شعر موزوں کئے ہیں جن کا عربی میں
ترجمہ یہ ہے۔

تغییرت البلاد و مر علیہا	و وجه الارض مغیرت قبیم
تغیر کل ذی طعم و لون	و قل بشاشه الوجه الصلیم
قتل قابیل هابیل اخاه	فوا اسفی عاله الوجه الملیم

اسی اصول پر مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ
اس نکل اول شعر گفت آدم صفی اللہ بود طبع موزوں حجت فرزند طے آدم بود
حضرت امیر خسرو رم ارشاد فرماتے ہیں۔

ماہمہ در اصل شاعر زادہ ایم دل بایں محنت نہ از خود دادہ ایم
لیکن وہ مؤرخ جو شعر گوئی کو کفر سمجھتے ہیں اس امر سے منکر ہیں ان کلبیان
ہے کہ پیغمبر معصوم اور شعر گوئی سے بیزا ہیں۔ حضرت ابن عباس رض کا قول
ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے یہ مرثیہ تشریف لکھا تھا جب یہ مرثیہ سریانی

زبان سے عربی زبان میں ترجمہ ہر تہی تو خود بخود موزوں ہو گئی۔ قاسم بن سلام بغدادی موجد شعر عربی کا عرب بن قحطان کو جو حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے بتلاتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اشعر بن سبا مینی شعر گوئی کا موجد ہے اور موجد کے نام ہی کی نسبت سے سخن موزوں کو شعر کہتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب فارسی شعر گوئی کی ابتدا کا فخر بہرام گور کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ ایک روز وہ گور غر کے شکار میں مصروف تھا کہ مباحثہ اس کی زبان سے یہ شعر نکل گیا۔

منم آں پل دمان و منم آں شیریلے نام بہرام مرا کنیستم بوجہ
بہرام گور کے اس شعر کے بعد کس نے شعر کہا اس میں اختلاف ہے۔
بعض شخص یعقوب بن لیث کو جن کا زمانہ ۶۲۵ھ میں تھا اور بعض ابو حفص
سفہی کو جن کا زمانہ ۶۹۱ھ میں تھا بتلاتے ہیں۔ فارسی میں قصیدہ کا موجد
خواجہ عباس مروی ہے جو عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں کامل تھا۔ ۹۳ھ
میں جبکہ خلیفہ ہانوں رشید عباسی بطور دورہ مرو میں وارد ہوا خواجہ عباس نے
اس کی مدح میں فارسی میں قصیدہ کہہ کر و بار میں سنایا اور اس کے صلے
میں ہزار دینار علاوہ مقررہ وظیفہ کے پائے۔ اس قصیدہ کے چند شعر
یہ ہیں۔

اے رسانیدہ بدولت فرق خود بافرقین	سترانیدہ سجود فضل دے عالم بدین
مرغلات را تو شاستہ چو مردم دیدہ را	دین یزدان را تو باستہ چو رخ ماہر و عین
کس بدین منوال پیش از من چہ پیش نے نجف	مزدبان پارسی را ہست ہمایں نوع ہیں
لیکن ان گفتم من این بدت ترا آں طہریت	کہ در دوزخ شنائے حضرت تو زیب ترین
۳۰ھ تک فارسی شعر گوئی کا یہ ہی حال رہا کہ کبھی کبھی کسی نے کوئی شعر۔ یا	۳۰ھ تک فارسی شعر گوئی کا یہ ہی حال رہا کہ کبھی کبھی کسی نے کوئی شعر۔ یا

مقصودہ سوزوں کر لیا تو کر لیا کوئی اس کی ترتیب و تدوین کی طرف متوجہ نہ ہوا۔
 سلاطین سامانیہ کے عہد میں سب سے پہلے حکیم محمد ابوالحسن رودکی نے فارسی
 شاعری کو کمال کے زینے پہنچایا۔ قصیدہ اور غزل کی طرح ایجاد کی۔ کہتے ہیں کہ
 دو ماہ روز اندھا تھا گر وہن اس کا ایسا عالی تھا کہ! وصف نامینا تئی سلت برس
 کی عمر میں حافظ قرآن اور سیس برس کی عمر میں حکیم اور شاعر اور لطیفہ گو ہو گیا۔
 علاوہ اس فضل و کمال کے نہایت خوش آواز اور علم موسیقی میں بھی کامل
 استاد تھا۔ ابتدا سے حال میں مطربی کرتا تھا رفتہ رفتہ خضر ابن احمد سامانی کی ملازمت
 میں جا پہنچا اور فضل و کمال کے وسیلہ سے ایسے مدارج اور مراتب اعلیٰ
 پر پہنچا کہ مشہور ہے کہ شعرا میں جو دولت و حشمت اسے حاصل ہوئی وہ کسی کو
 نصیب نہیں ہوئی۔ شرح یعنی کی روایت کے مطابق اس کے اشعار کی تعداد
 اکتیس ہزار بیان کی جاتی ہے۔ اس کے بعد اسمعیٰ طوسی۔ آرزقی۔ فردوسی۔
 عنصری۔ انوری۔ دقیقی۔ عسجدی۔ قریخی۔ خلکی۔ نظامی۔ خاقانی۔ سنائی۔
 قایابی وغیرہ فارسی کے آسمان پر بجلی ہو کر چمکے اور ہر ایک نے اپنے اپنے
 کلام اور ایجادات کی غمخیزی کے انعام و اکرام شہرت کے خزانہ سے پاکر کمال کے
 دربار سے بقائے دوام کی سند حاصل کی۔

ساتویں صدی میں شرقی شعرا کے سرماج شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی
 رحمۃ اللہ علیہ نے گلستان شاعری میں ایسے عجیب و غریب اور خوش نما گل
 کھلائے کہ دنیا محو ہو گئی اور بحیثیت مجموعی جو قبولیت عام اس برگزیدہ روزگار کے
 کلام کو حاصل ہوئی وہ آج تک کسی شاعر کے کلام کو نصیب نہیں ہوئی۔ غزلی
 کا قول ہے۔

در شہرہ تن ہمیبہ اند ہر چہند کہ لانی عسجدی

اوصاف قصیدہ و غزل را فردوسی و انوری و سعدی
انہوں نے برخلاف شعراے متقدمین کی بے نمک اور پھیککی غزلوں کے
اپنی غزلوں میں عاشقانہ مضامین اور شوخی اور بالکلین کی ایسی میناکاری کی
کہ موجودہ طرز غزل کے ایجاد کے فخر کا سہرا ان کے سر پر باندھا گیا اور انہی
فصاحت نے استعاروں کے پیچ اور تشبیہوں کی رنگارنگی کو چمکوز کر سادگی
کا ایسا طریقہ اختیار کیا کہ ان کا کلام عام پسند ہو کر مرغوب طبائع خاص و
عام ہوا۔

اسی زمانے میں ہندوستان میں حضرت امیر خسرو اور امیر حسن رحم
نے اس نئے طرز غزل کو کمال کے درجے پر پہنچایا۔ علامہ زمان میر علی آزاد
بلگرامی تحریر فرماتے ہیں۔

شیخ سعدی شیرازی فروے از افراد اولیا و ثلث رسل ثلاثہ اشراست و اول کسیک
دروغزل سفید و دماغ عشاق مار ساقی تازہ بخشید اگرچہ پیش از شیخ ہم قدم کم کا فن غزل
خواستہ انداما بے نمک۔ شیخ شور غزل بطرز تازہ برانگھخت و نمک بر جرات و درمندان
ریخت و لہذا دیوان اور انمک دان مے گویند و ہم شیخ در حالت حیات بود کہ امیر خسرو
و امیر حسن دہندستان غزل انداختند و سوز سینه و اعدار انجمنہا را گرم ساختند سلطان
محمد قآن مشہور بجان شہید ناظم قان و وزیرہ التماس قدم شیخ سعدی از شیراز نمود و شہار
امیر خسرو ہم براسے ملاخط و فرستاد۔ شیخ از استیلاے ضعف پیری نخواست رسید ہر دو ہوا
دیوان خود را بخط خود بہ سلطان ارسال نمود و اشعار امیر حسین بلخ کر دوہنر بیت اور ہمیں
نمود و بعد زمان اس فضلاء ثلاثہ باب غزل مفتوح شد۔ و در ہر عصر جمعے طریق اجتہاد پیودند
و حسن غزل را بہ انواع آرائش افزاوند۔

امیر خسرو کے کلام پر رائے

امیر خسرو کا معرفت وہ کلام جو انواع و اقسام کے صنائع بدائع اور مختلف رنگوں اور نئے نئے تصنیفوں اور ایجادوں سے مرصع ہے اگر جمع کیا جاوے تو بہت سے شعرا کے کلام سے زیادہ نیک گاہوں کا نام کلام عاشقانہ اور تصوف کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔ غزلوں میں عاشقانہ اور صوفیانہ مضامین کی ایسی مینا کاری کی ہے کہ خاص و عام سب میں کیساں ہر دل عزیز ہیں۔ قوال معرفت کی محفلوں میں انہیں کی غزلوں کو گار محفلوں کو گراماتے ہیں۔ عوام اور ارباب نشاط پیاروں کو سنا کر مزے اُڑاتے ہیں۔ جس طرح عوام الناس اُن کے ظاہری عشقیہ مضامین سے لطف پاتے ہیں اُسی طرح صوفیان صافی دل اور علمائے دقیقہ شناس اور اک معانی سے دقائق و معارف الہی کا حظ اٹھاتے ہیں۔

فارسی کے بالکمال شعر آفاقانی۔ تمہیر۔ آفری قصائد۔ اور قروسی میدان

نہ منقول ہے کہ ^{۱۶۱۶} ۱۶۱۶ء میں ایک دن شہنشاہ جہانگیر کے بزم شادمان میں مجلس سماع گرم تھی۔ اس وقت مولانا علی احمد نقشبانی ولد مولانا حسین نقشبانی دہلوی مشہور شاعر جو علاوہ کمال شاعری کے عالم سنیّت اور طبعی ہیں۔ بے مثال اور انشا اور املا میں بے نظیر اور جملہ خطوط میں یہ دہلوی رفعت تھے موجود تھے۔ جب سیدی شاہ قوال نے امیر خسرو کے م کی یہ بیت گائی تھی

ہر قوم راست لاہے دینے و قبلہ گاہے
من قبلہ راست کروم برکت کج کلاہے

مولانا کو ایسا ذوق پیدا ہوا کہ فوراً سجدے میں گر گئے اور مسی و الت سجدہ میں انتقال کیا۔
(دامخود از تو زک جہانگیری و نگارستان سخن)

رزم۔ مولانا نظامی شنوی۔ شیخ سعدیؒ۔ غزل اور اخلاقی مضامین کے مریدان تھے۔ لیکن اس صاحب کمال کو نظم کے ہر شعبے میں کیساں کمال حاصل تھا۔ غزل میں وہ شعرائے متقدمین اور شعرائے عہد سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ شنوی کے دربار میں ان کی کوئی مولانا نظامی کے برابر ہے۔ قصیدے کے میدان گھوڑ دوڑ میں وہ خاقانی سے مجھے پیچھے اور ظہیر وغیرہ کے دوش بدوش ہیں ان کے دو قصیدے بحر الابرار اور انیس القلوب فصاحت و بلاغت کے ایسے معراج کمال پر پہنچے کہ بڑے بڑے فضلاء روز گلہ لے ان کے جواب میں طبع آزمائیاں کیں، کسی کا جواب ان کا مقابلہ نہ کر سکا۔ اخلاقی مضامین میں ان کا بزرگ شیخ سعدی کے بعد ہے۔ اور کثرت کلام اور صنائع بدائع کے لحاظ سے غالباً وہ فارسی کے جملہ شعرائے متقدمین اور متاخرین کے سر تاج ہیں۔ ایرضروم کے کمالات شاعری اور ادب پر ریویو کرنا کوئی معمولی کام نہیں ہے لہذا اس مقام پر صرف چند مشاہیر شعرا اور فضلاء کی رائیں ان کے کلام کی نسبت درج کی جاتی ہیں۔

مولانا نور الدین جامی ہم بہارستان میں فرماتے ہیں۔

ایرضروم دہلوی علیہ الرحمۃ در شعر ستین است قصیدہ و غزل و مثنوی و زندہ دہ
بکمال رسانید۔ متبع خاقانی کے کند ہر چند در قصیدہ۔ وے نرسیدہ اما غزل را اندوے
گذرانیدہ غزل کے بواسطہ معنی آتش ناگہاں باب عشق و محبت بحسب ذوق و وجدان غور
لے فارسی کی غزل سرائی میں دو قسمیں ہیں۔ ایک واقعہ بندی اور دوسرے خیال بندی واقعہ
بندی میں ایرضروم کو یہ طوئے حاصل تھا اور سیلی۔ ترک۔ ولی۔ دشت۔ بیاض۔ آقا شاہ
وغیرہ واقعہ بند شعرا ان کے پیرو ہیں۔ ایرضروم غزل سرائی کو اپنے عشق اور تصوف سے
جلوہ دیا۔ اسی مدح پر مولانا جامی کا کلام ہے۔

مادر ہے یا بدمعقول کہ کس آواز دہست۔ مختصہ نظامی برادرے کسے در جواب لفظہ دور
ان شنیہا دیگج دار و ہمہ مطبوع و مصنوع۔

ایک دوسرے مقام پر امیر خسرو م اور امیر حسن م کی نسبت فرماتے ہیں م

اے دو طوطی کہ بنو خیزی شاں	بود و بند شکر ریزی شاں
عاقبت سحرۂ املاک شدند	خامشان قفسر خاک شدند

میرزا و نگار امی و قرع گوئی کا بانی مبنائی ان کو بتاتے ہیں اور اپنے کلام کی
تائید میں ان کا یہ کلام پیش کرتے ہیں م

خوش آنزماں کہ برویش نظر نہ بینم	چو سوسے من مگرد و نظر بگرداغم
غلام آن نفسم کادم چو خانہ او	دل بخشم گفت کہ از کیش بند بر و نش
چو خیم بر دیش بسیار۔ و رہاں گفت این کیں	ولہ اگر قرار ست شاید کایں طرف بسیارے آید

اور ان کے کلام کی نسبت فرماتے ہیں م

اے خسرو شوخان چو کند وصف تو آزاد	خواب علی مستند ز دیوان تو یابند
میر خسرو نمکیں شعر ترا خواند آزاد	دیگر از نمکدان تو شد تازہ گرفتارے دل

صاحب تذکرہ مراۃ العجیال تحریر فرماتے ہیں۔

بیکہ۔ بیت اذال عارف حقیقی کہ در صنعت ابہام دمی لوجود واقع شدہ و عجب تر
ادماں کسے نہ لفظہ است اکثرا نمود و صنعت مذکور چنان است کہ شاعر لفظہ و شعر درج
نماید کہ آنرا دہ منہ یا زیادہ باشد و حضرت امیر حسین بیت لفظہ آورده کہ ہفت منہ صحیح
اذاں برے آید۔ وہی ہذا شعر

پہل تن شاہی و بسیار است بارت بر سر بر

زناں مرغ اسے ابرو باغ اگر گویت بسیار
مے ان دونوں بیتوں کے آخری مصرعے امیر خسرو م کے ہیں اور اول مصرعے میرزا و نگار امی کے
ہیں جو انہوں نے امیر خسرو م کے مصرعوں میں تعین کئے ہیں۔

ور لعل با کوہ آخر است بہفت معنی ظاہر ہے گردہ اول۔ تو پل تخی ازاں مرغ اگر گویت بسیار
 بارینے گراں بار سے بار تو بسیار است۔ دوم۔ تو شاہی ازاں مرغ اگر گویت بسیار بار۔
 چہ بار و ادن بادشاہاں عبادت از جلوس فرودن است بر سر سلطنت و خود را بخاص عالم
 نمودن۔ سوم۔ تو شاہی ازاں مرغ اگر گویت بسیار بار یعنی بسیار نیکو کار۔ چہ بار و لغت
 نیک کہ داراست۔ چہ دم تو شاہی ازاں مرغ اگر گویت بسیار بار۔ یعنی بسیار با ترا شاہ گویند
 چیم تو ابری ازاں مرغ اگر گویت بسیار بار یعنی بسیار۔ بارندہ۔ ششم۔ تو ابری ازاں
 مرغ اگر گویت بسیار بار یعنی بسیار بار مغمم۔ اسے باغ ازیں مرغ کہ ترا گویم بسیار بار یعنی
 بسیار سیوہ کور و سیوہ دار۔

و این بیت امیر تاجاموز تکی پس جواب نتوانست رسانید۔

مولانا صنیاء الدین برنی صاحب تاریخ فیروز شاہی تحریر فرماتے ہیں۔
 امیر خسرو در خسروشاہان سلف و خلفت بوده است و در اختراع معانی و کثرت تغنیات
 غریبہ نظیر نہ داشت و ہر چہ نسبت طبع لطیف و سوزن کند باری تنالی اور اور آں ہنر سر آمدہ
 گردانیدہ بود و وجود سے عدیم المثال آفریدہ و در قرون متاخر از نواہر اعصار پیدا آرد۔
 شاہزادہ دہلہ اشکوہ سفینۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں۔

در شہر خاں قادہ بودند کہ مطلع انوار را کہ در جواب مخزن اسرار است در دو مہنتہ تمام کردہ
 اند و اشعار ایشان یکہ مہتا است کہ کم کسے باں خوبی گفتہ باشندہ این بیت از یکو بہتیا سے
 ایشان ست۔

زلفت نہر و جانب خوزیہ اشقان ست چیزے نیواں گفت۔ رو تو در میان ست
 و مضمونہا سے تازہ عالی در اشعار میر آں قدر است کہ اگر ہمہ آں جمیع کنند از تصانیف بعضے
 زیادہ سے شود و ہمیں طوہر اقسام دہان و فنون علم ہندی بے خصل بودہ اند و بجا مہیت ایشان
 کم کسے گذشتہ۔

کابتنی نیشاپوری کا قول ہے۔

حسن معنی زخموں بڑھتاں غیب کرد زانو استاد است خسرو بک ز استادان یاد
ایر خسروم کے متبع کرنے والوں میں خواجہ عصمت اللہ بخاری بھی ہیں جب
کابتنی کے زمانے میں ان کے کلام کی شہرت ہوئی تو ایک دن کابتنی نے ایر
خسروم کو خواب میں دیکھا اور ان سے کہا کہ عصمت آپ کا ایک اونٹ خوش
چیں ہے۔ اس کے اشعار کی آپ کے اشعار سے زیادہ شہرت کا کیا سبب
ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ اس کا کوئی خوف نہیں۔ عصمت کے اشعار میرے
ہیں اشعار ہیں۔ اس واقعہ کو کابتنی نے خود اس طرح تحریر فرمایا ہے۔

میر خسرو علیہ الرحمہ شب ویدم۔ خواب	گفتم میں عصمت نے ایک خوش چین خرمن است
شیراز و شیرتوچوں پریشہ شہرت گرفت	گفت اے نیست شیراز میں شیرمن است

نواب محمد صدیق حسن خاں راجہ شمع الحسن میں لکھتے ہیں۔

خسرو دہلوی خسرو ظہر و معانی است و صاحب قرآن سواد اعظم سخندانے نمک کلامش
شہر انگن انجمنہا و سوز سینہ او آتش زن عمر نہا۔ در زبان عرب و عجم و ہند سخن گفت۔ عدد
اشعارش پہنچ لک شہرے ہند۔ سخن آفرینے بایں قدت و سراپاں دیار ہم نہ
برفاستہ۔

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔ صنایع و باریع کہ در قدما سے از خسرو دہلوی و در
تخرین از شیخ حبیب اللہ اکبر آبادی بردنے کا آمد و رقاب گفت در زیادہ موقوف بر گلشت
مؤلفات و مجامع ایشان است۔

مولوی آبد الحسن صاحب شان مطلع اللہ اور فرماتے ہیں۔

خسرو دہلی ست بنزد حسن خسرو اقلیم سخن بے سخن
مولوی ظہیر الدین صاحب فرماتے ہیں۔

و پیش یہ لفظ کہ در کلام سے یافتہ شد و سخن دیگر سے کتر ادا یافت۔ ہر مصرعہ اسل مخبر
است بڑاں و ہر پیش تینے است چون تیغ ہر دئے خواں۔

مولانا امجد علی صاحب اشہری کتاب الیشیائے شاعری میں تحریر کرتے
ہیں :

اس دور کے قابل قدر زمانے میں جبکہ شیراز کو ستھری اور حافظ جیسے سخن پردازوں
سے ایند نامی حامل حق و آئی کو ایر خسرو و دہلوی کی سخن آرائی نے دوسرا شیراز بنا رکھا
تھا خسرو کے کمال شاعری اور ادب پر ریویو کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہو سکتا۔ میرے
نزدیک اس مرتبے کا شخص نہ صرف دلی بلکہ تمام دنیا میں بھی دوسرا نظر نہیں آیا جسکی تصنیف
سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بلا واسطہ مبداء قیاض سے مضمون پارنا اور بلاذریہ لوح محفوظ کو دیکھ
رہا اور اس کی نقل آتا رہا ہے اور جو اس کا اور صرف اس کا حصہ ہے۔

ظاہر ہے کہ شاعر کی طبیعت کا میلان مختلف وقتوں یعنی مختلف عمر میں
کیساں نہیں رہتا اس سبب سے سب سے پہلے امیر خسرو دم کی جدت پسند
طبیعت نے اپنے کلام کو مندرجہ ذیل چار قسموں میں تقسیم کر کے چار دیوانوں
پر مشتمل کیا۔

اول عمر	عہد جوانی	سن کھولتے	پیرانہ سالی
تحفۃ الصغر	عزت الکمال	وسط الحیات	بقیۃ النقیۃ

و بجا بقیۃ النقیۃ میں خود فرماتے ہیں۔ دریں وقت اکثر طبائع بجزل میل دار و دوزاں روز باز
خلد گرم است و دایان سخن سے خواند تا از شملہ غزل محرق مجلس را گرم گرداند۔ انکوں
صاحت آن دیدم کہ ہوا سے دل خویش کر کثافت طبیعت او آب گشتہ است از نائزہ قلم
روانہ گردانم و اوصاف ہر غزل چہاں شبیہ چہاں عنبر برائے نمونہ شہر آئینہ تخیل حکما از چہاں

طبع خویش روان سازم تا بداند شمع

تا بداند که یک طبع رہے بہت چہار کہ بہ زاید از معدن حیوان و نبات

معلوم خواہد اصحاب طبع باو کہ مرتبہ اول غزلیات بتناہ خاک مردوخشک و کمیٹ و نازک است
ایں غزلہا نیز بہ نسبت صنائع و بدائع خشک و کیلیفات مرد و کمیٹ و کلکشا و کثافت میل
کنہ چون بکام پرداخت آں دیوان اول تحفۃ الصغر است ایں طفل خاک را کہ ایام خاکبار
ست با طفلان و ہر خفیفہ رختہ تمام غزلہاے دیوان بریں افتادہ است شعر

سہل باشد بنا شد آں بسیار کاچنیاں اندک ست نے بسیار

مرتبہ اول بود و مرتبہ دوم غزلہا تا آب بود چون آب بر خیال لطیف و از خاک برتر است و از کمالات

الفاظ کمیٹ صفا و وسط الحیوۃ است گرم و تر افتادہ است گوئی آب ست کہ از آتش

طبع خویش جوش بسیار یافتہ است از محل بابت برتہ ہوائیت رسیدہ و در حدانیت خویش

ماندہ و مرتبہ سوم غزلہا نیست برشتہ باو چون خاصیت آب گرم و تر

افتادہ است و ایں غزلہا لطیف تر است و روان تر و برتر و از بس لطافت غفل پذیر نبود و

ایں غزلہا نیز مانند باو گرم و تر افتادہ است و از غزلہاے کہ مانند آب لطیف و روان تر

و عالم بے پروا آتش طبع قوت بسیار یافتہ است و از مقام ہوائیت برتہ بابت رسیدہ

و ایں از آن نوع کمال است غزلہاے او نیز بریں نوع افتادہ است باید کہ خوانندہ بطبع

وقاد تاویل نماید و مرتبہ چہارم غزلہاے شال آتش ست چنانکہ آتش بیول میل دارد و بیج

سر بہ پستی فرو نیارود و منزل را دور سے راہ نبود بیج طبعے از بلند تر بود و باو نزدیک چنانکہ

حرارت خاصہ آتش ست در دہماے نرم چون آتش در پیہ گیر و دل آہنیں ناقد سے نرم

سازد و اگر دے ست کہ در خوشی جاتے دارد نیک بسوزاند و خاکستر گرداند غزلہاے

بقیہ نقیہ و بعد از ایں اگر شعلہ روشن و آتش طبع وقاد کہ در شعر خود ہیہ ست کہ از ایں

غزلہاے سوزاں بلند کردہ اشیرا سرا سر آتش پاے گردانم بہ شباتے کہ شعلہ سوزان آں از

خزینہاں، دودنوشہ عطار و گبرہ، انکو اشراق آل مدح، آفتہ و مشعلہ آفتاب را آب گردانہ۔ دیوان تحفۃ الصغر۔ وسط الحیات۔ نحرۃ الکمال۔ بقیہ نقیہ کی نسبت الملیث صاحب اپنی تاریخ میں حسبِ ذیل تحریر فرماتے ہیں۔

ایر خسروم۔ کہ پہلے دیوان کا نام تحفۃ الصغر ہے اور اس میں وہ تصنیفات شامل ہیں جو انہوں نے سلوک برس کی عمر سے بیست برس کی عمر تک تصنیف کیں یہ دیوان سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد کا ہے۔ اس میں علاوہ غزلیات کے سلطان اور شاہزادوں اور مہجراہ کی مح میں قصائد ہیں جو اکثر نوروز اور عید کے موقعوں پر کہے گئے ہیں۔ ترجیع بند عموماً حضرت نظام الدین اولیاء یا سلطان بلبن کی شان میں ہیں۔ دوسرا دیوان وسط الحیات ہے جس میں چوبیس برس کی عمر سے بیست برس کی عمر تک کی تصنیفات شامل ہیں اور اس کے قصائد عموماً حضرت نظام الدین اولیاء کی مح میں ہیں باقی قصائد دیگر امراء کی شان میں ہیں۔

تیسرا دیوان نحرۃ الکمال ہے یہ ایر خسروم کا تیسرا اور سب سے بڑا دیوان ہے۔ اور مفتاح الفتوح بھی جو کہ ایکثنوی ہے اسی دیوان میں شامل ہے۔ لیکن بوم اپنی عمدگی اور ترتیب کے علاوہ کتاب خیال کی جاتی ہے۔ اس دیوان کے اکثرثنویوں میں یہ ثنوی بلکہ اس کے علاوہ اور دوسری ثنویاں بھی شامل ہیں۔ لیکن جو نسخہ نواب ضیاء الدین خاں دہلوی کے کتب خانہ میں تھا اس میں ثنوی دیگر کچھ نہ تھی۔ اور چونکہ اس نسخہ پر ترکانہ شاہی اور جان بیگ کی ہر تھی اس لئے گمان غالب ہے کہ یہ ہی نسخہ مستند ہو۔ اس دیوان میں چونتیس برس سے بیالیس برس تک کی عمر کی تصنیفات شامل ہیں۔ اس کے شروع میں ایک پر لطف اور دلچسپ دیباچہ ہے۔ جس میں مصنف نے اپنے حالات زندگی قلمبند کئے ہیں۔ اس میں بھی حضرت نظام الدین اولیاء اور دیگر امراء کی شان میں قصائد موجود ہیں اور ایک مرثیہ بھی ہے جو مصنف نے شاہزاد

اقتدار الدین سپہ سلطان جلال الدین کی وفات پر موزوں لیا تھا۔ اس دیوان میں نوروز اور عید و غیرہ کے موقعوں پر جو نظمیں موزوں کی گئی تھیں وہ سب موجود ہیں۔ دیوان کا حجم تقریباً ۶۹۴ صفحہ ہے۔

چوتھا دیوان بقیدہ نقیدہ ہے اس میں پچاس برس سے لیکر چھ برس تک کی عمر کی نظمیں ہیں۔ اس میں بھی سترہ بالاگوں کی شان میں قصائد سلطان کی وفات پر ایک مرتبہ اور اس کے علاوہ متفرق شونیاں ہیں جو کہ شاہزادہ کی شادی اور دوسرے موقعوں پر نظم کی گئی تھیں۔ دیوان تختہ الصخر کے دیباچہ میں زیرِ سرور دم لکھتے ہیں کہ چونکہ اچین کا زمانہ تھا اس واسطے میں نے کبھی کلام جمع کر لیا خیال نہیں کیا۔ یہ را بھائی تاج الدین زاہر جس کی باریک بین طبیعت مشاطہ طرہ و شاعرانہ امن اشعار کو فراہم کرتا تھا اور جو کچھ میں نے ۱۰ برس کی عمر سے ۹ برس کی عمر تک کہا اس کا ایک مجموعہ اس نے بنایا۔ میں نے اس کو دیکھ کر کہا کہ یہ پانی میں ٹوبہ دینے کے قابل ہے۔ اس نے نہ مانا اور فرمایش کی کہ اس کو سلسل کر دو۔ چنانچہ میں نے ہر حصہ کلام پر ایک شریکے عنوان کے طوطہ لکھ کر لگا دیا۔ یہ میرا ایجاد ہے۔ مجھ سے پیشتر کسی نے یہ سلسلہ قائم نہیں کیا۔ اس دیوان کا نام تختہ الصخر ہے۔ سچ یہ ہے کہ ہر چند اداقی باطل جمع ہیں۔ میدان نشیب و ترا ہے سمور تھا۔ اور پاؤں میں لنگ تھی۔ میں نے بہت چاہا کہ باپ سے قلم کو حبش نہ کرنے دوں لیکن دوستوں نے نہ مانا۔ عوام سب اور خصوصاً بھائی تاج الدین برابر میرے میں برسوں اس تاج بند کو ہر کے سیکر محبت میں خزانہ ہوں ادافوت کے اثر نے ہم دونوں کو بے باور بردمان تو م کی شال غایب و غائب ہمارے بھائیوں کی تمنا دیتی ہے وہ جبکہ جام نکاح شد با او اور گام کہ میں مسنم یا او اس کا مقصود یہ تھا کہ دفتر پر حشو کسی شمار میں آجائے میں کہتا تھا کہ لوگ اعتراف کریں گے۔ سوہ کہتا تھا کہ دانا یہ دیکھ کر کہ یہ چھن کا کلام ہے اور اس نے نہ کرے گا۔ نادان کے اعتراف کا لحاظ کیا۔ میں کہتا تھا کہ اس میں شستر و گربہ درطوب و یاس بہت ہے۔ اس کا جواب تھا کہ لوگ اس کو تمویذ بنا کر موشک باز و بازو کی چوہیاں پر باندھیں گے۔

غرض برادر موصوف کے اصرار سے اس مجبور کو یار ان خوب شناس کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ امید ہے کہ بطیب خاطر قبول فرمائیں گے۔

امیر خسرو م کے ان چاروں دیوانوں میں سے آج کل عام طور سے کوئی دستیاب نہیں ہوتا انہوں نے اپنی زندگی میں ان چاروں دیوانوں سے انتخاب کر کے ایک دیوان مرتب کیا تھا جس کا نام غنا مرصع ہے۔ یہ ان کے کل کلام کا عطر یا ان کے گلستان شامی کا ایسا خوشنما گلستانہ ہے جس میں گلہاے رنگارنگ اپنے قدرتی جوہن دکھا رہے ہیں۔ اس کے مختلف اشعار انواع و اقسام کے صنائع و بدائع سے آراستہ اور اس کی غزلیں مضامین عاشقانہ۔ صفائی بیان۔ طرزِ ادا کی نزاکت سے پراسستہ ہیں۔

علمی دنیا منسی ذیل کسٹور صاحب سی۔ امیں۔ آئی کے اس احسان کی ہمیشہ ممنون و مشکور رہے گی کہ انہوں نے دہلی برس کی لگاتار تلاش و جستجو کے بعد عناصر مرصع کا ایک پُرانا قلمی نسخہ جو مصنف کے بہت قریب زمانے کا لکھا ہوا تھا دستیاب کر کے شائع میں اس کو اپنے مطبع میں چھپوا دیا جو ان کی بدولت شائقین کو آج تک عام طور سے مل جاتا ہے۔

دولت شاہ سمرقندی نے اپنے تذکرے میں امیر خسرو م کے دیوان کی نسبت حسب ذیل تحریر فرمایا ہے۔

دیوان امیر خسرو م کو فضلاء ہند جمع ذکر سکے اور حقیقت یہ ہے کہ جس طرح سمندر کا برتن میں اور علم لرنی کا تحریر میں آنا ناممکن ہے اسی طرح ان کا کل کلام جمع کرنا ناممکن امر ہے۔ شاہزادہ حیدر علی شاہ نے نہایت تلاش اور کوشش سے ایک لاکھ مثنوی ہزار مثنوی غزلیات کی جمع کر کے خیال کیا کہ ان کا کل کلام جمع کر لیا لیکن اس کے بعد دو ہزار

سید مولوی حبیب الرحمن خاں مشروانی (دراغون)

ہمیں ایک دوسری جگہ سے دستیاب ہوئیں۔ اور جب لوگوں کو تحقیق ہو گیا کہ ان کے کل اشعار جمع کرنا مشکل ہے تو لوگوں نے اس خیال کو ترک کر دیا۔

غناہر خسرو میں اکیس قصیدہ، آٹھ سو نو غزل، ستاون قطعات و رباعیاں ہیں۔ اس کے کل اشعار کی تعداد سات ہزار سات سو چاس ہے۔ ہر غزل یا قصیدہ کے شروع میں نام یوان کا جس سے وہ قصیدہ یا غزل منتخب کی گئی ہے لکھا گیا ہے۔ اس غرائن خسروی سے چند گوہر بے بہا دھائے جاتے ہیں۔

قصیدہ فی توحید باری تعالیٰ

با صفت تو عقل لاف کمال کے رسد دامن عزت ترا اگر دوزوال کے رسد طاثر مادراں ہوا بے پروا بال کے رسد تشنہ جانڈر گدتا یہ زلال کے رسد ایک بجلوہ چناں چشم خیال کے رسد گلخنیان خاک را بے وصال کے رسد انکوفتا و کمرش بر بر حال کے رسد راہروان پاک رالوث و بال کے رسد	اسے زخیال ماہروں در تو خیال کے رسد اگر ہمہ مردم و ملک خاک شوند بر دست کنگر کبریا ئے تو بہت فسر از لامکاں بر در بے نیازیت صد چو حسین کر بلا بہت بہت بنگاہ دل جلوہ قرب روز و شب ز ال چمن کربلا بش روح قدس نمی سزد توسن چابکاں سبک صہ کو سے نیکو دہا حرہ رتو عاشقاں بر سر چوں نمی سزد
---	---

آیت رحمت از حرم بہت برائے صاحبیاں
خسرویت پرست را جز خلوت حال کے رسد

ایضاً

مگر تم مست غدر خواہ

اسے بہ در ماندگی پناہ ہمہ

بندہ نسلین رہد ان درت فطرہ زابر رحمت تو بست از رہے بر مرا کہ در تورسم گنہا ہمہ فزون ز قیاس	شبت بہ سگمہ کلاہ ہمہ شستن نامہ سیاہ ہمہ اسے لبوسے در تورہ ہمہ عفتوں افزوں تر از گناہ ہمہ
خمس روز تو پناہ سے جوید اسے پناہ من و پناہ ہمہ	
قصیدہ فی نعت سید المرسلین و خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم	
اسے رسالت را علم انہ اختہ کرکت کو بر مکاں نہاد پائے آدم و من دوہے تحت اللوا نہ قبائے چرخ را خیاط صنع یم احمد را گزیدہ بعد ازاں ہر کہ او از یم حمہ طوق یافت جز خدا کس حد تو نشناخت نہ کہ تافتہ نور تو از روز ازل دیدہ کش و نظر ناید بہشت عاصیان در دور و را کردگار	دست تو تیغ شریعت آختہ قدر تو بر لامکاںش تاختہ آمد و چوں تولوا افرختہ خاص بہر قامت افرختہ خاتم نمہ نبوت ساختہ در یکے کوئی رو و چوں فاختہ کس خدا را بچو تو نشناختہ پر تو خود تا ابد انداختہ عشق با خاک جابت باختہ از بر اسے روے تو بخواختہ
بندہ خمس و تاؤ سید نعت تو و آتش دل جان خود بگذاخت	

قصیده فی المسح سلطان علاء الدین محمد شاه

خلجی

دراے پھول شاخ گل لطیف و نازنین و تر
 فید بانی و لطف و نازکی و تازگی پیش
 ز عکس عارض و جود و نیا گوشت و دو چشم تو
 و گلگشت و جوئے افشان نسیم و عطر تو بید
 تن درو خط و خد و بر و قد و لب لطفت
 ششم و در حجر و بیداری و شوق و غم و دے تو
 زہے انار و در و مرگاں منہ از زکس غمرہ
 بیابا تو شاد و خرم و آسودہ و خندان
 کہ بہت از عین و صلح بذل و جہان شہ عالم
 بہا مذاری نکو کاری فلک قدری ملک صدری
 سرفراز و سراندا و بہا نیک و مخالفت کش
 رہ و راس و دم و نطق و فن علم و ہنر صفائش
 امان و امن و عدل و راحت ست اندر زمان او
 جمال و زیب و یمن و گرفت از غلبہ نانش
 بزرگ و غرور و خاص و عام را در ذکر ذات او
 ربود و بود و شکست و مست باد و سنان او
 دران سوز کا از فہم و لواحت ک نون گردد
 سواران و یلان و پیر و لاں و صفدران بینی

شاد و نیک و حدیث افزا و راحت بخش جان پرور
 چہرہ کیان و چہرہ نیرین و چہرہ شاد و چہرہ نیلوفر
 و دلالہ حمد و نبل و قدس و پروردگار
 بہمن و وسع و حسن طیب و صبا مشک و کہا غیر
 سرو و ہر و شب و روز و گل و سرو و سرو و شکر
 نفس و نس و حیرت و شگفتا لیلین میں بستر
 خصوصیت ساز و عاشق شود و فسون ان جادو
 شوم بہم کہ کم عمرت خورد مادہ کشم ساغر
 جہاں نیم ماں حکم طرب بے حد و خوشی بے مر
 علاء الدین طوق محمد نام محمد فر
 طغریاک لہر پاش و جہاں بخشش و کم گستر
 تہر و راج و جان و شاخ و تن مارگ حق مابر
 بشرق و غرب شہر و دیہ و کوہ و دشت و بحر و بر
 رخ و مہر و قبلہ و مسجد و مسجد و مسجد
 صفت و رد و لقب و عز و عیاد و دشت از بر
 از مردان لہ شیراں جان و خصمان بن شام و
 جہاں و ہم ہوا برش و قضا بق سمانہ
 اکند از نو و نیکو گیر و ناک بار و جولاں گر

به آفتاب و رنگ و حیل و حمله شود پدید
 کند شاه از سخنان و تیر و گزند و سر به گز خواهد
 حود و دشمن و بدخواه و خصم را رسد هر دم
 بهشت هر دوست کرد و شست و من و پشت لیل
 در عجب بیم و ترس و پست شگم کند آن م
 کشاید چار چیز از چار جایک در حسم تیر او
 بهر جای و صف و کوش و کج و کیش باشد
 جهان را با علم و حلم و مهر و کین سر آید دم
 سر بر دلت و ملک و آل و ضبط خود کرده است
 و عفت و لطیف تو به بندم دم ماضی غفل
 ز جلالت هر امیر و پهلوان و گز و لشکر کش
 حرم بار و چیز ملک نعل اسب و پا بوست
 سر در ضوان و خود و آفتاب زهره و زینت
 ز طبع و دین و فهم و دهم و عمر و یافت و حدت
 همیشه تا بشکل طول و عرض و من و حسن آمد

یل از شست و بزاز و گز و گز و شیر و ول از غر
 ملک تیر و زین و بال و دوا و پست و دهر و پست
 بیل و کج و بجان و دین و من و نیزه و بخت
 روز و ناک و دو و یک و یک و دهر و پست
 خوابت جانشین و کج و کج و یک و یک
 و تن خون و ناک و آب و ناک و دهر و پست
 شرف و کج و علو و ایت و ناک و ناک و ناک
 تن عالم و دل و دیا و کف و معدن و سر و سر
 بکار و بار و دین و کیش و دوست و شست و ناک
 به ناک و ناک و دهر و دهر و دهر و دهر و ناک
 آفتاب و ناک و سیاه و شش و ناک و ناک
 در حمله و شست و ناک و ناک و ناک و ناک
 نشاط آغاز و ساحت و ناک و ناک و ناک
 ناک و ناک و ناک و ناک و ناک و ناک
 ز ناک و ناک و ناک و ناک و ناک و ناک

بجز دم و ناک و ناک و ناک و ناک و ناک
 قدر حالی فلک و ناک و ناک و ناک و ناک

غزلیات

بقیه نقیبه

اے چهره زیبای تو رشک تبان آدمی
 هر چند و صفت می کنم لیکن از آن بالاتری

آفتاب گر دیدہ ام ہر بتاں دزدیدام
تا نقش می بند و فلک کس انداوه این ملک
برگزیناید و نظر نقشے ز رویت خوبتر
من تو شدہ تو من شدی من بش تو من شدی
تو از پری چاکتہ می دزد برگ گل ازک تری
عروہ تماشا کردہ ام ہنگ صحر کردہ
لعل بنشال دیدہ ام الماس اسنجیدہ ام
حالم ہر نیماے تخلقے خدا شیداے تو
اے احت و آرام حال باقد تو سرور و اواں

سب یار خواباں دیدہ ام ما تو خیزے دیگری
حورے مانم یا ملک فرزند آدم یا پری
شمسی ندانم یا قریا زہرہ یا مستری
ہا کس گوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری
دزدہ چہ گیم بہتری حقا عجب و لبری
جان دل بردہ امنیت رسم و لبری
در حدن اچیدہ ام بختا تو دج گوسہری
آں ز کس شملہاے تو آوردہ رسم کافری
زمیناں مرد و تنکشاں کارام جانمے بری

خسرو و غریباست و گدا افتادہ در شہر شما
باشند کہ از بہر چند اسوے غریباں بگری

تختہ الصغ

ابرے بار دامن میثوم انیار جدا
ابر باران دامن یارستامادہ برودار
سبزہ نوخیز و ہوا خرم و بستان سرسبز
اے مرا در تہ ہر بند ز لفت بندے
دیدہ ام بہر تو فہد شداے مرہم چشم
نعمت دیدہ ام تو اہم کہ بساند پس ازیں
دیدہ صدر خند از تیرہ تو خاکی ز رست
مے دہم جاں مرد از من و گرت باز نیست
حسن تو دیر نماندہ چو زخماں و نفی

چوں کنم دل بچنیں روز و دلدار جدا
من جدا گریہ کنناں ابر جدا لیا جدا
بمل رو سے سیہ ماندہ ز گلزار جدا
چہ کنی بند ز بندم مہر یک بار جدا
مرد می کن مشوا و دیدہ خونبار جدا
ماندہ چوں دیدہ ازال نعمت دیدار جدا
زود بر گیر و یکاں رخنہ پے نار جدا
پیش ازال خواہی تو بستان گمدار جدا
کل نسے دیر نماندہ چو شدہ خار جدا

مسلمانان گرفتارم پرست مسلمانان بطره آشنابندے بخندہ پارسا بینے بابر وقتہ انجیرے بزرگس عالم آشوبے دعاے بدخواہم کرد لیکن انیت در گویم بلعیساں ہر جان ناتوانم غم مخور چند سے	ازین یوانہ بدستے و بد خوئے و دادانے بختر فاضلہ تر سے کبشتن نامسلمانے پر بالا آفت آباد سے بہ کمال کافرستانے کہ ارب بتلا گروے چون روزے ہجرانے رہا کن جانم فرمائیے از زم بہ دیرسانے
کنول یاد شراب و شاد دوستی و متلاشی گدشت است آنچہ خسی و راستہ بودستانے	کنول یاد شراب و شاد دوستی و متلاشی گدشت است آنچہ خسی و راستہ بودستانے
گرچہ خوابانہ مندرن باشند مردمانے دروے او دیدند نغمش بندہ ایم گفت خوش یاد مہمان تست اے دیدہ اے دل خوں گرفتہ عشق میار حایت را خواب بے جویند عقل در دست زمیں منی توبروں رو کہ سینہ ام کاٹل	پیش آن ہا من زبوں باشند آہ باشند مرنگوں باشند توچہ دانی کہ بندہ چوں باشند مردمان آگوبروں باشند کہ تباں تشنگان خوں باشند ور دندان کہ بے سکوں باشند عارفان عاشق جنوں باشند یار یاران از و دروں باشند
عشق بازی ز خسرو آموزند پیلے و محسنوں از کموں باشند	عشق بازی ز خسرو آموزند پیلے و محسنوں از کموں باشند
چہ بلاست از دو چمیت نظر نیاز کردن چو کمال صنع بے چوں ز جمال تست پیدا ہمد خواب مردمان شد بد و دیدہ تلخ یارب چہ خوشست با تو خلوت کہ وہم مر شک خوئیں	مترہ راکشاد اداون و فرستہ باز کردن نموال حدیث عشقت ز رہ مجاز کردن کہ کجاست گشت شیریں حرکات باز کردن ز خراشیں ل گواہی بہ زبان راز کردن

تو جنبپ نهش که ماز غمش پوشم جوشه بجفت دل نهادم بکن آسپسته توانی بهوس فدا کنم جان بدرت که نیست عاری صفت عاشقانهست اینجا دایه فقیه رحمت	همه روز زنده بودن همه شب گذاردن چه کنم که تو انم ز تو احسنه از کردن پسر سبکبای را بهوس ایاز کردن که بشهرت پرستان تو را نماز کردن
--	---

چه بود متاع خسرو که کند نثار جان
گمسه چه طعمه را ندب و سان باز کردن

بجز ام سرور منواں که باغ رضواں خوشتری در بهوشیاری هوشی برست و غلطان دکشی چو کانت و لجوس از همه سر برده هر صحرای با آن خوش باشد چمن از سر و نسیم سخن هر چند نیم دل آتش برست ای دل مرا گرچه جوانی خوش بود بے توانی خوش بود بادی چه باشد دل بهین کاغذ کتی نزل گیس نقش تو آسے شمع چگل بیرون هم زیر آب گل	دلدادگان خوشی را می کش که از جان خوشتری چون بکنی شانه کشی طره پریشان خوشتری خوش میبری گوس از همه و لعل جان خوشتری بسیار دیدم از تو من بسیار ازیشان خوشتری خواهم بیاشام ترا که آب حیواں خوشتری وز زندگانی خوش بود و حقا که از خوشتری در چار سو جان شیش که بستای خوشتری لیکن تویی چو گنج دل و گنج ویران خوشتری
---	---

دارم ز تو در دے قوی بخوابش از سر نوی
ز آنکه در دے خسروی لیکن ز درماں خوشتری

انتخاب غزلیات

غزوة الکمال

اے باد برقع برنگین آرزو آتش ناک را خسرو کد این خس بود که سوز عشق از لبس بود	دست ویدم که صفر کنم تبی بزن ای خاک را ایک ذره آتش بس بود صد خرمن خاک را
--	--

شده وقت حدیثِ ستیاں آں لالہ دیتاں کجا صدر مردہ ز آل لبندہ شد صد مراد و ماں کجا من سکیم فرماں بجاں آں یار بے فرماں کجا گفتمی کہ آریے این نم گرایں تو فی سچاں کجا سنا کس صورت بشکند این عقل رنگ آینه را تتم از بیدلی جیپارہ شد جیپارہ تر بادا کافرید از آب و گل سروئی تو چالاک را کرد فاسے شوے در تلش بسوزد خوش را اول اندر کلام شیریں کن زبان خوش را	شکفت گل در بوستان آں غنچه خنداں کجا ہر یار کو در خندہ شد چون من ہزارش بندہ شد نے گفت باں مرداں گرجاں ہی یا بی اماں گفتم توئی ایں در غم بہت جانِ دوستم بر جمع بر انگن اے پری حسن بلا آئیسہ خزا و لم در عاشقی آوارہ شد آوارہ تر بادا صد ہزاراں آفریں جاں آفرین پاک را جاں فدائے دوست کن کم زان کن ہندوئہ خسرو اگر آئیں سواہی از شکر کجاں
شترن عاشقاں کہ دید صواب فائقو اللہ یا اولی کالباب نشان شادمانی و جہاں نیت مگر وہاں محنت را اگر اں نیت	ماہر و یا بہ خون من مشتاب چہ علامت کسید خسرو را دل را دوست غم اماں نیست بہماں پر شناؤن بہ غم عشق
اے بسام و خدا کو کمتر از ہندو زنی سرت یوسف اندر مرد دل در دیدہ روزیل صیت آخر ایں چندین بہر شستم تاویل صیت بند چوں نے نشنود بہیودہ قتل قال صیت کہ مرغ آں گستاخ خسرو حوالہ بیان آمد دور روزہ برگ اقامت در وں ناخستہ اند ہماں را سرت کبرا آسمان فراختہ اند کاسماں ایں ہمہ بہ آدم ہشیار بود	اندراں مریض کہ خداوندہ سوز و مرد عشق یار چوں بااست بر دیدہ نش تھیل صیت چوں جہالت آیت حجت شد اندر تان حلق ایچہ خسرو را نصیحت مے کنی از بہر عشق گستاہیت خاک آستان از رخ خواں بر صراں کہ مزاج جہاں شناختہ اند سرے کہ زیر زمیں شد نہضت شاہاں را خسرو اول بکن از نامراد ہیاے و ہر

چنیں تیر بر چہرے سے زند وے تیر جان مے زند کجاے من اید کجاے زند نسیم بہار از صبا مے زند سعادت ابد و عشر جاہ و مال دار	و حشمت کہ تیر بلا مے زند کجاں جانب و کج مے کشد تو ہے غمزدہ کز شوئے و چاکبی چو بوسے تر اور چمن مے برد کسیکے یار و نثار مہر ماں دار
حساب خویش میدانم کہ تم بایار میگویم چرا از و کج مے نام کہ در و خوشی تن دارم بلا نیست و بیماری و تنہائی کہ من دارم دل و گرفت ازین غربت تنائے وطن دارم	خراش سینہ خود بابت خویش مے گویم من این آہ جگر سوز دل پیاں شکن دارم بجائے محنت یارب و لذت و دل یعقوب ز دنیا میر و دخیل و بزرگ مے گوید
وے مرہم در و دل نگاراں اے دوست چنیں کسندیاں یک قصہ گویم از سہاراں	اے آرزو امیدواراں از دشمنی آنچہ بود کردی مخوشی و غم غم تو صد سال
و ربایت سرور و آل میر غمناز ہیں ایں جانت مے آید بکلاں شکل جانناز ہیں چندیں چہ گوئی بت چنیں کیں یک سلاز ہیں در کیسو عذر آورد ایں را بچو آں ما ہیں بند از دم و دل پارہ کن واں داغ پناہاں ہیں نیاز بندہ ہے آں شیخ عشوہ ساز ساں فغان و زاری و بلبل بہ نو بہار گوے خلعے مبت کی طرف آن شیخ تنہا کی طرف	خواہی و لاف و وس جان خسار جانناز ہیں اے دل کہ ہستی پتیرا ز بہر وے آن نگار اے بت پرست ہندو چنیں کز ما بت بوسی ہیں گم کہد جانا بردت ہم جان و ہم دل چاکرت دارم تو تو داغ کفن و نیست باور ایں سخن رواے صبا و سلام بہ لخواہ زساں سلام خدمت ماے صبا بہ یار گوے بیچارہ مہر و مستہ را خوں بخیتن فرمودہ است

قطعہ وریا عیادت

مرد بخشنده کے راکوین
ہر کہ بخشدہ تو انگر دے
ابر اگر ہر دیا یاد

کہ جب درویش دہ پے در پے
 سفند کن گرچہ بود حاتم طے
 شاید از برق سخنند دروے

حاصل خود بخورد اندوہ بہودہ محو
 دیگر از آنجوری حاصل دیگر نشود
 ایلمی باشد باہستی نہ غم خوردن
 روشندلان صاف درون غفل بود
 پوشیدہ نیست خود ہمہ کس حاس را
 تا کہ اسے بہمت از بہر و فلں کردہ گیگ
 اگر قبائے مکنی بارے منہ سر بر زمین
 بجاہ فقر تو آنچو نمائے بہمت باش
 بدانکہ در ہمہ ہستی شوی خیس مزاج
 از عزت محمد ار نہ داری خبرے
 اندو محمد ست پیوستہ بہم
 وصف شرف تو بیش انداز اک آمد
 تو فتیح تو کر صحیفہ پاک آمد
 احمد نامے کہ کان عالم زو بود

[illegible]

بسیار چکاید قطره با آدام
آن قطره که بجز گشت آخسر بود

مختلف کلام

مختلف تارینوں اور تذکروں سے امیر خسرو کا وہ چیدہ کلام جو عناصر خسرو
یا دیگر تصنیفات موجود ہیں نہیں ہے درج کیا جاتا ہے۔

در تعریف ماہِ نو عید

طرب چوں ماہِ نو شد ہر دم افزود کہ بیرونِ دست از گلکب سچوں اگر یک نقطہ باشد بر سرِ نوں پالاش گوے خواہی خواہ دلنوں کہ وارو از کو اکب در مکنون گوئیے ست در پہلوئے جہنوں مبارک باد بر ذاتِ ہمایوں	بر آمد ماہِ عید از اوجِ گردوں بلوچ آسماں نوئے است یا چین بگردش بہت چندیں نقطہ را جسم بہیں اندر کوکِ آں پارہ نور ہما نا حلقہ گوش سپہر است سوا و شام در پیشِ سہ نو چنین ماہِ نو عیدِ جہستہ
--	---

غزل

ہر رگِ من مار گشتہ حاجتِ زان نیست وہ منہ عشق را مار و کبوتر ویدانیت نسبت با اندکے واروے خونبار نیست مژدہ قتل است گرچہ وعدہ دیدانیت وہ غمناے سینہ ما کتر از گلزار نیست ما خدا ویرم ہلانا حدا و کار نیست آرے آرے میکمن با خلق عالم کار نیست	کافر عشقم سلمانی مراد کار نیست از سرِ بالینِ من بر خیز اے نادانِ طبیب ایرے باویدہ گریانِ من نسبت کمن شاد باش ایدل کہ فردا بر سرِ بازار عشق ما غریباں را تماشا ہے چمن در کار نیست ما خدا و کشتے ما گر نباشد گوہر باش خلق مے گوید کہ خسرو بت پرستی مے کند
--	--

غزل

بود غزل تحت فتنه چه فتنه فتنه و دواں چو توبی تو بستی یوسف چه یوسف یوسف کنایه چه دلکش و دلکش خرم چه خرم خرم خرم خندان چه کافر کافر رهن چه رهن رهن رهن رهن چه عاشق عاشق بیدل چه بیدل بیدل بیدل کن براسه مرده سوزد دنده جان خویش را ولاد من فراهم کن کج ما تو کجا ایشاں	توئی در ملک جان خرم چرخ خسرو و خواباں جمالت مجسمه باش چه مجمع جبرج خواباں دانات نمونه باش چه نمونه غنچه دلکش بستر لغت یکم هند و چه هند و هند و کافر چه محسوس و بنده باش چه بنده بنده عاشق خسرو او عشق بازی کم ز بهنندگان باش بزم سلطان ملک حسن ما و ملک و دیشاں
---	--

مثنوی

اندو عشق دهرس پویت بودن خطا باشد که باشد پاسباں است رسد در مسدود گهاں کند خواب	نشد باید و شد راست بودن بودش پاسباں خلق پویت شبهاں چو شد خراب از باو نه باب
---	--

در آئینه که رسم ملک داری ست
 ثبات کار دارد هوشتیاری ست

متفرق رباعیات

از جبر و دستاں که اسیر فنا شدند داد از صدا جواب که ایشاں کجا شدند عمری که بر عنصر و گذاری سپا بود	رخم سوخته خطیره و بگریستم به زار ایشاں کجا شدند و گفتیم خطیره است اقبال را بعتا نبود دل درو سبند
--	---

مگر فیت ہوتی زمین میں گشتہ شریف	اقبال پا چو قلب گنی لالعتا بود
خسرو چو حالتست کہ دروہر عالمان	از جا بلان دون و نی باز پس تر اند
این نکته را بدین و بانصاف خوش سرا	کز چار حرف فطسہ دوریا برابر اند
از شعلہ عشق ہر کہ آفرینہ نیست	با دوسر سوزنی و لم دوختہ نیست
اگر سوختہ دل نہ زما دو کدسا	آتش بدے ز نیم کو سوختہ نیست

ہندی کلام

امیر خرم روم کا ہندی کلام بھی بہت تھا جواب نہیں ملتا۔ ظاہر ہے۔ کہ مسلمانوں کی حالت اس زمانہ میں بالکل ایسی ہو گئی جیسی آج انگریزوں کی ہے۔ آج انگریز اور انگریزی تعلیم یافتہ اردو اور دیگر ملکی زبانوں اور انکی تصنیف و تالیف کو نہایت بے قدری اور نظر حقارت سے دیکھتے ہیں اور ان میں تصنیف و تالیف اور کمال پیدا کرنے کو کوئی کمال نہیں سمجھتے اسی طرح اس زمانہ میں مسلمانوں کا حال ہو گا اور یہ ہی وجہ ہے کہ ان کے ہندی کلام کی ترتیب و تدوین کی طرف کوئی توجہ نہیں ہوا۔ صرف چند گیت اور پہیلیاں اور بھڑکیاں اور نکل و دہرے وغیرہ اور ایک فنزل اور خالق باری کا اختصار آج تک مشہور چلا آتا ہے جن کا بیان باب پنجم میں ہو چکا ہے۔



باب ہفتم

شعراے عہد

امیر حسن علماء سنجرئی بلوچی حمۃ الد علیہ

نجم الدین نام حسن تخلص سادات عظام دہلی سے تھے۔ باپ کا نام علاؤ الدین سیستانی تھا۔ حضرت امیر خسروؒ اور یہ دونوں میدان سخنوری میں توام اور مصداق۔ ان ہلک المساحرون کے ہیں۔ آپ حسن و جمال میں شہرہ آفاق تھے۔ ابتداً حال میں روٹی کی دکان کرتے تھے۔ جب امیر خسروؒ اور ان سے محبت پیدا ہوئی اس وقت سے علوم و کمال کی تحصیل میں مشغول ہوئے اور بہت تھوڑی مدت میں قابلیت علمی کے علاوہ اخلاق و عادات و فصاحت و اطوار اور دیگر اوصاف حمیدہ اور فضائل پسندیدہ سے موصوف ہوئے۔

سلطان نغیاث الدین بلبن کے عہد سے محمد تغلق کے عہد تک ہر بادشاہ کی ملازمت اور معماجت میں رہے اور ہر بادشاہ نے ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اعزاز و اکرام سے رکھا۔

ملا قاسم فرشتہ تاریخ فرشتہ میں تحریر کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت سلطان المشائخ رحم حضرت قطب الدین غمتیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے واسطے پرانی دہلی کو تشریف لے گئے تھے۔ جب حضرت خواجہ رحم کی زیارت سے فارغ ہو کر تالاب شمسی کے کنارے رونق افروز ہوئے اس مقام پر امیر حسن شاعر جنگا

سن اس وقت پچاس برس سے زیادہ تھا اور جو ابتدا سے حال میں حضرت سلطان المشائخ رحم سے رابطہ اتحاد اور صحبت کلی رکھتے تھے مع ایک جماعت یاروں کے مے نوشی میں مشغول تھے۔ جب حضرت کو دیکھا۔ آپ کے رو برو آئے اور یہ بیتیں پڑھیں ۵

سالمہا باشد کہ ماہم صحبتہم
از میان فتن از دل ماکم نہ کرد

گر صحبتہا اثر بودے کجاست
افسوس باں بہتر از زہد شہاست

حضرت سلطان المشائخ رحم نے ان بیتوں کو سن کر ارشاد فرمایا کہ صحبت مارا شائستہ انشاء اللہ روزے ہو۔ یہ جواب جاو کی طرح ان کے دل پر اثر کر گیا فوراً سر بر ہٹ کر کے حضرت سلطان المشائخ رحم کے قدموں پر رکھ دیا۔ و جمع شاہی سے تائب ہو کر مع اپنے رفقا کے مشرف بر معیت ہوئے اور ایسا مرتبہ پایا کہ مقبولان اور محبوبان حضرت سلطان المشائخ رحم سے ہو کر زمرہ اولیاء اللہ میں شامل ہوئے۔ تائب ہونے کے بعد آپ نے ایک غزل میں یہ بیت موزوں کی تھی۔ اور اس کو اکثر پڑھا کرتے تھے۔

اے حسن تو بہ انگھے کردی کہ ترا طاقت گناہ نہ مساند

مولانا جامی رحم نفعات الانس میں اور مولانا ضیاء الدین برنی اپنی تاریخ میں تحریر فرماتے ہیں کہ مکمل اخلاق اور محامد اوصاف اور لطافت و ظرافت اور فصاحت اور عقل و فہم اور روش صوفیہ اور پاکیزہ اعتقادی اور شگفتہ روئی اور تہذیب میں مثل امیر حسن رحم کے بہت کم دیکھا اور سنا گیا ہے۔

ان کی تصنیف و تالیف کی نسبت مولانا ضیاء الدین برنی کا بیان ہے کہ علاوہ دیوان اور شثنویات کے نظم و نثر میں ان کی بہت سی تصنیفات ہیں اور چونکہ وہ نہایت روانی سے و ہدا فی غزلیں موزوں کرتے تھے اس وجہ

سے خاص و عام ان کو سعدی ہندوستان کہتے تھے۔

مولانا جامی رحم ہمارستان میں فرماتے ہیں کہ غزل میں ان کا رنگ خاص ہے۔ انہوں نے ایسے تنگ قلمیے اور عجیب و غریب رویفیں اور خوش رنگ بحریں اختیار کی ہیں کہ ان کے اشعار بادی النظر میں آسان معلوم ہوتے ہیں لیکن کہنے میں بہت دشواریں اور اسی وجہ سے سہل متنع کے نام سے مشہور ہیں۔

امیر حسن تمام عمر مجبور رہے اور جس زمانے میں کہ محمد شاہ خلیق نے دہلی کے بجائے دولت آباد بسنا شروع کیا۔ یہ بھی مشائخ و کن کی زیارت کی آرزویں دولت آباد تشریف لے گئے اور اسی جگہ ۲۹۔ صفر ۱۱۳۳ھ کو وفات پائی۔ اور بالا گھاٹ پر مدفون ہوئے۔
مخدوم اولیا نے یہ قطعہ تاریخ وفات میں لکھا ہے۔ مامہ تاریخ میں ایک عدد کی بیشی ہے۔

چو خواجہ امیر حسن دہلوی آہ	برودہ بعالم شدہ شور بر پا
سمنش عاشقے از سر آرزوے	بگفتہ حسن یافت نزدخی جبا

صاحب منتخب التواریخ لکھتے ہیں۔ کہ قبر ان کی دولت آباد میں مشہور ہے اور لوگ بطور تبرک اس کی زیارت کیا کرتے ہیں۔ اب تک یہی حال ہے۔ اور دور دور سے لوگ مزار پر حاضر ہوتے ہیں اور اپنے بچوں کی ترقی و بہن کے واسطے شکر مزار پر ڈال کر کھلاتے ہیں۔

امیر حسن دہلوی م کی دیکھا قلمداد کی آبادی کے قریب واقع ہے جو دولت آباد سے دوین کوس پہ ہے احاطہ درگاہ میں میر غلام علی آزاد بگرامی کا بھی مزار ہے۔

شہنشاہ اکبر کے عہد میں ملک الشعراء فیضی دکن تشریف لے گئے تھے انہوں نے خاندیس سے بادشاہ کے نام ایک طویل طویل عرضداشت بھیجی تھی اس میں لکھتے ہیں۔ تربت میر حسن دہلوی در دولت آباد است غالباً ہمراہ سلطان ملاوالین آمدہ اینجا عمر مستعار باغور سائید بخاطر رسید کہ دیوان او کشفودہ یک غزل تبرکاً و تیناً متبع نمودہ شود اتفاقاً ایں غزل آمدہ

باز نواے بلبلان عشق تو یا وے وہد ہر کہ پر عشق نیست خوش عمر بیاو میدہد
فیضی نے اس غزل کے متبع میں جو غزل اس موقع پر لکھی تھی اس کا مطلع اور مطلع یہ ہے۔

صبح کہ تریک است من شیشہ کشا و میدہد	عقل بخاک میدہد ہر بر بیاوے وہد
فیضی نام را و من از غنیم و غنیم محوز	ز انجو مراد اہل مل شاہ مرادے وہد

افسوس اور سخت افسوس ہے کہ اس فاضل باکمال کی تصنیف و تالیف سے اب سوائے فوائد الغواذ کے اور کوئی یادگار باقی نہیں۔ ان کا دیوان بھی نہیں چھپا۔ نہ عام طور سے دستیاب ہوتا ہے۔ تذکروں اور تاریخوں میں بھی ان کی غزلیں اور اشعار بہت کم پائے جاتے ہیں۔ فوائد الغواذ میں حضرت سلطان المشائخ رحم کے ملفوظات ۲۲۔ ماہ شعبان سنہ ۹۲۲ھ سے ۱۱۔ شعبان سنہ ۹۲۳ھ تک کے جمع کئے ہیں۔ اس کتاب کا اردو میں ترجمہ ہو گیا ہے۔

صاحب سیرالاولیاء لکھتے ہیں کہ امیر خسرو رحم فرمایا کرتے تھے کہ کاش فوائد الغواذ میری طرف منسوب ہوتی اور میری تمام تصانیف امیر حسن ام کے نام ہوتیں۔

دولت شاہ سمرقندی اپنے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ امیر حسن شعریں امیر خسرو کا متبع کرتے تھے اور ان کا کلام بہت شیریں ہے اور اس زمانہ ۹۲۵ھ میں ان کا دیوان عزیز و مکرم ہے۔ امیر حسن ام خود فرماتے ہیں۔

حسن گلے ز گلستانِ سعدی آورده است کہ بل معنی گل چین آں گلستانند
اپنے اور امیر خسرو دم کے کلام کی نسبت فرماتے ہیں قطعہ

خسرو از راهِ کرم سب پذیرد	آنچہ من بندہ حسن مے گویم
سخنم چوں سخنِ خسرو نیست	سخن این ست کہ من مے گویم

حضرت سلطان المشائخ رحم نے ان کے اور امیر خسرو دم کے کلام کی نسبت یہ
فقہ فرمایا تھا کہ کلام خسرو دریاے شورا ست و کلام حسن جوئے شیریں۔ مختلف تذکرہ
سے امیر حسن دم کا تھوڑا سا کلام انتخاب کر کے درج کیا جاتا ہے۔

غزل

ساقیا مے وہ کہ ایرے خاست از ساغر سفید	سرور امیر سبز شد صد برگ را چادر سفید
باوہ در جامِ بلوریں وہ مرا گر مے وہی	خوب مے آید شرابِ لعل را ساغر سفید
ابر چوں چشمِ زلیخا بہر یوسفِ ثالبار	ثالہما چوں دیدہ یعقوبِ مغیبِ سفید
عنکبوتِ غار را گفتم کہ ایں پر وہ چہ بود	گفت ہمانِ عزیز آمد کہ کروم در سفید
اے حسن انخیار را ہرگز نباشد طبعِ راست	راست است این را ہرگز نباشد پر سفید

غزل

نیست چو دریتِ گلستاں دگر	روے دگر باشد و بستاں دگر
یارِ چہ سخت ست دلِ کافرت	سخت دگر باشد و سنداں دگر
از تفتِ عشقت جگرِ مخمّث شد	پختہ دگر باشد و بریاں دگر
غزۂ خوئیخوار تو خوںم بر سخت	غزہ دگر باشد و پکیاں دگر
گفت اگر عاشقِ مانی بمبیر	عشق دگر باشد و تہاں دگر

چشم حسن بین و در و مو حسن
موج و گر باشد و طوفان و گر

کارے کہ بود با تو مرا بیشتر نہ رفت
سر رفت در مو سے تو ایں در و سر نہ رفت

مرا از زلف او بے پسند است
فغولی سلیم بے پسند است
چہ لشکرے کشی بر قلب عشاق
صف مغلوب را ہوئے پسند است

لشتم ز فرق تا بقدم حلفت در رکاب
آں تہسوارین قدم از من دریغ داشت

رسواری و نواز سر کوئے تو را ہمدان
ولہ بر سر جوئے باد و بجائے عماما

تو آن قابے من سبح یتیاں دانست
ولہ کہ بے تو من نتوانم نفس بر آوردن

از خویش بر دل روز و دوست دروئے
ولہ تا گم نشوی گم شدہ خویش نیابی

من بودم و کفھے دست و سر و دے
ولہ غم را کہ نشان داد بلاراکہ خبر کرد

سکل سر و کار است کہ بروعدہ معشوق
ولہ صابر تو اں بود و تقاضا نتوان کرد

حسن و عاے تو گزینست مستجاب مرغ
ولہ تر از زبان و گر و دل و دعا چہ کند

چرخ را در مل چوں خلقت کج است
ولہ دور کج را فصل کج آید تراست

مور سکیں ہوئے داشت کہ در کعبہ رسد
ولہ دست بر پایے کہ تر ز دونا کہ بر سبزد

نیز فرقت بلا شد بے زلفش
ولہ خواب اندر پئے آں بے فرقتیم

عطار گو بہ بند و کال را کہ من ز دوست
ولہ بے کشیدہ ام کہ بشک و عجز نیست

زہے تر کے کہ از جہاے ابرو
ولہ کماں پیدا کن نہاں ز تہ تبر

گوش بدعی کے جلے گیرد
ولہ مزایرے کہ ہست اندر مرا میر

رباعی

دارم دنگے غمگین بیاہ زو پیرس
صدواقہ کہیں بیاہ زو پیرس

اسے آکرہ الاکرمی پیام زد و پارس

شہزادہ شوم اگر پرسی سلم

دیگر

ایک حرف تو ہمیشہ خلد را مایہ طور
زان چار چہار کن عالم مسمومایک حرف تو چل مہبلح عالم را نور
حرف سیمیں چل دے را دستور

ملک سعد الدین منطقی

یہ سلطان جلال الدین خلجی کے مصاحبوں میں تھا۔ ابتدا سے حال میں قلندری میں بسر کرتا تھا۔ بادشاہ نے جامہ قلندری سے نکال کر امیر کبیر بنا دیا۔ یہ اور عبید شاعر ان لوگوں میں تھے کہ حسد کی آگ میں جل کر چاند پر خاک ڈالنے کی کوشش کرتے تھے اور اپنے کلام کو امیر خسروم کے کلام پر ترجیح دیتے تھے۔ افسوس ہے کہ باوجود تلاش ان کا کوئی کلام دست یاب نہیں ہوا۔

عبید

غیاث الدین تغلق کے عہد میں ایران سے ہندوستان میں واپس ہوا۔ شاہزادہ الغ خاں (محمد تغلق) کی ملازمت میں نہایت اعزاز و اکرام سے بسر کرتا تھا۔ لیکن نہایت بلند نظر۔ مغرور۔ بد دماغ اور بدنیت تھا۔ اکثر علوم میں مہارت رکھتا تھا۔ لیکن طبیعت ہیودہ گوئی پر بہت راغب تھی۔ اپنے آپ کو امیر خسروم کا مقابل سمجھتا تھا۔ آپ کی نسبت اس کا یہ شعر مشہور ہے

خط افتاد خسرو را ز خامی کہ سبک باخت در دیگ نظامی

۱۱۳۲ھ میں جبکہ شاہزادہ الغ خاں قلعہ ارنگل کا محاصرہ کر رہا تھا کسی وجہ سے دلی

کی ڈاک آنے میں دیر ہوئی۔ عبید نے مصنفہ پر داری کی وجہ سے یہ خبر لشکر میں اٹا دی کہ بادشاہ و غیاث الدین کا انتقال ہو گیا۔ اس خبر سے تمام لشکر میں کھلبلی مچ گئی اور عبید نے چند دیگر سرداروں کے لشکر سے بھاگ گیا لیکن شاہزادے نے بہت جلد گرفتار کر کے روپیہ معج دیا۔ جہاں بادشاہ نے اس کو قتل کرا دیا۔

عبید کے کلام سے یہ رباعی اور غزل مشہور ہے۔ رباعی

اے خواجہ کمن تا جزائی طلب علم	کا نذر طلب رات بے ہر روز بانی
رو مسخرگی پیشہ کن و مطربی آموز	تا دوا خود از کمتر و مہتر بستانی
رہ بیشتر رویت بال مرکب ال	بروز گھٹ رویت صبا بر بر شمال
زندہ تیر نظر غمزہ است نشانہ مہر	کشد یہ گوشہ چشم ابروت کمان ہلال
توئی کہ اب حیات از لب ت بود سائل	خوشا کسے کہ کند البت جواب و سوال
حرام کشتہ بغیر از عبید و محققیت	
اشعار ان تخیل نامے حسنہ حلال	

قاضی مخیشہ مانسوی

سلطان جلال الدین خلجی کے عہد میں ایک بڑا عالم فاضل تھا۔ اس نے ایک غزل لکھی تھی جو انیسویں صدیوں میں پڑھی جاتی تھی۔ اس غزل کا مطلع یہ ہے۔
 دو در گوش و قد خوش و قد خوب و خط تر فرقت فری پری و پرے و باک و فسر
 ان کے علاوہ امیر خسرو رح کے معاصر اور بھی بہت سے شاعر مثل تاج الدین عسائی اور نمود جرجامی اور نمودہ یوانہ اور امیر اسلمان کلامی اور احتیار الدین باغی گذرے ہیں لیکن جس طرح کہ آفتاب و ماہتاب کی روشنی میں چراغ کی روشنی کو فروغ نہیں ہوا اور نہ آج ان کا کلام ملتا ہے۔ اکثر مؤرخین نے تو صرف یہ

تھ کر مال دیا ہے کہ امیر خسرو دم اور امیر حسن دم سے علاوہ اور بھی شاعر اس وقت میں صاحب دیوان تھے مگر ان کے حال لکھنے کے بعد ان کا ذکر کرنے کو جی نہیں چاہتا۔

خاتمہ کتاب

ہرگز نمیر دیکھو دلش زندہ شد بر عشق
ثبت است جرب سیریدہ عالم دوام

(حافظ)

اسے شننا اور دیکھنا حقیقت و توحید واسے بلبل کا ستارہ چشت واسے طوطی بوستانِ نطایہ۔ مجھے اوّل عمر سے آپ کے ساتھ جو محبت اور اعتقاد ہے اس کے لحاظ سے میں نے اپنی بساط کے موافق فارسی اردو انگریزی کے بیش بہا اور لازوال خزانوں سے آپ کے کمالات کے خوشنما گوہروں کو چن چن کر ان اوراق پریشاں میں جمع کیا ہے۔ مگر میری بے بضاعتی اور کم علمی کی وجہ سے آپ کے اوصاف و کمالات کا سچا اور خوشنما قول و فعل مجھ سے نہ کھینچ سکا۔

اسے جامع علوم ظاہری و باطنی، و منبع کمالات صوری و معنوی! آپ کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ کی تعریف مجھ جاہل محض کے بیان کی محتاج نہیں ہے۔ آپ کے اخلاق اور اوصاف کی محکم یادگاریں اور محض کی دستاویزیں خود آپ کی تصنیفیں تالیفیں صفحہ روزگار پر موجود ہیں اور قیامت تک موجود رہیں گی۔

اسے نخلِ بند بوستانِ سخن آراتی!

آپ کا نام نامی میری معرفت سے شہرت کا محتاج نہیں ہے بلکہ خود آپ کے مضامین سحر آمیز کے خوشنما پھول اس گلشنِ دہریں اپنے قدرتی اور لازوال

جون کی بہار دکھاؤ کھا کر آپ کے نام نامی اور اسم گرامی کی شہرت اور عروت کا باعث ہیں۔

اے صد آراے مجالسِ فصحا!

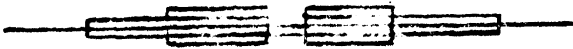
آپ کی نیک زندگی کے حالات لکھنے میں میری مثال مانند اس بڑھیا کے ہے جو محسن اپنے جوشِ عقیدت سے ایک پندیا سوت کی لے کر بازارِ مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں شامل ہونی تھی۔ پس میں نہایت صدقِ ل اور عاجزی سے آپ کی روح سے اپنی ناکامی اور دراندگی کی معافی چاہتا ہوں۔

اور

بارگاہِ ایزدی میں دست بردار ہوں
کہ

آپ کے نام اور کلام کی برکت سے ان پرآگندہ اوراق کو قبولیت عام کا اعزاز اور مجھ عاجز گنہگار کے نام کو آپ کے نام نامی کے طفیل میں بقائے دوام کا افتخار حاصل ہو اور انجامِ بخیر ہو۔

آمین یا رب العالمین



ضمیمہ

حضرت سلطان المشائخ محبوب اللہ نظام الدین محمد
بدایونی قدس سرہ العزیز

تہجد

اللہ تعالیٰ جل شانہ اور انبیائے عظام علیہم السلام کے ذکر کے بعد کوئی ذکر اولیائے کرام اور صوفیان عظام کے ذکر سے بہتر نہیں ہے۔ حدیث قدسی میں آیا ہے۔ عند الذکر الصالحین منزل الوحمة یبصر اللہ تعالیٰ کی رحمت صالحین کے ذکر کے وقت نازل ہوتی ہے۔ مولانا سید عبدالواحد بلگرامی فرماتے ہیں

اے دل از اخلاق مرداں بہرہ نداشتی	بارے اخلاق بزرگاں را ز باطن بکار کن
و عند ذکر الصالحین الحق نزول رحمت	ہر زمان ذکر جو انوار دین لب یار کن
کہ بدل بر تو بنے احوال شان شتاق باش	گر ز چشم از پاکی اخلاق اشک ایشاں کن

حضرت شیخ الاسلام عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ جہاں تک ہو سکے اولیاء خدا کی باتیں یاد رکھو اور جو یہ بھی نہ ہو سکے تو ان کے اسماء گرامی ہی یاد رکھو کہ یہی کافی ہیں۔

خود حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اے امیر خسرو! غفوات مشائخ کو یاد کرو اور ان کا ذکر کیا کرو کہ ان سے دل کو کیفیت پیدا ہوتی ہے

اگرچہ ہماری زبان اردو میں حضرت سلطان المشائخ رحم کی متعدد سوانح نمایاں اور
 ملفوظات شائع ہو چکے ہیں لیکن محض اس سعادۂ ابدی اور دولت سرمدی کے
 حصول کی خواہش میں حضرت کا مختصر ذکر خیر ان پر اگندہ اوراق میں تینا و تبر کا
 تحریر کیا جاتا ہے کیا عجب ہے کہ یہ چندہ غیر اس ناچیز کتاب کے واسطے آپ حیات کا
 باعث ہو اور اسے مقبولیت عام اور بقائے دوام کا مرتبہ حاصل ہو اور یہی ذکر خیر
 قیامت کے دن اس عاجز گنہگار بندہ شرمسار کی بخشش کا وسیلہ ہو۔ بقول شیخ
 سعدی علیہ الرحمۃ ۷

شنیدم کہ در روز اید و بیم بدایا بنیکان بخت شد کریم

وعا

یارب اندر معصیت دارم بہ اہل اللہ صفا	اے صفرا چارہ عفو من بدکار کن
بر درم داں کہ لا خوف ولا ہم حیرتوں	بندہ مملوک آزاد از عذاب نار کن
کسوت اہل زمین نااہل ملیس ست اگر	اہم تو برستہ تنزہ موسیٰ پیمبر کار کن

بندہ گنہگار عاجز و شرمسار

مولانا سید عبدالواحد

سعید ماروہری

حضرت سلطان المشائخ رحم کا ذکر خیر

حضرت کا اسم مبارک نظام الدین محمد اور آپ کے والد ماجد کا نام خواجہ سید احمد ہے آپ ساوات عظام حسینی سے ہیں۔ نسب شریف آپ کا بعض کتب میں ہے۔
اٹھارہ واسطہ سے اور بعض میں سولہ واسطہ سے حضرت شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ سے اس طرح ملتا ہے۔

حضرت سید محمد بن حضرت خواجہ سید علی الحسینی البخاری بن سید عبداللہ بن سید حسن بن سید میر علی بن سید میر احمد بن سید نیر ابی عبداللہ بن سید میر علی اصغر بن سید جعفر بن سید علی امام بن سید علی الماوی الثقی بن سید امام محمد بن الجواد بن امام الاتقیا حضرت امام علی موسے رضا بن امام علی موسے کاظم الغیظ بن الامام العباس حضرت ابو جعفر صادق بن الامام محمد الباقر بن الامام علی حضرت زین العابدین بن امام نے الارض والسماء سلطان الشہداء جناب حضرت امام حسین الشہید رضی اللہ عنہ ابن امام الماویاء حضرت علی مرتضیٰ علیہم السلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعین۔

سلطان شمس الدین التمش کے عہد میں آپ کے جد امجد حضرت خواجہ علی بخاری اور جد مادری حضرت خواجہ سید عرب رحم نے بخارا یا غزنی سے ہنستان میں تشریف لا کر پہلے لاہور میں قیام کیا اس کے بعد بدایوں تشریف لائے اور وہیں سکونت اختیار کی اور دونوں بزرگوں میں آپس میں قرابت پیدا ہوئی۔ یعنی خواجہ عرب رحم نے اپنی دختر نیک اختر راہۂ عصر بی بی زلیخا کی شادی خواجہ سید احمد خلف خواجہ علی رحم کے ساتھ کی۔ خواجہ احمد نہایت صالح متقی اور صاحب فضل و کمال تھے ان کا مزار بدایوں میں ہے۔

۶۳۳ھ میں بروز آخری چار شنبہ ۲۷ صفر کو بعد از طلوع آفتاب بطن

حضرت بی بی زلیخا سے حضرت سلطان المشائخ رحمہ پیدہ ہوئے۔ مولانا جمال صاحب العالیین
کیا خوب فرماتے ہیں۔

آفریں از خداے بر پدرے	کہ از و ماند این چنین پسے
پدرے را کہ آنچنان خلف است	ماورے را کہ این چنین پسے
آفتابش بر آستین قباست	اما ہما بیش بر آستان در است

آپ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی زلیخا کاملہ روزگار اور راجہ عصر خفیں اخبار
الاخیار اور خواندہ العواد میں خود حضرت سلطان المشائخ رحمہ سے منقول ہے۔ کہ
والدہ ماجدہ از خداے آشنائی بود یعنی ان کو اللہ تعالیٰ سے دوستی تھی آپ نے
ارشاد فرمایا ہے کہ جب میری والدہ ماجدہ کو کوئی حاجت پیش آتی تو پانچ سو بار دُعا
شریعت پڑھتیں اور دامن مبارک اپنا پھیلا کر دعا مانگتیں وہ دعا مقبول ہوتی تھی۔
جس دن گھر میں غلہ موجود نہ ہوتا تھا تو جب میں گھر میں جاتا مجھ سے فرماتیں۔
نظام الدین امروز ماہمانِ خدائیم۔ مجھ کو یہ سخن بہت پیارا معلوم ہوتا تھا ایک
روز میں اسی سخن کے ذوق میں تھا کہ اتفاقاً ایک مرد ایک تنگہ کا غلہ لا کر میرے
گھر میں دے گیا۔ چند روز متواتر اس سے روٹی پکا کر گذر کی میں تنگہ آگیا کہ کب
میری والدہ یہ لفظ فرمائیں گی کہ ماہمانِ خدائیم جب وہ غلہ تمام ہوا اور میری والدہ
نے فرمایا کہ ماہمانِ خدائیم اس وقت جو ذوق اور راحت مجھ کو پیدا ہوئی وہ بیان
نہیں ہو سکتی۔

جب حضرت سلطان المشائخ رحمہ کی عمر پانچ برس کی ہوئی آپ کے والد ماجد
نے اس دار فانی سے انتقال فرمایا۔ آپ کی والدہ ماجدہ متکفل آپ کی پرورش اور
تربیت کی ہوئیں اور مرتب میں برائے تعلیم قرآن مجید و فرقان حمید بھیجنا شروع کیا۔
اول آپ نے خواجہ شادی مہری بدایونی سے ایک پارہ قرآن شریف کا پڑھا اسکے

بعد مولانا سید علاؤ الدین اصولی اور مولانا کمال الدین سے علم ظاہری حاصل کیا۔ ایک روز آپ کی والدہ ماجدہ نے علماء اور مشائخ شہر کی دعوت فرمائی اور جلسہ دستار بندی فضیلت منعقد فرمایا۔ ایک پگڑی اپنے دست مبارک سے سوت کات کر آپ کی والدہ نے بنوائی تھی وہ پگڑی ایک صاحب کمال درویش علی مولانا می نے حضرت سلطان المشائخ کے سر پر باندھی۔ حضرت نے اپنا سر مبارک علی مولا کے قدروں پر رکھا۔ انہوں نے دعا دی کہ اللہ تجھ کو علمائے دین سے کرے۔

بیش یا پچیس برس کی عمر میں آپ مع اپنی والدہ ماجدہ کے دہلی تشریف لائے اور ہلال نشت دار کی مسجد کے نیچے ایک حجرے میں سکونت اختیار کی۔ اس وقت دہلی میں ایک فاضل متبحر خواجہ شمس الدین خوارزمی تھے ان کے حلقہ درس میں آپ نے شامل ہو کر مقامات حریری کے چالیس مقامے پڑھے اور علم حدیث کی سند حاصل کی۔

صاحب تلیخ فرشتہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ جامع علوم ظاہری و باطنی تھے اور ہمیشہ آپ کا دل انوار منزل کتب معتبرہ تصوف مثل قصص الحکم اور واقع الخوم اور ان کی شروح کے مطالعہ کی طرف مائل تھا۔ فقہ حنفی اور تفسیر و حدیث اور اصول و کلام میں آپ مہارت تمام رکھتے تھے۔

منقول ہے کہ جس زمانے میں کہ عمر شریف آپ کی بارہ برس کی تھی اور آپ بڑیوں میں کتب لغت پڑھتے تھے ایک قوال ابو بکر نامی لہان سے آپ کے استاد کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا حال بیان کرنا شروع کیا کہ میں نے شیخ بہاء الدین زکریا لہانی ہم کی مجلس میں راگ گایا اور یہ شعر پڑھا

قد لسعت حیمۃ المصوحی کبدای

دہرا نڈو سا ہے ارعش نے میرے جگر کو (مصراع دوم اس کو اسوقت یاد
 آیا جس کو آپ نے یاد دلایا وہ یہ حال دیکھ کر آپ کی جانب مخاطب ہوا اور آپ
 سے اپنے سفر اور خانقاہ شیخ بہاء الدین زکریا رحمہ اللہ کے حالات بیان کرنا شروع
 کئے اور کہا کہ خانقاہ شیخ موصوف میں ہر شخص ذکر کرتے تھے کہ کوئٹھیاں جو آٹا
 گوندھتی ہیں اپنے کام میں بھی ذکر اور مشغل سے فارغ اور خالی نہیں رہتیں۔
 میں ایک عرصے تک وہاں رہا۔ بعدہ روانہ ہو کر پاک پٹن میں آیا اور وہاں زیارت
 شیخ شیخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہ سے مشرف ہوا۔ آپ اس قدر عظمت
 و برہمیت ہیں کہ حال شریف آپ کا اور درویشان خانقاہ کا میں بیان نہیں کر
 سکتا۔ آپ کی ذات ایک عجب دریا ہے فیض ہے کہ آنے والا کیسا ہی بدبخت
 ہو خانقاہ مبارک سے محروم نہیں جاتا۔ مجھ و استماع ان حالات کے حضرت
 سلطان المشائخ رحمہ اللہ کو عشق غائبانہ حضرت بابا خواجہ فرید الدین شکر گنج رحمہ اللہ کا پیدا
 ہو گیا اور آٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے آپ ہی کا خیال دل میں رہنے لگا۔ جب
 آپ بدایوں سے دہلی تشریف لائے۔ اتفاق سے آپ جس حجرے میں مقیم تھے
 اسی کے قریب حضرت شیخ نجیب الدین متوکل قدس سرہ کا جو چھوٹے بھائی بابا
 فرید شکر گنج رحمہ اللہ علیہ کے تھے مکان تھا۔ وہ نہایت درجے کے صاحب باطن
 اور عالم صوری و معنوی تھے۔ حضرت سلطان المشائخ رحمہ اللہ پر حسن عقیدت اکثر
 آپ کی خدمت میں نشست و برخاست رکھتے تھے۔ رفتہ رفتہ فیما بین بہت
 محبت اور اتحاد بڑھ گیا۔ ایک دن آپ نے ان سے فرمایا کہ آپ میرے واسطے
 دعا فرمائیں کہ میں کسی جگہ کا قاضی ہو جاؤں تاکہ خلق خدا کے مقدمات و معاملات
 کو انصاف سے فیصلہ کیا کروں۔ یہ سنا کہ حضرت نجیب الدین رحمہ اللہ ساکت ہوئے
 اور کچھ جواب نہ دیا۔ آپ یہ سمجھے کہ شیخ نجیب الدین رحمہ اللہ نے نہیں سنا۔ پھر آواز

بند کہا التماسِ فاختہ کی رکھتا ہوں۔ اس مرتبہ شیخ نجیب الدین متوکل رحم نے فرمایا کہ انشاء اللہ تمہارے تو قاضی نہ ہو گا لیکن وہ ہو گا جو میں جانتا ہوں۔ اسکے بعد ایک شب کو جبکہ آپ جامع مسجد دہلی میں تھے صبح کی نماز کے وقت آپ نے سنا کہ تمہوں نے سنا ہے پر یہ پڑھا۔ **اَلَّذِيْنَ لَا يَذِيْرُ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ** رکھا وقت نہیں پہنچا ایمان والوں کو کہ گردن میں اُن کے دل اللہ کی یاد سے یہ سنتے ہی آپ کا حال متغیر ہوا اور نور الہی نے آپ کو کھیر لیا۔ چونکہ اُس زمانے میں خواجہ فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کی شیخت اور کرات کا شہرہ عالمگیر ہو رہا تھا۔ اور پہلے ہی سے حضرت کے غائبانہ عشق میں آپ مبتلا تھے صحیح ہوتے ہی بغیر مواری اور زوارہ کے انتظام کے آپ پاک پٹن کی طرف روانہ ہوئے۔ راحت القلوب میں آپ خود تحریر فرماتے ہیں۔ کہ بتایا۔ ۱۰۔ ماہ رجب المرجب ۷۷۷ ہجری بروز چہار شنبہ مجھے سعادت قدسوسی حضرت سید العالمین سنا اللہ تعالیٰ کی حاصل ہوئی آپ نے نہایت مہربانی اور شفقت فرمائی اور غرقہ اور غلین چوٹی (کھڑاویں) حرمت فرمائی اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میرا ارادہ ولایت ہند کسی دوسرے شخص کو تفویض کرنے کا تھا مگر تم راستے میں تھے کہ مجھے الہام ربانی ہوا کہ یہ نظام الدین کا حق ہے جب وہ حاضر ہوا سے عنایت کرنا چاہئے۔ میں پسینہ قدسوس ہوا اور اُس شوقِ ملازمت کا حال بیان کرنا چاہا جو مجھے واسطے حضور کی تھا اللہ تعالیٰ نے باری نہ دی اور دہشت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی غالب آئی۔ آپ نے روشِ نصیری سے واسطے نفعِ ہدایت کے فرمایا کہ جانے دہشت اور مقام

اسے راحت القلوب۔ اس کتاب میں حضرت سلطان الشانچ رحم نے مہرِ غلات اپنے پیر بلال فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے جمع فرمائے ہیں ۱۲

خوف نہیں ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا۔

اسے آنکس فراقت ولہا کباب کردہ سیلاب اشتیاق جانہا خراب کردہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاتحیاء میں تحریر فرماتے ہیں کہ جس روز حضرت سلطان المشائخ رحم شرف بیعت سے مشرف ہوئے آپ نے خدمت مرشد میں عرض کی کہ اگر حکم صادر ہو تو میں نیک تعلیم کرے اور ادو نوافل میں مصروف ہوں آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں کسی کو تعلیم و تعلم سے منع نہیں کرتا یہ بھی کرو اور وہ بھی کرو۔ غالب اپنے مغلوب کو آپ ترک کرادے گا۔ درویش کو کسی قدر علم ضرور ہونا چاہئے۔ اسکے بعد آپ خانقاہ مبارک میں مصروف عبادت ہوئے اور طریقہ مجاہدہ اور ریاضت کا اختیار کیا۔ آٹھ ماہ کے بعد ۲۔ ربیع الاول ۸۵۷ھ کو حضرت بابا فرید الدین گنج شکر نے دستار مبارک حضرت خواجہ قطب الدین اوشی بختیار کالکی رحم کی اپنے سر پر سے اتار کر حضرت سلطان المشائخ رحم کے سر پر رکھ دی اور عصا محنت فرما کر غرق خواجگان چشت رحمۃ اللہ علیہم جو سلسلہ چلا آتا تھا اپنے دست مبارک سے حضرت سلطان المشائخ رحم کو پہنایا اور فرمایا کہ نماز و گناہ شکرانہ ادا کرو۔ اس کے بعد سند خلافت حضرت شیخ بدر الدین اسحق رحم سے لکھوا کر اپنے دست مبارک سے عطا فرمائی اور بنگلیہ ہو کر ارشاد فرمایا کہ جاؤ خدا کو سونپا۔ حضرت سلطان المشائخ حسب الحکم مرشد کمال کے پاک پٹن سے دہلی تشریف لائے اور حضرت نجیب الدین متوکل رحم سے سب حالات و ماں کے بیان فرمائے۔ وہ بہت غوش ہوئے۔ اس کے بعد آپ ابابوی سے دور ایک غیر معروف جگہ غیاث پور میں سکونت پذیر ہو کر یاد الہی میں مشغول ہوئے۔ جب ۸۵۷ھ ہجری میں سلطان معز الدین کو قہبانہ موضع کیلوگڈھی میں جو نزدیکی موضع غیاث پور کے تھا قاصر شاہی اور قلعہ تعمیر کرا کر شہر آباد کیا اور جامع مسجد بنائی اس وقت سے ایک انہوہ کثیر آچے

پاس آنے جانے لگا۔ خود آپ سے منقول ہے کہ جب خلق کا مجھ پر جوم ہوا اور آمدت
آمر اور لوک بہ کثرت ہونے لگی۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اس جگہ سے چلا جانا
مناسب ہے۔ اسی اندیشے میں تھا کہ اسی روز عصر کے وقت ایک جوان صاحب
بحال بنایت نحیف البدن آیا اور مجھے دیکھتے ہی یہ اشار زبان پر لایا

آں روز کہ مرشدی منید استی	اکا گشت نماے عالمے خواہی شد
روز کہ زلفت دل بخلقے بر بود	در گوشہ نشینت منیاری سود

اس کے بعد یہ بات کہی کہ آدمی کو آؤں مشہور نہ ہونا چاہئے اور جس وقت مشہور ہوا
پھر سے گناہ ہونے کا خیال نہ کرنا چاہئے۔ ورنہ فردا سے تیامت حضرت رسول
مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو شرمندہ ہونا ہوگا۔ اس کے بعد کہا کہ کس قدر
پست ہمتی اور کم حوصلگی کی بات ہے کہ خلق سے گوشہ گیر ہو کر حق سے مشغول ہوں
بلکہ مردوں کا یہ کام ہے کہ باوجود کثرت آمد و رفت غلامی حق سے مشغول رہیں جب
وہ خاموش ہوا میں نے کسی قدر طعام جو موجود تھا ان کے روبرو رکھا انہوں نے
نہیں کھایا۔ میں نے اسی وقت دل میں نیت کی کہ یہیں رہوں گا۔ جس وقت میں
نے یہ نیت کی انہوں نے ہاتھ کھانے میں ڈالا اور کسی قدر تناول فرمایا اور پانی پیا
اور چلے گئے۔ بعد اس واقعہ کے میں نے ان کو کبھی نہیں دیکھا۔

اسی عرصے میں امیر خسرو مع اپنے بھائیوں اعو الدین علی شاہ اور جمال الدین
کے حضرت کے مریدوں میں داخل ہوئے اور خاص و عام بجانب حضرت کے وقوع
لائے اور دروازے فتوح کے مفتوح ہوئے کہ ایک عالم نے اس سے فائدہ
اٹھایا۔ لیکن باوجود اس شوکت و عظمت کے ریاضت اور مجاہدہ آپ کا اس قدر
بڑھا ہوا تھا کہ ہر روز روزہ رکھتے اور وقت افطار بہت عرصہ کھانا تناول فرماتے
اور سحری بھی نہ کھاتے تھے۔ اہل خانقاہ نے کئی مرتبہ عرض کیا کہ آپ کھانا بہت

کم کھاتے ہیں اور سحری بھی تناول نہیں فرماتے۔ اس سبب سے آپ کی قوت بہت کم ہو جاوے گی۔ آپ یہ سنکر رو پڑے اور فرمانے لگے کہ بہت سے درویش اور مساکین مساجد اور دوکانوں کے گوشوں میں بھوکے پیٹ سے فاقہ زدہ پڑے ہوئے ہیں ان کا یہ حال ہو اور میں شکم سیر ہوں۔ اس حالت کی یاد آوری سے کھانا میرے حلق کے پیچھے نہیں اترتا۔ ایسی ہی باتیں فرما کر آپ زار زار رونے لگتے۔ اور لوگ مجبور ہو کر دسترخوان سامنے سے بڑھایے تھے۔

مجاہدہ اور روزے کی نسبت آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک مرتبہ ہنگام سفر کشتی میں تھا حضرت بابا فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا۔ آپ نے مجھ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ دہلی میں بیکار رہنا اچھا نہیں ہے۔ مجاہدہ اختیار کرنا روزہ ہمیشہ رکھنا کیونکہ روزہ نصف راہ دین ہے اور دیگر اعمال نصف راہ دیگر۔

منقول ہے کہ آپ شب کو حجرہ خاص کا دروازہ اندر سے بند فرما لیتے تھے۔ اور تمام شب راز و نیاز میں مشغول رہتے تھے۔ جب صبح کے وقت دروازہ کھولتے تو بوجہ شب بیداری چشم مبارک سرخ ہوتی تھیں۔ اس وقت جس کی نظر آپ کے جمال مبارک پر پڑتی وہ یہی تصور کرتا تھا کہ ایک مست و محو رہیں۔ امیر خسرو رم اسی ضمن میں کیا خوب فرماتے ہیں۔

تو شب بیدار رہے غافل رہے کہ بوی اشب کہ ہنوز چشم مسقت از حسمار داود
حضرت سلطان الشاہ رحمہ کو سماع سے بہت رغبت تھی۔ دوستو قوال جن کا سردار امیر حسن قوال تھا آپ کی خانقاہ کے وظیفہ خوار تھے۔ امیر خسرو رم اور خواجہ حسن بھی کہ علم موسیقی میں حدیم المثل تھے مجلس سماع میں نہایت خوش الحانی سے گاتے تھے۔

منقول ہے کہ جس زمانے میں حضرت سلمان المشائخ رحم اپنے پیر حضرت بابا فرید شکر گنج رحم کے حضور میں حاضر رہتے تھے ایک مرتبہ حضرت بابا صاحب نے آپ کے پاس جاکر کی طرف نظر کی تو وہ بہت بوسیدہ اور پھٹا ہوا معلوم ہوا۔ حضرت بابا صاحب نے آپ کو گھر میں سے اپنا پاجامہ طلب فرما کر آپ کو عنایت فرمایا اور کہا کہ اس کو پہن لو آپ نے کمال خوشی سے اسی وقت اپنے پاجامے پر اس کو پہن لیا لیکن جب کمر بند باندھتے تھے تو وہ کٹ جاتا تھا۔ حضرت بابا صاحب نے فرمایا کہ اچھی طرح باندھو آپ نے فرمایا کہ کس طرح باندھوں۔ فرمایا کہ ایسا باندھو کہ پھر حوروں کے واسطے بھی نہ ٹھکے۔ آپ نے سر قدموں پر رک کر قبول کیا اور بتوفیق الہی آخر عمر تک مجبور رہے اور مباشرت نہیں فرمائی۔

منقول ہے کہ خانقاہ عالی میں دو ہزار نگہ روزانہ خرچ بطبخ اور خیرات فقرا و مساکین وغیرہ میں اٹھتا تھا۔ روزانہ جس قدر نذر و نذرانہ آتا تھا سب فقرا و مساکین پر تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ ایک روز سلطان علاء الدین خلجی نے ایک منبیل دروہا سے ملو کر کے برسم نذر حضرت سلطان المشائخ رحم کے پاس بھیجی۔ اس وقت ایک قلندر اسفندیار نام حضرت کے پاس بیٹھا تھا۔ دور سے اس کی نگاہ اس پر پڑی۔ اور اسے دیکھ کر حضرت کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ ایسا الشیخ ہر یا مشترک۔ آپ نے ازراہ ظرافت جواب دیا۔ امانہا خوشترک قلندر نے مایوس ہو کر اٹھنا چاہا آپ نے فرمایا کہ تمہارا خوشترک سے میرا یہ مقصود تھا کہ تمہارے مبارک ہو۔ یہ فرما کر تمام دروہا ہر اس قلندر کو بخشا۔ اس سے تنہا نہ اٹھ سکا اور خانقاہ کے خادموں نے انکی مدد کی۔

حضرت سلطان المشائخ رحم سے اس قدر کرامات اور خوارق عادات منسوب ہیں کہ اگر مختصر بھی بیان کئے جاویں تو ایک ضخیم کتاب طیار ہو جاوے اسلئے اس حوالہ سے

کہ اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں۔ جن صاحبوں کو شوق ہو وہ سیرالاولیاء۔ سیرالعارفین۔ راحت المہین۔ فضل الفوائد۔ اخبارالایثار۔ نور دیگر کتب سیر میں ملاحظہ فرمادیں۔

منقول ہے کہ آپ نے رحلت فرمانے سے چالیس روز پیشتر کھانا بالکل چھوڑ دیا تھا۔ آٹھ مہینے سے آپ کو بول و براز نہیں ہوتا تھا۔ ایک روز اقبال اپنے خادم کو مدعو کر بلا کر فرمایا کہ جو کچھ اسباب نقد و جنس ہماری ملکیت میں ہے وہ سب حاضر لاؤ۔ کہ ہم مستحقین کو تقسیم کر دیں۔ خواجہ اقبال نے عرض کیا کہ جو کچھ فتوح میں سب آتا ہے وہ اسی دن خیرات ہو جاتا ہے۔ البتہ چند ہزار من غلہ کا شمار ہے۔ کہ جو روزانہ خرچ ننگریں صرف ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ماس کو کس واسطے رکھا ہے اُسے بھی جلد باہر نکالو۔ اور مستحقین کو تقسیم کر دو۔ غرض کہ اسی وقت تمام غلہ اور اسباب کٹوا دیا۔ اور بعد نماز ظہر مدبہ کے دن حضرت شیخ نصیر الدین محمود رم کو طلب فرما کر فرقہ اور عصا اور صلا اور تسبیح اور کاسہ چوبی جو اپنے پیر سے ملا تھا عطا فرمایا اور کہا کہ تم کو ہمیں دہلی میں رہ کر زمانے کے جو رجحان و مہر کرنا چاہئے۔ اس کے بعد نماز عصر آپ نے ادا فرمائی اور تھوڑی دیر بعد تاریخ ۱۲۴۲ھ ۱۳۲۲ھ ۱۳۲۲ھ کو ۹ برس کی عمر میں آپ جو ارادت حق میں واصل ہوئے۔

انا لله وانا الیہ راجعون۔

منقول ہے کہ حالت بیماری میں اکثر آپ بیہوش ہو جاتے تھے۔ جب ہوش آتا ارشاد فرماتے کہ میں نے نماز پڑھ لی ہے یا نہیں اگر کہا جاتا کہ آپ ادا

لے حضرت امیر خسرو نے جو رشید لکھا ہے اس میں یہ بیت تاریخ و حال میں تحریر فرمائی ہے۔
رجع دوم و ہژدہ زمرہ و ہر رفت آں ر
زمانہ چون شمار بیت واد و پنج و ہر رفت

ویل ٹریڈنگ کمپنی لمیٹڈ امرتسر

مسلمانوں میں قومیت کی روح بچھونکنے اور انکو متحدان اقوام کے رعب میں لانے کے لئے بڑی ضرورت تھی کہ مفید اسدی ٹریڈنگ کی کافی اشاعت ہو اور ملک میں غیر معمولی طرز پر اسکو رواج دیا جائے قوم کی اس اہم ضرورت کا پورا کرنا ویکل ٹریڈنگ کمپنی کا خاص مقصد ہے۔ اسلام میں ابتداً اس قسم کی ایک تہی مشنر کے ہاتھ میں قائم ہوئی تھی اور تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں اس نہایت فروغ پاتا تھا۔ ویل ٹریڈنگ کمپنی کے لئے اس کی متابعت ایک فال نیک ہے۔ کمپنی کا اس المال ایک لاکھ روپیہ ہے اور دو ہزار حصص پر منقسم ہے۔ ہر حصہ کی قیمت پچاس روپیہ ہے۔ قوم کا ہر فرد اس کا ممبر ہو سکتا ہے۔ درخواست ممبری کے ساتھ اپنا پھر پئے۔ درخواست منظور ہونے پر دس روپے اور باقی روپیہ مختلف قسطوں میں حسب ضرورت وصول کیا جاتا ہے۔ اغراض و مقاصد حسب ذیل ہیں:-

(۱) اسلامی ٹریڈنگ کو اشاعت (۲) تالیف تصنیف اور ترجمہ کے ذریعہ سے قوم میں علمی مذاق کی توسیع (۳) آرد و فارسی خوبی انگریزی کتابوں اور انٹیکسٹری۔ مشینری۔ ٹائپ و کاغذ وغیرہ کی تجارت۔ منافع تقریباً دس روپیہ فیصدی +

کمپنی کے صیغہ دار الاشاعت دیکھو جو میں موضوع اور ٹریڈنگ کے لحاظ سے ہر علم و فن کی مفید و منتخب کتابوں کا ذخیرہ فراہم رہتا ہے جسکی غائت اہلی یہ ہے کہ ملک میں سہ و قابل قدر و فائدہ بخش کتابوں کے مطالعہ کا مذاق وسیع ہو اور مضر کتابوں کے ہلک اثر سے اہل ملک کو بچایا جائے۔ فرمائشوں پر فوراً عملدرآمد ہوتا ہے اور ہر امر میں تدبیر اور کفایت کا لحاظ رہتا ہے۔ مفصل فہرست قابل دید ہے۔ جو طلب کرتے پر روانہ ہوگی +

المشتر۔ منیجر ویل ٹریڈنگ کمپنی لمیٹڈ امرتسر۔ (پنجاب)

وسط نقل کر دی ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی التزام کیا گیا ہے کہ انھیں کتابوں کے جوائے
دئے ہیں جو زیادہ تر مصر و بیروت و قسطنطنیہ اور خاصہ کر یورپ میں چھپ چکی ہیں اور
ہندوستان میں مل سکتی ہیں کہ اصل منقول عنہ کے دیکھنے میں بھی کسی کو شک نہ ہو
اور ٹیٹلسٹ فرقہ (مستشرقین یورپ) علو و فنون کے صد ماجزیات کا انحسار
علماء اسلام سے منسوب کرتا ہے اور دوسری جانب تباہی و توحین (جو رجحان)
تریدان و فارس و مروج الفنون و نول و جبارہ وغیرہ) کو مسلمانوں کے علم میں رونی
شانداریات نظر نہیں آتی۔ وہ اہل عرب کو یونانی علوم کا صرف مترجم کہتے ہیں۔ اس
کتاب میں ان دونوں پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے اور تصویر کے دونوں رخ دکھائے گئے
ہیں۔ ہر علم کے واقعات اور مسائل اور مقدمات خود اس علم کی قدیم عربی کتابوں سے لئے
گئے ہیں اور جدید اصول و تفتید و درایت سے ان پر بحث کی گئی ہے۔ دنیا کی کسی زبان میں
اس موضوع پر اب تک کوئی مستقل کتاب شائع نہیں ہوئی تھی یہ سب پہلی تالیف
ہے جس کے دو جداگانہ اڈیشن عربی و اردو میں الگ الگ شائع ہوئے ہیں۔ مولفہ

عبداللہ النماوی : قیمت پر

یہ محققانہ رسالہ درحقیقت حدیث نبوی (کَلَامُ الدِّینِ کُبْرٰی)
(دین تو آسان چیز ہے) کی ایک ہمیشہل حکیمانہ تفسیر ہے جس میں
نصوص صحیحہ سے ثبوت دیا گیا ہے کہ ہمارے مذہب کے اصول نہایت آسان ہیں اور فراموش
میں بھی کوئی دشواری نہیں۔ مذہبی احکام میں آجکل جو سخت دشواریاں نظر آتی
ہیں وہ زمانہ انحطاط کے مولویوں کی پیدائش کی ہوئی ہیں۔ اسلام کے تمام احکام اصل میں
تہایت سادہ و قریب الفہم ہیں۔ ہر قوم اور ہر ملک کیلئے اسلام کی پابندی آسان ہے
اور ہر حیثیت سے دنیا کے عالمگیر مذہب ہونے کی اس میں صلاحیت موجود ہے مولفہ
شمس العلماء مولیٰ خیر امہ الطاف حسین صاحب عالی۔ قیمت ۳۰۰ روپے

مسلمانوں کی تہذیب

یہ کتاب ڈاکٹر محمد حسن الہ آبادی مرحوم کی تالیف ہے۔ اس کی تاریخی واقعات سے ثبات

میا گیا ہے کہ مسلمانوں کی اس تہذیب کی ترقی و تہذیب کی ہر ایک شاخ میں انھوں نے کیسی جرات انگیز ترقی کی تھی و مذہب دنیا پر ان کا کیا اثر پڑا اور یورپ نے کہا کہ ان سے فائدہ اٹھایا و بہ مبارک تہذیب جو خاص اسلام نے پیدا کی تھی اور شارع اسلام اس کے بانی تھے زمانے نے کس طرح اس کو قبول کیا۔ اسلامی تہذیب کے خصائص کیا ہیں و متحرک کیونکر ہوا اور اس کے اسباب کیا ہیں۔ نہایت دلچسپ اور مفید چیز کتاب ہے۔ قیمت ۳۰۰/-

شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی کی یہ بالکل جدید تالیف ہے جس کی

اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر

تدوین خاص دکن ٹریڈنگ کمپنی کیلئے ہوئی ہے۔ تاریخ اور واقعات کی تحقیق و تنقید میں مولانا کا پایہ اظہار شمس ہے۔ شہنشاہ عالمگیر پر جو الزامات وارد ہوئے ہیں اور بھائیوں کے قتل باپ کی گرفتاری۔ تعصب مذہبی۔ ہندوؤں کے ساتھ ملامت و دشمنی وغیرہ۔ کہ متعلق جو اعتراضات کئے جاتے ہیں اس کتاب میں ثابت کیا گیا ہے کہ ان اعتراضات کو واقعات سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ باتیں بہت نظر اور غلط خیال افسانہ نویسوں کی پیدا کی ہوئی ہیں جو اس صدی کے بہت بعد پیدا ہوئے۔ اور جسکی کتابیں قوم کی بدنامی سے تاریخ کے نام سے مشہور ہو گئیں۔ مولانا نے خود اس عہد کی مستند تاریخوں سے تمام واقعات کی تحقیق کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ گو یہ مورخین بھی عالمگیر کے دوست نہ تھے مگر واقعات کو کیونکر چھپا سکتے تھے۔ اہل یورپ کی غلط فہمیوں پر درایت کی نظر ڈالی ہے اور ہر واقعہ کی اصلیت فلسفہ تاریخ سے دریافت کی ہے۔ قیمت ۸۰۰/-

المستشرقین جگدھار پور وکھیاں ٹریڈنگ کمپنی میٹروپولیٹن

